1906 - 1910

رسالہ تشحیذ الاذہان

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر

فہرست مضامین

باہتمام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان یکم مارچ سنہ ۱۹۰۶ عیسوی کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا

مرثیه

[illegible] شد دین احمد هیچ خویش و یار نیست	هر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست
[illegible] الت صد هزاران تن ربود	حیف بر چشمیکه اکنون نیز هم هشیار نیست
[illegible] ن این چنین غفلت چراست	بیخود از خوابید یا خود بخت دین بیدار نیست
[illegible] ب نظر بر حال دین	آنچه مے بینیم بلاها حاجتِ اظهار نیست
[illegible] ز خفتش بخیز بیداے یلاں	دیدنش از دور کار مردم دیندار نیست
[illegible] ر مان [illegible] بهر دین در خون دلِ من مے تپد	محرم این درد ما جز عالم اسرار نیست
آنچه بر ما میرود از غم که داند جز خدا	زهر می نوشیم لیکن زهرهٔ گفتار نیست
هر کسے غم خوار بے اهل و اقارب می کند	اے دریغ این بیکسے را هیچ کس غمخوار نیست
خون دین بینیم روان چون کشتگان کربلا	اے عجب این مردمان را مهر آن دلدار نیست
حیرتم آید چو بینیم بدل ایشان در کار نفس	کاین همه جود و سخاوت در رهِ دادار نیست
ایکه داری مقدرت هم عزم تائیدات دین	لطف کن ما را نظر بر اندک و بسیار نیست
بین که چون در خاک می غلطد ز جورِ ناکسان	آنکه مثل او بزیرِ گنبدِ دوّار نیست
اندر این وقتِ مصیبت چارهٔ ما بیکسان	جز دعاے بامداد و گریهٔ اسحار نیست
اے خدا هرگز مکن شاد آن دلِ تاریک را	آنکه او را فکرِ دین احمد مختار نیست
اے برادر پنج روز ایام عشرت ها بود	دائما عیش و بهارِ گلشن و گلزار نیست

نحمدہ اللہ العلی العظیم ونصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انٹروڈکشن

جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے۔ یا یوں کہو کہ جس زمانہ تک تاریخ یا ہماری مذہبی کتابیں ہمکو لیجا سکتی ہیں اُس وقت سے خدا تعالیٰ کی سنت یہی بات چلی آتی ہے۔ کہ جب دنیا میں فساد اور شور و شر برپا ہو جاتا ہے۔ لوگ خدا تعالیٰ کے احکام کی پابندی کو بالکل ترک کر دیتے ہیں اور غفلت اور جہالت ان میں پھیل جاتی ہے جبکہ خدا تعالیٰ کی مقررہ حدود سے لوگ آگے نکلجاتے ہیں قوموں میں شرک اور بدعت کی ترقی ہو جاتی ہے۔ جنگ و جدال چاروں طرف پھیل جاتا ہے اُسوقت خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک مصلح پیدا ہو جاتا ہے۔ جو کہ لوگوں کو ایک ظلمت اور تاریکی کے گہرے گڑھے سے نکالکر کھلی ہوا اور روشن مقام میں کھڑا کرتا ہے۔ اور جو جو غلطیاں اُنمیں پائی جاتی ہیں اُنکو دور کرتا اور علم معرفت الٰہی اور ایمان کو انکے دلوں میں بھرتا ہے۔ جبکہ کوئی نبی ایک قوم یا ایک مُلک کی طرف آتا ہے تو یہ سُنّتہ اللہ بھی قدیم سے چلی آئی ہے کہ اس کی قوم اس کی مخالفت کرتی ہے۔ طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں اسکو پہنچائی جاتی ہیں۔ وہ کافر ملحد اور دجال ٹھہرایا جاتا ہے۔ چھوٹا اور بڑا اُس کی باتوں کو جھٹلاتا ہے۔ ہر ایک شخص اسکو ملامت کرتا ہے۔ جس کسی سے وہ نرمی سے بھی پیش آتا ہے وہ سختی اور درشتی سے اسکو جواب دیتا ہے اگر کوئی سعید الفطرۃ انسان اس کی پیروی کرتا ہے تو اُسکو بھی طرح طرح کے دُکھ دیے جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو دُکھ دینا اور ضرر پہنچانا وہ نادان قوم ایک بہت عمدہ اور قابل تحسین کام سمجھتی ہے۔ اور وہ نہیں سمجھتی کہ اسبات کا انجام ہمارے حق میں سم قاتل ہوگا۔ یہی لوگ کہ جنسے ہم مسخری کرتے ہیں اور دکھ دیتے ہیں کوئی دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ ان کی سچائی دنیا پر ظاہر ہو جاے گی اور ہماری اولاد جسپر ہمکو بہت بھروسہ ہے بڑھاپے میں ہمکو داغ جدائی دیکر انہی لوگوں کے ساتھ جا ملے گی وہ بچے جنکو کہ ہم

ان کی پیدائش کے وقت سے نہایت ہی ناز و نعم سے پال رہے ہوتے ہیں اور وہ جن کو آرام پہنچانے کے لیے ہم اپنی تکلیف کو بھی کچھ نہیں سمجھتے اور وہ جن کی تعلیم و تربیت پر ہمارے سیکڑوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اولاد جسکو دیکھ کر ہم جاموں میں پھولے نہیں سماتے اور خیال کرتے ہیں کہ بڑھاپے میں یہ ہمارے لیے ایک عصاء کا کام دیگی۔ لیکن وہ خدا پر نہ بھروسہ کرنے والی قوم نہیں جانتی کہ وہ زبردست خدا تو انکو کسی اور ہی کام کے لیے طیار کر رہا ہے۔ کیا ہی شان ہے اُس خداوند عزّ وجلّ کی جو اپنے مامور کے لیے انہی لوگوں کے ہاتھوں سے جو اس کی مخالفت کرتے ہیں ایک ایسی قوم طیار کراتا ہے جو اس کے رسول سے محبت کرنے والی اور اس ربّ ذوالجلال کے نام پر قربان ہونیوالی ہوتی ہے۔ ہر ایک نبی کے زمانہ میں، وہ قوم جس میں کہ وہ مبعوث ہوتا ہے اپنی کثرت پر غرور کرتی ہے اور اُس رسول کے پیروؤں پر جو کہ ان کی بنسبت بہت ہی قلیل ہوتے ہیں اور دنیاوی مال و جاہ سے بہت ہی کم حصہ رکھتے ہیں حقارت اور نفرت سے بھری ہوئی نگاہ ڈالتی ہے۔ لیکن جس بات کے کرنے کے لیے خداتعالیٰ ارادہ کرلیتا ہے اسکے ٹالنے کا کوئی ذی روح یا غیر ذی روح مقدور نہیں رکھتا اور وہ بات ہو کر رہتی ہے خواہ تمام دنیا کے لوگ اور تمام اسباب اس کے برخلاف ہی کیوں نہ ہوں

ہم ایک عمدہ مضمون جو کئی دن میں طیار ہوا ہو ایک پل میں جلا کر راکھ کر سکتے ہیں۔ ایک انجن جو کہ بہت محنت اور کوشش سے طیار ہوتا ہے ذرہ سی آگ جلانے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتا ہے تو کیا وہ خدا جو ہر ایک چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور جس کی طاقتیں غیر محدود ہیں اُسکو توڑ نہیں سکتا نہیں بلکہ اگر وہ چیز اس کے کسی ارادہ کے برخلاف واقع ہوتی ہے تو وہ اُسکو ایک دم میں تباہ کر سکتا ہے۔ لیکن وہ رحیم کریم خدا اپنی مخلوق کو ایک حد تک ڈھیل دیتا ہے اگر وہ پھر بھی باز نہ آئے تو آسمانی عذاب اُن پر نازل ہوتا ہے اور وہ مغرور قوم جو کہ اپنے زعم میں فرعون کے سامان سے بڑھ کر دم خم رکھتی ہے کہیں پناہ کی جگہ نہیں پاتی۔ زمین باوجود اپنی اسقدر فراخی کے انپر تنگ ہو جاتی ہے اور باوجود اس کے کہ وہ بہت بڑی بڑی جاگیروں کے مالک ہوتے ہیں ہر ایک طرح کے عیش و عشرت کے سامان ان کے لیے مہیا ہوتے ہیں۔ اونچے اونچے محلوں میں ان کی رہائش ہوتی ہے اور مضبوط اور ناقابل فتح قلعوں پر وہ قبضہ رکھتے ہیں مگر وہ آسمانی عذاب انکو تباہ کرکے چھوڑتا ہے، خداتعالیٰ کا عذاب ان روکوں سے رُک نہیں سکتا۔ بلکہ اکثر یہی پایا جاتا ہے کہ اسوقت وہی سامان

جسپر کہ ان لوگوں کو فخر حاصل ہوتا ہے ان کے لیے باعث مصیبت ہو جاتا ہے اور وہی عیش و عشرت کے سامان جنکو وہ اپنے دل کا آرام سمجھتے تھے ان کے لیے تکلیف کا موجب بنجاتے ہیں۔ اور یہی قرآن شریف سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ عاد ثمود اور فرعون کے حق میں وہی چیزیں جنسے کہ ان کو آرام ملتا تھا ان کے لیے تکلیف دہ اور عذاب رساں ہوگئیں۔ وہ لوگ جو پہاڑوں میں رہتے اور اُن چیزوں سے جنکو خدا تعالیٰ نے انسان کے نفع کے لیے پیدا کیا ہے فائدہ اُٹھاتے تھے جب اُنھوں نے خدا تعالیٰ کے احکام سے مُنہ پھیر لیا اور فسق و فجور میں مبتلا ہوگئے اُسوقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نبی آیا جسکو تھوڑوں نے مانا لیکن بہتوں نے اُس کی مخالفت کی اور اسکو قتل کرنا چاہا لیکن خدا تعالیٰ کے عذاب نے زلزلہ کی صورت میں اُنکو پکڑ لیا جبکہ وہ صبح کے وقت اپنے بستروں پر آرام سے سوے ہوے تھے۔ اُن کے بُرے اعمال اُن کے آگے آگئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوے اُن کی جانیں نکل گئیں۔ وہی پہاڑ جو پیشتر اُن کے لیے آرام کا موجب تھا اُسوقت اُن کے لیے ہلاکت کا باعث ہوگیا۔ وہ دریاے نیل کے بیشمار فوائد سے مستفید ہونیوالے مصری جنکا ملک دریاے نیل کی وجہ سے سرسبزی اور شادابی میں دنیا کے بہت سے حصوں کو مات کرتا تھا ایک خدا کے برگزیدہ نبی کی مخالفت کی وجہ سے ایک چشم زدن میں ہزاروں کی تعداد میں اس دریاے نیل کے وسط میں غرق ہوگئے اور دوسرے انکو مال وجاہ کے علاوہ اپنی اولاد پر بھروسہ ہوتا ہے کہ اگر ہم مرگئے تو ہمارے بعد اس شخص کی قوت توڑنے کے لیے اور اسکا نام تک دنیا سے مٹا دینے کے لیے یہ بعید کوشش اور سعی بلیغ کرے گی۔ آخر کار اُس نبی کی سچائی کو دیکھ کر اُسپر ایمان لے آتی ہے۔ وہ اولاد کہ جسکو وہ پرورش کر رہی ہوتی ہے ان کے لیے نہیں ہوتی۔ بلکہ اس نبی کے کام آنے والی ہوتی ہے کیونکہ آسمان پر تو یہی لکھا جا چکا ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ یعنی تم لوگ اپنی اولاد پر فخر کرتے ہو لیکن تم نہیں جانتے اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ ہر ایک عورت کے پیٹ میں کیا ہے اور ان کے رحم کیا کم کرتے ہیں اور کیا زیادہ کرتے ہیں اور ہر ایک چیز کی اُسکے علم میں ایک مقدار ہے۔ یہ اُنجگہ بیان کیا ہے جبکہ کفار عذاب مانگتے ہیں اور نشان طلب کرتے ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ٹھہرو ذرا صبر کرو خدا تعالیٰ بخشنے والا بھی ہے لیکن وہ عذاب بھی سخت دینے والا ہے۔ اور پھر آگے چلکر

مندرجہ بالا آیت فرمائی ہے۔ درحقیقت کافر کے لیے سب سے بڑھ کر عذاب یہی حسرت ہوتی ہے کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ جس کے ساتھ میں مخالفت کرتا تھا اور جسکو تکلیف اور نقصان پہنچانے کی خواہش میرے رگ و ریشہ میں سرایت کیے ہوئے تھی اب میری آنکھوں کے سامنے میری اولاد اُسکی تابع فرمان ہے اور اس کے احکام پر عمل کرنا اپنا فرض عین اور کار ثواب جانتی ہے۔ غرضکہ ہر ایک نبی کی اُس کی قوم مخالفت کرتی ہے۔ اور آخر میں اس رسول خدا کی فتح اور مخالفین کی ذلت ہوتی ہے اس موجودہ نسل کے اول پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام سے بھی مخالفت کی گئی تھی۔ وہ مخالفت کس نے کی شیطان نے کما قال اللہ تعالیٰ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ یعنی سب نے فرمانبرداری کی مگر شیطان نے نہ کی۔ اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا کیونکہ وہ کافروں میں سے تھا۔ بعد ازاں جتنے پیغمبر رسول یا نبی آئے ہیں سب کی مخالفت کی گئی جیسا کہ پہلے نبیوں سے بلکہ اُن سے بدرجہا زیادہ کیونکہ پہلے نبی صرف ایک قوم یا ملک کی طرف آئے تھے اور ہمارے نبی کریم تمام دنیا کے لیے مامور ہو کر آئے تھے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا یعنی اے نبی کریم کہدے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔

اس لیے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ہر ایک شرارت جو ایک شریر اور بدباطن کے ذہن میں آسکتی تھی وہ عمل میں لائی گئی۔ لیکن انجام کار اس نبی اولوالعزم کی فتح ہوئی۔ ایک حق پسند کے لیے یہ بات سچائی اور خدا تعالیٰ کی قدرت اور جبروت کے ظاہر کرنے کے لیے کیسی روشن اور کھلی دلیل ہے کہ ایک غریب فرقہ بنی ہاشم میں سے اُسوقت جبکہ ایک آدمی بھی اُسکے ساتھ نہیں اُٹھکر دعویٰ کرتا ہے کہ خدا ایک ہے اور میں اُسکا رسول ہوں۔ اور خواہ کوئی بھی میری مخالفت کرے آخر کار فتح میرے ہی نام ہوگی خدا تعالیٰ کا دین تمام دنیا میں پھیل جائیگا اور یہ کعبہ جسمیں بُت پرستی کیجاتی ہے ایکدن ایسا آنیوالا ہے کہ اسمیں اللہ کی پرستش کیجائیگی تمام دنیا اپنا ناخنوں تک زور لگالے لیکن خدا تعالیٰ کی باتیں پوری ہو کر رہیں گی وہ دعویٰ کرتا ہے کہ کوئی انسان مجکو مار نہیں سکتا۔ میرا حافظ ایک بڑا زبردست خدا ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ کہ ان میں ہے سب کا پیدا کرنیوالا ہے اور وہ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور پھر زندہ کرتا ہے وہ وہی ہے جو کہ کسیکو کچھ نفع پہنچا سکتا ہے یا ضرر دے سکتا ہے اور ایک آواز مجکو اُسکی طرف سے آتی ہے کہ کَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ خیرا

اُن لوگوں کی پیروی مت کر جو تجھے نماز اور دوسرے نیک کاموں سے روکتے ہیں۔ بلکہ اُس واحد لاشریک کے سامنے اپنا سر جھکا دے اور اُس کی فرمانبرداری کر اور قریب ہو جا۔ اور اسپر اس کی قوم جو کہ بت پرست اور مشرک ہے اس کی مخالفت کرتی ہے۔ اس کے پیرووں کو ہلاک کیا جاتا ہے خود اسکو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی ہیں یہانتک کہ اس سے اور اس کے پیرووں سے بولنا تک منع اور حرام سمجھا جاتا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ ان کے ہاتھوں کوئی چیز فروخت کرنا سخت گناہ ہے۔ ان کی ذرہ بھر بھی مدد کرنے والا کسی سخت سزا کا مستوجب ہے لیکن وہی خدا جسکو وہ لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتا ہے باوجود پہروں کے اسکو راتوں رات مکّہ سے مدینہ کی طرف نکال کرلے جاتا ہے اور کفّا باوجود اسکا پیچھا کرنے کے اور اس کے سر پر پہنچ جانے کے اسکو مار نہیں سکتے اور آخر کار وہی شہر جس سے کہ وہ راتوں نکلتا ہے اور جہاں سے کہ اسکے پیرو نکالے جاتے ہیں اسکے قبضہ میں آتا ہے اور وہ جو وہاں سے اکیلا نکلا تھا جب اُسمیں داخل ہوتا ہے دس ہزار سپاہی جرار اُسکے ساتھ ہوتا ہے جو انکو ایک ذرہ سے اشارہ پر اپنی جان دینے کے لیے طیار ہے کروڑوں کروڑ برکتیں ہوں اُس نبی پر جسنے ہمکو اسلام جیسا سچا اور سیدھا راستہ دکھایا۔ ایک وہ دن تھا کہ وہ پیشگوئی کرتا تھا کہ میرا نور دنیا میں پھیل جاے گا اور خدا تعالےٰ کو واحد لاشریک ماننے والے چاروں طرف پھیل جائینگے۔ اور اُسکی اس بات کو سُنکر اس کے شہر کے لوگ اسپر ہنسی کرتے تھے اور دیوانہ سمجھتے تھے۔ لیکن عقلمندوں نے دیکھ لیا کہ بعد ازاں ویسا ہی ظہور پذیر ہوا جیسا کہ اُس نے کہا تھا۔ اور آج باوجود اس کے کہ اس زمانہ کو سب نبیوں نے بالاتفاق سب زمانوں سے بُرا اور گری ہوئی حالت کا کہا ہے۔ بفضل خدا کروڑوں انسان اُسکے نام پر قربان ہونیکے لیے موجود ہیں۔ اب میں اپنے اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ باوجود اس قدر معجزات اور کھلے اور ظاہر نشانات کے اس نبی کی بھی مخالفت کی گئی۔ اس نے اپنی زندگی میں بیشمار نشانات دکھلاے اور آجتک بھی اس کی پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں اور زبان حال سے گواہی دے رہی ہیں کہ اے عقل کے اندھو غور کرو کہ اس کی سچائی میں ذرہ بھر بھی تو شک و شبہ کی گنجایش نہیں۔ اور تم اب بھی اسکے ماننے میں پس و پیش کرتے ہو۔ غرض کہ ہر نبی کی مخالفت ضروری ہے بلکہ اس کی سچائی پر ایک دلیل ہے کیونکہ شیطان ہمیشہ رحمان کی مخالفت کرتا ہے اسلیے جب کوئی نبی رحمان کی طرف سے آتا ہے تو شیطانی لوگ اور خود شیطان طرح طرح کے حیلوں اور مکروں سے اُن کا سلسلہ تباہ کرنا چاہتا ہے اور یہ بات خود روشن ہے کہ انجام کس کا رہا ہے۔ اور اگر اس کی مخالفت نہ کی جاے تو دنیا پر خدا تعالےٰ کی قدرتوں کا ظہور کیونکر ہو۔ جب دنیا مخالفت کرتی ہے تو خدا تعالےٰ بھی اپنے رسول کو مدد دیتا ہے اور معجزات اور نشانات سے اسکی سچائی کو دنیا پر ظاہر کرتا ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اس زمانہ میں کسی نبی کی ضرورت ہے یا نہیں کیا اس زمانہ کو بھیا

زمانہ کہا جائے یا بُرا۔ جہاں تک دیکھا جاتا ہے اس زمانہ سے بڑھ کر دنیا میں کبھی فسق و فجور کی ترقی نہیں ہوئی۔ تمام دنیا ایک زبان ہو کر چلا اُٹھی ہے کہ گناہوں کی حد ہو گئی ہے۔ یہی زمانہ ہے کہ دنیا میں ایک مامور کی حد سے زیادہ ضرورت ہے آج اگر دنیا میں کوئی مامور نہ آیا تو تمام دنیا چند سالوں میں دہریہ ہو جائے گی ہر ایک مذہب کے لوگ چیخ اُٹھے ہیں کہ ہماری قوم کو کیا ہو گیا کہ اپنا مذہب وغیرہ سب کچھ ترک کرتی جاتی ہے۔ دہریت کے خیالات رگ و ریشہ میں سرایت کرتے جاتے ہیں۔ آج وہ دن آگیا ہے کہ جھوٹھ بڑی بات نہیں سمجھی جاتی۔ ایک فرقہ کے لوگ دوسرے فرقہ والوں کی چوری کو چوری نہیں سمجھتے بلکہ اسکو ایک کار ثواب سمجھا جاتا ہے۔ شراب خواری کی آج حد نہیں رہی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر لندن کے شراب خانوں کی ایک سال کی شراب اکٹھی کر کے لُنڈھا دیجائے تو لندن جیسے عظیم الشان اور بڑے شہر میں ایک طوفان آجائے۔ خیانت۔ فسق اور فجور کا ایک طوفان برپا ہے اور بیغیرتی اور بے شرمی کو شایستگی خیال کیا گیا ہے اور اخلاق سے گری ہوئی حالتوں کو اخلاق کا اعلیٰ درجہ سمجھا جاتا ہے۔ کل برائیاں جو پہلے زمانہ میں مختلف وقتوں میں ہوئی تھیں آج ایک ہی وقت میں جمع ہو گئی ہیں۔ بھائی میں بھائی کی محبت نہیں رہی۔ مذہب کے پیروی کرنے پر دنیا ہنسی اور مذاق کرتی ہے اور جو شخص کہ قوانین مذہب کا پابند ہے اسکو وحشی اور بد اخلاق کہا جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ پر بھروسہ کرنا کاہلی اور سُستی سمجھا گیا ہے۔ مسئلہ جزا و سزا کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ایک بیہودہ اور لغو مسئلہ ہے کیا کوئی سلیم الفطرت انسان اسکو مان سکتا ہے؟ اور دنیا تو صرف مال جمع کرنے کے لیے ہے اور زندگی تو صرف اسلیے ہے کہ اسمیں عیش و عشرت سے انسان گذارہ کرے اور اس عرصہ میں عقبیٰ کا خیال کرنا بھی سخت گناہ ہے اور خدا سے ڈرنے کی نعوذ باللہ ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ بیفائدہ کسی کی اطاعت کرنی خلاف از عقل اور بعید از قیاس ہے۔ جب اُس کا ہمپر کوئی احسان نہیں۔ ہم خود بخود پیدا ہو گئے ہیں تو وہ کون ہے جو ہمکو مجبور کر سکتا ہے کہ ہم اُس کی اطاعت کریں جبکہ نہ وہ ہمکو نفع پہنچا سکتا ہے نہ کوئی ضرر پہنچانے کی طاقت رکھتا ہے۔ ہم اپنی طاقت اور کوشش سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں اور ذرات خود بخود ملکر ہمارے کام آتے ہیں تو ہمکو ایسی کیا ضرورت پڑی ہے کہ ایسے خدا کی کوئی پرواہ کریں یا اُس کے زور اور طاقت سے ڈریں اور خواہ مخواہ اپنے گلے میں غلامی کا طوق ڈالیں غرضکہ طرح طرح کی گندگیاں اور خیالات فاسدہ ہیں جو انسان کے دل و دماغ میں آجکل سمائے ہوئے ہیں۔ اور انسان اپنی حد سے گذر گیا ہے ہماری واجب العمل کتاب قرآن کریم نے کیا ٹھیک ٹھیک فرمایا ہے كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى بیشک انسان سرکش ہے اور اپنی حد سے گذرنیوالا ہے۔ وہ خالق ارض و سماء اپنی رحمانیت کی صفت کو کام فرما کر اسکو مہلت اور ڈھیل دیتا ہے اور یہ ذرہ بمقدار اپنے وہم اور گمان میں سمجھتا ہے کہ میں بھی کوئی چیز ہوں

کہ میری اسطرح قدر کی جاتی ہے اور نہیں سمجھتا کہ وہ زبردست خدا جیسا رحیم کریم ہے ویسا ہی شدید العقاب بھی ہے
ابتک میں اُسکی رحمانیت کی صفت کی وجہ سے اپنے گناہوں کی سزا پانے سے بچا رہا ہوں لیکن اُس جبار اور قہار
خدا کا عذاب اور قہر اگر مجھپر پڑگیا تو پھر میرا کیا حال ہوگا - اے میرے دوستو خوف کا مقام ہے اور دم مارنیکی جگہ
نہیں - اگر وہ مالک وخالق اپنا رحم کرے تو اس بلا سے نجات ہوتی ہے ورنہ ہم ایک انسان ہیں اور انسان
جب ذرہ بھر بھی آرام پاتا ہے تو خدا تعالیٰ کا منکر ہو جاتا ہے اور اپنے آپکو کوئی چیز سمجھنے لگتا ہے حالانکہ وہ کچھ
بھی نہیں - آرام اور چین کی حالت میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف دھیان لگانا اور اُسکی یاد میں مشغول ہونا ایک بڑے
ہی مرد کا کام ہے - سو دعا کرو اور اپنے رب سے رورو کر التجا کرو کہ اے خدا اے قادر تو نے ہمکو پیدا کیا ہے اور
پہلے ہم نہیں تھے پھر ہمکو پیدا کرنے کے بعد ہمپر طرح طرح کے احسان کیے ہمارے والدین کے دل میں ہماری محبت ڈالی
اور ہماری خوراک کے لیے جبکہ ہم اناج کو ہضم نہیں کرسکتے تھے ہماری والدہ کی چھاتیوں میں دودھ اُتارا اور طرح
طرح کی بیماریوں اور تکلیفوں سے ہمکو نجات دی ہم تیرے احسانوں کا شکریہ کسی طرح سے ادا نہیں کرسکتے اور ڈرتے ہیں
کہ ایسا نہ ہو کہ ہم کسی گمراہی کے گڑھے میں پڑجائیں اور صراط مستقیم کو چھوڑ بیٹھیں - ہم ایک کمزور مخلوق ہیں تو اپنا
رحم کر اور ہمکو نیک کاموں کے کرنے کی توفیق دے اور بُرے کاموں کے کرنے سے محفوظ رکھ ہمارے پچھلے گناہونکو
بخشدے اور آیندہ ہماری حالت کو سُدھار دے کہ تیری مدد کے بغیر ہم ایک سانس تک نہیں لے سکتے اور ہمارا
مقدور نہیں کہ ایک تنکا بھی تیرے اذن کے بغیر توڑ سکیں - سو اے خدا تو ہمپر رحم کر - آمین ؂

غرض کہ آج دنیا میں گناہوں کا وہ زور شور ہے کہ الامان ، اسوقت ایک ہادی کی ضرورت کو کل دنیا نے قبول کرلیا ہے
اور یہ مان لیا گیا ہے کہ اس وقت ایک رہنما کی ضرورت سخت محسوس ہو رہی ہے اور ہر ایک مذہب کے لوگ یقین
کرتے ہیں کہ اسوقت ایک ہادی آنے والا ہے جو کہ گذشتہ رسولوں کا مثیل ہوگا - یا وہ خود ہوگا - یہ ایک عجیب
بات ہے کہ ہر ایک قوم نے اسوقت ایک رسول کے آنے کی گواہی اپنی کتابوں سے دی ہے اور ہر مذہب والے متفق
ہیں کہ وہ کوئی نیا نبی نہیں ہوگا بلکہ کوئی پہلا ہی نبی دوبارہ آئیگا - مسلمان عیسیٰ کے منتظر ہیں تو ہندو
کلنک اوتار کے جو ایک گذشتہ نبی کا مثیل ہوگا یعنی کرشن علیہ السلام کا مثیل اور اسی طرح بُدھ مذہب والے بُدھ
کے آنے کا انتظار کرتے ہیں کہ اب وہ آکر دنیا سے برائی کو دور کرے گا - اور گناہ کا نام تک مٹا دیگا - وہ اسکے لیے
راولپنڈی کے اردگرد ہی آنے کی جگہ بتاتے ہیں کہ یہیں کہیں اُس کا نزول ہوگا - یہود بھی الیاس نبی کے دوبارہ
آنے کے منتظر ہیں کہ پہلے وہ آئیں گے اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائینگے - اگرچہ یہ امر دیگر ہے

کہ وہ پہلے ہی آچکے ہیں - اور وہ ابن مریم کی نشانیوں میں سے ایک نشان تھے - لیکن یہاں یہ اسلیے لکھا گیا ہے کہ وہ بھی ایک نبی کے آنے کے منتظر ہیں - سب کھلے اور بیّن نشان اُسکی پہچان کے لیے ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں یہانتک کہ فرمایا ہے کہ وہ کدعہ گاؤں میں اُترے گا - غرضکہ ہر ایک قوم ایک نبی کی منتظر ہے اور اسکے لیے زمانہ بھی یہی مقرر کیا جاتا ہے - ہمارے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نشانات اس نبی کی پہچان کے بتائے ہیں اور اس کے پہچاننے کے لیئے جو جو آسانیاں ہمارے لیے پیدا کر دی ہیں اُنسے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے رسول کریم کا مرتبہ کسقدر بلند اور بالا تھا اور خدا تعالیٰ کس قدر اس رسول سے اُلفت رکھتا تھا اور اب بھی رکھتا ہے - اور ہزاروں پیشگوئیاں ہیں جو ابتک پوری ہو رہی ہیں اور دنیا دیکھ کر دنگ ہو گئی ہے کہ اللہ اللہ تیرہ سو برس پہلے اس نبی برحق نے ایسی ایسی باتوں کی خبر دی تھی کہ اُسوقت وہم و گمان میں بھی ان کا آنا مشکل تھا - اور آج ہم ان باتوں کو پوری ہوتی ہوئے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور یہ باتیں اس نبی برحق کی سچائی کی کافی دلیل ہیں بلکہ ضرورت سے بھی بڑھ کر ہیں ع - کافی ہیں سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے ؀

غرضکہ ہمارے نبی کریم نے بہت نشانیاں مثیل مسیح کی بتائی ہیں - میں ان میں سے چند کا یہاں ذکر کیئے دیتا ہوں - تاکہ اگر کوئی بالکل ناواقف ہو تو کچھ واقفیت حاصل کرے - آپ نے فرمایا ہے کہ مثیل مسیح کے وقت رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کو گرہن لگے گا یعنی چاند کو اپنے گرہن کی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات کو اور سورج کو اسکے گرہن کے مقررہ دنوں میں سے بیچ کے دن میں - اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں کبھی کسی نبی کو یہ نشان نہیں دیا گیا اور پہلے کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ رمضان شریف کے مہینہ میں چاند کو اپنی پہلی رات جو تیرھویں رات ہے اور سورج کو اپنے بیچ کے دن میں جو اٹھائیسواں دن ہے گرہن لگے - یہ واقعہ اب سنہ ۱۳۱۱ ہجری میں ہوا - پھر فرمایا کہ اُسوقت اونٹوں کی سواری بیکار ہو جاے گی اور ایک ایسی سواری نکلے گی جس کے ذریعہ سے انسان سات دن میں دنیا کا چکر لگا سکے گا - سو دنیا کی لمبائی جو بیس ہزار میل ہے اور اسوقت ریل کے ایکسو دس میل فی گھنٹہ کے حساب سے چلانے کی کوشش امریکہ میں کی گئی ہے اور اسمیں کامیابی بھی ہو گئی ہے - چنانچہ نیویارک سے سنفرانسسکو تک ایسی لیگا ٹی کا انتظام کیا گیا ہے جو ضرورت پر ایکسو دس میل فی گھنٹہ چل سکے اور اس حساب سے قریباً اکیس ہزار میل سات دن میں انسان سفر کر سکتا ہے بلکہ بعض جگہ تو اس سے بڑھ کر تیز چلانے کی کوشش کیجا رہی ہے - اور مکہ و مدینہ کے درمیان بھی ریل طیار کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اور ایک نشان یہ ہے کہ اُسوقت حج بند کیا جاوے گا - سو یہ بھی ہو چکا ہے اور اس سال بھی یہ تجویز کی گئی تھی

کو چھ بند کیا جاوے۔ کیونکہ سلطنت عثمانیہ میں حاجیوں کو اس وجہ سے کہ وہ طاعون زدہ علاقوں سے آتے ہیں بہت کچھ تکالیف برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ اب ہمکو اس مسیح کی تلاش کرنی چاہیے کہ وہ کہاں ہے آیا اسوقت جبکہ طاعون بھی پڑ چکی ہے قحط بھی پڑ چکے ہیں ریل اور تار بھی نکلے ہیں سورج اور چاند کو رمضان میں گرہن لگے ہوئے بھی تیرہ برس گذر گئے۔ اب کہاں ہے وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود کوئی دنیا میں دعویٰ بھی کرتا ہے یا نہیں۔ اب اگر دو شخص دنیا میں دعوی کرتے ہوں تو ہمکو مشکل پڑے گی کہ کسکو مانیں اور کسکو نہ مانیں لیکن آج اگر کسی نے دعوی کیا ہے تو وہ ایک ہی شخص ہے جو اسبات کا دعوی کرتا ہے کہ یہ تمام پیشگوئیاں میرے حق میں ہیں اور میرے وجود پر منطبق اور میرے ہی زمانہ میں پوری ہوئیں اور میں ہی وہ ہوں جس کے بارے میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پیشگوئی فرمائی ہے اور جس کے آنے کی بابت **قرآن شریف** نے بڑے زور سے **اِطلاع** دی ہے۔ اور دوسرے اکثر **اَنبیاء کِرام** علیہم السلام نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں اس کی بابت اشارات کیے ہیں۔ وہی ہے جو فرماتا ہے کہ مجھ سے خدا تعالیٰ **مکالمہ و مخاطبہ** کرتا ہے اور مجھ پر آدم اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ اور محمد وغیرہم علیہم السلام کی طرح **وحی** نازل فرماتا ہے۔ میں خدا سے ہوں اور خدا مجھ سے ہے۔ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں۔ خواہ تمام دنیا اپنے ناخنوں تک سارا زور لگائے پر یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں ہلاک کیا جاوں۔ میرے ساتھ خدا ہے اُسکے میرے ساتھ بڑے بڑے وعدے ہیں میں اپنے خدا پر پورا پورا بھروسہ رکھتا ہوں اور میں کسی کی پروا نہیں کرتا کہ وہ مجھ سے دشمنی کرے عداوت رکھے یا مجھے ایذا دینے کی کوشش کرے۔ دنیا میری مخالفت کرے گی اور علماء کہ جنکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُس وقت یہودی علماء سے کم نہ ہوں گے میرے ساتھ سخت دشمنی و عداوت کرینگے لیکن میرا بال تک بیکا نہ کر سکیں گے۔ وہ اسوقت جبکہ ایک شخص بھی اُس کے ساتھ نہ تھا یہ باتیں کہہ چکا اور شائع کر چکا ہے کہ **یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ** اور **یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ** یعنی دور دور سے لوگ تیرے پاس آئینگے یہانتک کہ راستے اُن کے چلنے سے نیچے ہو جائینگے اور جب وہ آئیں گے تو اُن کے کھانے اور آرام کے لئے بھی تو سامان چاہییں اسلیے وہ فرماتا ہے کہ دور دور سے سامان بھی ہر طرح کے تیرے پاس پہنچیں گے۔ پھر وہ اُسوقت جبکہ ایک آدمی بھی اُس کے ساتھ نہ تھا فرماتا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ اور اس کے مخالفوں کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ مجھکو خدا تعالیٰ بار بار کہتا ہے کہ **اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِهَانَتَکَ** اور زور سے للکار کر کہتا ہے کہ کوئی ہے جو میرا مقابلہ کرے۔ یاد رکھو جو میرے مقابلہ کے لیے آئے گا وہ آخر کار ذلیل اور رسوا ہوگا اور اُسکا انجام بُرا ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مدتوں سے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونیکا دعویٰ کرتا ہے اور اس دعوے پر کئی برس گذر گئے لیکن کوئی نہیں جو مقابلہ میں اس سے پورا اُترا ہو

جو آتا ہے اُسکو ذلیل ہی ہونا پڑتا ہے۔ کیا کوئی جھوٹھا جو اتنی مدت سے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونیکا دعویٰ کرتا ہے خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نہیں دیکھتا کہ ایک شخص اُسکی طرف سے ہونیکا جھوٹھا دعویٰ کرتا ہے اور راتدن اُس کے مقرب بندوں کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے وہ کیوں چُپ چاپ بیٹھا ہے کیا وجہ اس مفتری کو سزا نہیں دیتا لیکن اس واحد لاشریک خدا تعالیٰ کی قسم کہ جس کا مثل کوئی نہیں اور جس کی طاقت و قدرت غیر محدود ہے اور جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اور جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور ہمیشہ رہیگا اور جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف اُتارا کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور خدا تعالیٰ اُسکی مددپر ہے۔ کوئی نہیں جو اسکو اور اس کے کارخانہ کو تباہ کرسکے کیونکہ یہ سب کارخانہ خدا تعالیٰ کا ہے اور وہ نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے آج سے ستائیس برس سے بھی زیادہ گذر گئے کہ اسکو خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ مطلع کیا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی کو ظاہر کردے گا۔ اس وقت کون ہے جو اسمیں ذرہ بھر بھی شک کرسکے۔ کیونکہ اسکے بعد دنیا میں قحط پڑے۔ طاعون نے وہ زور دکھایا کہ لوگ چلّا اُٹھے۔ پھر زلزلہ سے وہ تباہی ڈالی گئی کہ ابتک اس کے نقصانوں کی مرمت نہیں ہوسکی۔ سردی نے سنہ ۱۹۰۵ء میں غیر معمولی طور سے زور پکڑا کہ تمام فصلات تباہ و برباد ہوگئیں یہ اُسوقت کی بات ہے کہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ ایک دن مجکو خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کا مثیل کرکے دنیا میں مبعوث کرے گا اور یہ کہ لوگ اُسوقت میری سخت مخالفت اور تکذیب کرینگے اور اس کے بدلہ بڑے زور آور حملے کیے جائیں گے آج اس شخص کی طرف غور سے دیکھو کہ جو چھبیس برس پہلے اکیلا تھا اور اسقدر بشارتیں خدا تعالیٰ سے پا رہا تھا کہ چار لاکھ کے قریب اس کے پیرو ہیں اور ہر طرف کے لوگ اس گمنام گاؤں میں کہ جسمیں بہت ہی کم لوگوں کی آمدورفت تھی آرہے ہیں اور ہر ایک شخص جو وہاں آتا ہے اگر کچھ بھی اسمیں عقل ہو تو وہ خوب سمجھ سکتا ہے کہ میں خود اسکی پیشگوئی کو پورا کر رہا ہوں۔ میں بذات خود اس کی سچائی کا ایک نشان ہوں۔ اے وہ شخص جو کچھ بھی بینائی رکھتا ہے اپنی آنکھیں کھول کہ اسکی صداقت کا سورج نصف النہار پر ہے اگر تیری آنکھیں بند رہیں گی تو اسکا نقصان تجکو پہنچے گا نہ کسی اور کو وہ تو ہی ہوگا جو کہ ظلمات میں پڑا رہیگا یا کوئی اور۔ اُس خدائے قہار کا عذاب تجکو پکڑیگا یا کسی اور کو۔ وہ تو ہی ہوگا جو خدا کی مخالفت کی وجہ سے ہلاک ہوگا یا کسی اور کو اسکا صدمہ پہونچے گا۔ یاد رکھ کہ خدا تعالیٰ کی درگاہ میں کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ کیا یہ تیرا خیال ہے کہ میں کسی بڑی قوم کا ہوں یا میرے پاس زر و جواہر ہیں یا میری قوت بازو بہت لوگ ہیں یا میں بہت بڑا رئیس یا بادشاہ ہوں یا بڑا ذی علم آدمی ہوں۔ سجادہ نشین ہوں یا فقیر ہوں اسلیے مجکو اس رسول کے ماننے کی حاجت نہیں۔ تو اے شخص

کہ جس کا ایسا خیال ہے یہ مت سمجھ کر تو نبی کریم کے حکموں پر چلتا ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک شخص کو مسیح موعود کے آنے پر لازم ہے کہ اس کی اطاعت کرے یہانتک کہ اگر وہ حج کو جاتا ہو اور اُسکو خبر ملے کہ مسیح موعود کا ظہور ہوگیا ہے تو وہ شخص اپنا حج کا ارادہ چھوڑ دے اور پہلے اُس کی خدمت میں حاضر ہو اور پھر اُسکی اجازت سے اگر وہ حج کی اجازت دے تو حج کو جاوے۔ اے مسلمانو وہ تمام نشانیاں جو مسیح موعود کیلیے بتائی گئی ہیں پوری ہوگئیں اور افسوس ہے کہ ابھی تمکو ہوش نہیں آتا تمکو کیا ہوگیا ہے کہ تم سوئے ہوئے ہو اُٹھو اور گہری نیند سے چونکو اور دیکھو کہ اسلام آج چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے دشمنان اسلام اسکے درپے اسپر حملہ کرتے ہیں اب بھی سوچو کہ وقت ابھی کچھ باقی ہے ایسا نہو کہ رہا سہا وقت بھی جاتا رہے اور پھر پچھتانا لاحاصل ہو اُٹھو اور خدا تعالیٰ سے مدد مانگو کہ اُسکے سوا کوئی مدد دینے والا نہیں۔ اپنی حالت درست کرو کہ ایکدن خدا تعالیٰ کے سامنے جانا ہے اور اُس احکم الحاکمین کو مُنہ دکھانا ہے اُسدن خدا تعالیٰ کو کیا جواب دوگے کہ وہ اسلام جو ایکدن تمام دنیا پر حاوی اور غالب تھا ہمارے اپنے اعمال کی وجہ سے اس درجہ کو پہنچا اور جبکہ ایک رہنما نے ہمکو بیدار کیا تو ہمنے بجائے اسکے کہ اُسکا شکریہ ادا کرتے اُلٹے اُسکے گلے کا ہار ہوگئے اور لگے اُسکو گالیاں دینے۔ جیسا کہ ایک شخص صبح کی نماز کے وقت کسیکو نماز کے لیے جگاوے اور وہ بجائے اسکے کہ اُٹھ کر نماز پڑھے جگانے والے کے گلے پڑ جاوے کہ صبح کی ٹھنڈی ہوا اور میٹھی نیند میں مجکو جگاتے ہو۔ بھائیو! اُٹھو اور اس نسیم سحری اور شیریں خواب کی پروانہ کرو کہ اسوقت وہ دین جو رسول کریم کو ملا تھا ایک ضعف کی حالت میں ہے اسکی مدد کے لیے کھڑے ہو جاؤ کہ یہی وقت مدد کا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے نور آگیا ہے اسکو قبول کرو کہ اب اسی میں بھلائی ہے ورنہ کوئی دم میں نقشہ بدلتا ہے۔ کل نبیوں نے متفق ہو کر اس زمانہ کی نسبت خبر دی ہے کہ بڑے بڑے عذاب آئینگے سو طاعون اور قحط اور زلزلے آئے اور ابھی دیکھیے کیا ہوگا کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم آنکھیں کھولو اور ہوش میں آؤ۔ جس شخص نے آنا تھا وہ تو آچکا اب انتظار فضول ہے تھوڑوں نے اسکو قبول کیا اور بہتوں نے انکار کیا جیسا کہ پہلے نبیوں کے متعلق سنۃ اللہ چلی آئی ہے اب بھی ویسا ہی ہوا۔ وہ کسر صلیب کرنے والا آپہنچا اور اب خدا چاہے تو شرک کوئی دن میں اپنے ماتھے کے بل زمین پر جا پڑیگا خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ بُرا شرک معلوم ہوتا ہے۔ اور تعجب ہے انسان کی عقل پر جو اپنے خالق کا کسی اور کو شریک ٹھہراتا ہے لیکن یہ ہنسی کی بات نہیں ہے یہ رونے اور خدا تعالیٰ سے دعا کرنے کا مقام ہے کہ خدایا تو ہماری عقلوں پر ایسے پردے مت ڈال جس سے کہ ہم تجکو بھول جائیں۔ شرک کے بعد تکبر اور خود پسندی ہے کہ اول یہی گناہ سرزد ہوا ہے ابلیس نے بھی پہلے پہل تکبر کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز جانکر آدم علیہ السلام کی تابعداری سے انکار کیا اسلیے اُسپر ذلت و خواری ڈالی گئی۔

تکبر عزازیل را خوار کرد ٭ بزندان لعنت گرفتار کرد ٭

اسی لیے قرآن شریف کے پڑھنے سے پہلے حکم ہے

کہ اعوذ پڑھ لیا کرو تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی بات کو پڑھ کر جو قرآن شریف میں آئی ہو اسکا انکار کر بیٹھو یا کسی بات میں تکبر کو راہ دو۔ یہ دو برائیاں ہیں جو آجکل دنیا میں بہت کثرت سے پھیل گئی ہیں اور شرک اور تکبر سے تمام دنیا میں اندھیر چھا گیا ہے۔ مشرکوں نے تو کسی اور کو خدا کا ثانی بنایا ہے اور تکبر والے خود ہی خدائی کا دعوی کرنے لگ گئے ہیں۔ اور گناہ دنیا میں اسقدر پھیل گیا ہے کہ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے یا زمین پھٹ جاے اور لوگ اسمیں سما جائیں

اے میرے **احمدی بھائیو!** اگر ہمنے خدا تعالیٰ کے ایک فرستادہ کو مانا ہے تو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اب ہم بالکل سبکدوش ہو گئے ہیں بلکہ ہمنے اپنے سر پر ایک بار گراں اُٹھا لیا ہے اور ایک کام اپنے ذمہ لیا ہے کہ جس کا کرنا سہل نہیں ہے بلکہ ایک نہایت ہی دشوار کام ہے کہ بجز خدا تعالیٰ کی مدد کے کامیاب ہونا مشکل ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنا کوئی ایسی بات نہیں جو زبان سے کہدینے پر اس سے خلاصی ہو جاے نہیں بلکہ اسکے لیے بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔ ایک بہت ہی بڑی قربانی کی ضرورت ہے اپنی خواہشوں اور ارادوں کی قربانی اسکی ابھی ضرورت ہے آج وہ وقت ہمکو ملا ہے کہ تیرہ سو برس سے لوگ اُس کا انتظار کرتے چلے آئے ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے جو ہمکو اس زمانہ میں پیدا کیا ہے تو بیفائدہ نہیں کیا۔ اُسکا ہمپر یہ بہت بڑا احسان ہے اور ہم اُسکے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے اور اُس مسیح کی شناخت عطا کرنی اور بھی بڑا فضل ہے۔ ایسی زبان کوئی نہیں جو اُسکا شکریہ ادا کر سکے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس بات کا ارادہ کیا ہے اُسکو تو وہ پورا کر کے ہی چھوڑے گا۔ ہمکو جو اُسنے اس زمانہ میں پیدا کیا اور اُسکی شناخت عطا کی تو ہم کیوں نہ مفت کا ثواب حاصل کریں اور جبکہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھنے کا الٹا عذاب ہے تو کیا وجہ ہے کہ کل دنیا سے مخالفت کر کے ایک خدا کے برگزیدہ بندہ کو نہ مانا جاے اور پھر اسکی اطاعت نہ کر کے عذاب سہیڑا جاے کیا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے وہی مثل ہوئی ع نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے

اگر ہمکو دین اسلام کی مدد کرنیکا جوش نہیں تو بخدا ہم نہایت ہی سخت ٹوٹا پانیوالوں میں ہیں۔ وہ دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاے کہ جس میں اسلام کی محبت نہو اور وہ آنکھ جو اسلام کی ترقی دیکھنے کی مشتاق نہیں پھوٹ جاے تو بہتر ہے۔ ٹوٹ جائیں وہ ہاتھ جو اسلام کی مدد سے قاصر ہیں۔ رونیکا مقام ہے اگر ہم اسلام کی ترقی کی کوشش میں کچھ بھی سستی کریں۔ سو اے بھائیو! دعا کرو اور خدا تعالیٰ سے مدد مانگو کہ اے رب ذی الاکرام اب ہم گنہگاروں پر رحم کر اور ہماری پچھلی خطاؤں کو معاف کر اور آیندہ ہمکو نیکی کی توفیق دے اور ایسا کر اے قادر جب ہماری جان نکلے تو ہم مسلمان ہوں۔ ہم ایک دم کے لیے بھی اشاعت دین سے غفلت نہ کریں۔ اے غیور خدا تو دیکھتا ہے کہ اسلام پر شرک نے کیسے کیسے حملے کیے ہیں پس ہماری مدد کر کہ ہم تیرے مسیح کے ساتھ ساتھ شرک کے توڑنے میں لگے رہیں ✚

انسانوں کے دو گروہ ہوتے ہیں ایک مردوں کا گروہ اور دوسرا عورتوں کا گروہ اور پھر یہ دو گروہوں کے آگے حصے ہیں ایک بچوں اور جوانوں کا گروہ دوسرا ادھیڑوں اور بوڑھوں کا گروہ۔ ہم میں سے بڑے تو اپنی خود مدد کر رہے ہیں اور وہ اشاعت دین میں کوشش کر رہے ہیں۔ اور ان میں سے بعض اسی فکر میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں کہ کسی طرح سے دین کی ترقی ہو اور اسلام کا نورانی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ صبح و شام اٹھتے بیٹھتے انکو اسی بات کی فکر ہے۔ انہیں سے بعضوں نے اپنی عمریں اس کام کے لئے وقف کر دی ہیں کہ وہ تمام عمر خدا کے دین کے پھیلانے میں کوشاں رہیں انھوں نے سمجھ لیا ہے کہ دنیا چند روزہ ہے آؤ ہم بھی کچھ کام کر دکھائیں تاکہ مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کے روبرو سرخرو ہو کر پیش ہوں اور ایسا نہ ہو کہ ہم پر کوئی الزام رہ جائے کہ ہم نے دین کے پھیلانے اور لوگوں کے دلوں میں سچائی کا بیج بونے میں کوئی سستی کی لیکن ہم نے کیا کیا اور خدا تعالیٰ کے پیغام کو سنکر کونسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کی۔ خدا تعالیٰ کی آواز کو سنکر پھر بھی غفلت میں ہی پڑے رہنے سے زیادہ اور کونسی بدنصیبی ہوگی۔ اس کا جواب وہ کون ہوگا۔ کیا ہمارے بوجھ قیامت کے دن وہ لوگ اٹھائیں گے جو آج اشاعت دین میں لگے ہوئے ہیں نہیں وہ کبھی نہیں اٹھا سکتے اور اگر انکو اجازت بھی ہوتی کہ کوئی کسی کے گناہ اٹھا سکتا ہے تب بھی وہ لوگ کبھی نہ اٹھاتے وہ دن ایسا ہوگا کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اگر بیٹا اُس دن برضا و رغبت اپنے باپ کے گناہ اپنے سر پر لینا چاہے گا تو اُس کی درخواست کو قبول نہیں کیا جائیگا۔ سو ہمکو چاہیئے کہ آخرت کا نقشہ اپنے سامنے رکھیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی کسیکو نصیحت کرتا ہے اور اُسکی وجہ سے کوئی شخص ہدایت پاتا ہے تو اُسکا آدھا ثواب اس ہدایت کرنیوالے کو ملتا ہے۔ سو ہمکو اپنی اصلاح بھی کرنی چاہیئے اور دوسروں کو ہدایت اور سیدھے راستہ پر لانے کی بھی کوشش کرنی چاہیئے اسلئے ہم نے اس رسالہ کے نکالنے کی کوشش کی ہے کیونکہ انسان ایک دوسرے کو آگاہ کرتا اور ترغیب دیتا ہے تو وہ خود بھی اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ جب میں دوسرے کو اس سے منع کروں تو وہ کہے کہ پہلے اپنی تو خبر لے۔ اور اگر اس نصیحت کرنیوالے شخص میں وہ بدی ہو تو وہ دوسرے کو کہکر پھر اپنے آپکو بھی بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس رسالہ کے ذریعہ ہم اپنی اصلاح بھی کر سکتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں بھی ایک صالح انسان بننے کے لئے منجملہ اور شرائط کے ایک یہ بھی ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ اور پھر اُس شخص کی بھی یہ خواہش ہے کہ جسکے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ اور بیعت کے معنی بیچنے کے ہیں جب ہم اُسکے ہاتھ پر بک گئے تو پھر کونسی بات ہے جو ہمکو اُسکے حکم کے ماننے پر مجبور کرتی ہے

٭ اور دوسروں کو نیک کاموں کی ترغیب دینگے اور بُرے کاموں سے منع کرینگے۔

اب جو کچھ وہ کہے اُس کا پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس خدا تعالیٰ کے فرستادہ نے کئی دفعہ کہا ہے کہ میرے دل میں بار ہا یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ کوئی ایسی کوشش کی جاوے کہ احمدی جماعت کے لڑکے اور نوجوان دین کے معاملہ میں خوب آگاہ ہوں اور تحریر و تقریر میں کسی دشمن سے نہ دبیں ہر ایک پہلو سے یہ علوم دینیہ میں مہارت رکھتے ہوں۔ سو آؤ اے بھائیو! ہم اپنی کمریں کس لیں اور جس طرح سے ہو سکے اپنے آقا کی خواہش کو پوری کر دکھلائیں۔ ہمنے اپنے آقا کی اس خواہش کے پوری کرنے کے لیئے یہ تجویز کی ہے کہ ایک انجمن بنائی جاوے جس کے ماتحت تحریر میں ملکہ حاصل کرنے کے لیئے کم از کم ایک سہ ماہی رسالہ نکالا جاوے جسکو حضرت مسیح موعودؑ نے بھی پسند فرمایا ہے اور خود حضور علیہ السلام نے اس کا نام **رسالہ تشحیذ الاذہان** رکھا ہے اس رسالہ کے ذریعہ لکھنے میں مشق کریں اور اگر ہمارے سامنے کوئی کتنا ہی بڑا مخالف نامہ نگار چاند پر خاک ڈالنے کی ارادہ سے کھڑا ہو تو ہم اُسکو بزور تحریر نیچا دکھا سکیں اور تقریروں کے لیئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ انجمن مذکورہ یعنی انجمن تشحیذ الاذہان کے ماتحت **وقتاً فوقتاً** ایسے جلسے کیئے جائیں جن میں باہر کے طلباء احمدیہ کو بھی مدعو کیا جاوے اور اسطرح تقریر میں مشق کی جاوے۔ یہ تجویز ہے جو ہمنے دین کے کام میں مدد دینے کی کی ہے اب خدا تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ ہمکو ہمارے مقصد میں کامیاب کرے آمین۔ اس رسالہ میں عورتوں کے متعلق بھی کچھ حصہ ہوگا اور اس میں عورتوں کے مضامین درج نہ ہوں گے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود جو گھر میں عورتوں کو وعظ اور نصیحت کرتے ہیں وہ وقتاً فوقتاً درج کیئے جایا کریں گے کیونکہ آج تک ایسا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی چونکہ عورتوں تک بھی اس آواز کا پہنچانا ضروری ہے اسلیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح سے اس کام سے بھی سبکدوشی حاصل کرنے کی کوشش کی جاوے۔

سو اے میرے بھائیو برائے خدا اُٹھو اور اپنی مدد خود کرو تا کہ خدا تعالےٰ بھی تمھاری مدد کرے۔ اپنی جانوں پر رحم کرو تا کہ خدا تعالےٰ بھی تمھاری جانوں پر رحم کرے۔ اور رات دن دعاؤں میں لگے رہو تا کہ ربّ العالمین ہم میں سے کسی کی دعا کو سُن لے اور ہم پر رحم کرے وہ بہت ہی رحیم و کریم ہے۔ میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ خود اپنی مدد کرو تا کہ خدا بھی تمھاری مدد کرے۔ چونکہ میں طول سے ڈرتا ہوں اسلیئے مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں
اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔ رَبَّنَا زِدْنَا عِلْمًا وَّاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ۔ اٰمِیْن

مسئلہ مورتی پوجا کے منطقی مباحثہ کی نسبت ایک منصف مسلمان کی رائے

ناظرین! شاید آپ مندرجہ بالا سُرخی پڑھ کر حیران ہوں گے کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ یہ ایک اسلامی پرچہ ہے اور اس میں مورتی پوجا کا ذکر کیا معنی رکھتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ مورتی پوجا کے متعلق ایک منصف مسلمان کی رائے کیا ہو گی۔ مگر میں آپ کو جلدی ہی اس حیرانی سے نکالنے کے لیئے بتلاتا ہوں کہ اصل بات کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سناتن دھرم پرچارک امرتسر کا ایک پرچہ میری نظر سے گذرا اسکے ستمبر ۱۹۰۵ء کے ۲۴ صفحہ کے سرے پر یہ سُرخی لکھی ہوئی تھی جسے دیکھ کر میں سخت حیران ہوا۔ شاید میں اس معاملہ میں قلم نہ اُٹھاتا کیونکہ یہ کوئی ایسا مضمون نہیں ہے کہ جسپر توجہ کیجاوے لیکن چونکہ راقم مضمون اسبات پر زور دیتا ہے کہ یہ ایک مسلمان کی رائے ہے اور ایڈیٹر صاحب بھی اسپر زور دیتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ "ہم اُمید کرتے ہیں کہ جملہ محقق ہمارے منصف مسلمان کی تحریر کو پڑھ کر فائدہ اُٹھائیں گے" اسلیے مینے ضروری سمجھا کہ اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ ممکن ہے کہ کوئی جاہل مسلمان اُس رسالہ کو پڑھ کر دھوکہ میں آگیا ہے اسکے لیئے یہ مضمون راہ راست پر لانے کا موجب ہو اور اسطرح ثواب حاصل ہو۔ اسلیئے ضروری ہوا کہ اس مضمون کی طرف بھی توجہ کی جاوے۔

جہانتک مینے غور کیا ہے یہ کسی مسلمان کے قلم سے نکلا ہوا مضمون نہیں ہے میری یہ بات کہ یہ مضمون کسی مسلمان کا نہیں ہے دو معنی رکھتی ہے۔ اوّل یہ کہ کسی ایسے شخص کا مضمون نہیں ہے جو مسلمان کہلاتا ہو۔ دوم یہ کہ اگر وہ شخص مسلمان کہلاتا ہے تو فی الحقیقت وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ اوّل تو اُسنے اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ اُسنے انصاف کیا کیا لوگونکو دھوکہ میں ڈالدیا۔ اگر وہ مسلمان ہو کر ایسا کرنا چاہتا تو کرتا اُسے کون روکتا تھا وہ کھلم کھلا بتلا دیتا کہ میں فلاں مسلمان ہوں اور مورتی پوجا کے متعلق انصاف سے رائے دیتا ہوں اُسکو کس بات نے مجبور کیا کہ نام تک ظاہر نہ کیا۔ واہ رے منصفانہ رائے دینے والے تونے انصاف کا خون کر دیا۔ تیرے اس لکھنے سے لوگونکو دھوکا لگا کہ آیا تو مسلمان ہے کہ نہیں اگر نام بتلا دیتا تو انصاف کا خون کرنے والا کیوں کہلاتا۔ کیا یہی انصاف کا کام ہے۔ یہ بُزدلی تو ادنی مسلمان

بھی نہیں کر سکتا بلکہ یہ منافق کا کام ہے۔ دوسرے یہ کہ میں نے اس مضمون کو پڑھ کر ستمبر کے مہینہ میں ہی اڈیٹر صاحب کو لکھا تھا کہ براہ مہربانی اس منصف مسلمان کا نام و پتا بتائیں کہ میں ایسے بزرگ مصنف کی زیارت کرنی چاہتا ہوں۔ اگر میری یادداشت غلطی نہیں کرتی تو میں کہہ سکتا ہوں کہ آدھ آنہ کا ٹکٹ بھی جواب کے لئے بھیجا گیا تھا نہ معلوم اڈیٹر صاحب کو کیا مشکل پیش آئی کہ اسکا جواب بھی ابتک نہیں ملا۔ میں نے تو ٹکٹ اسلئے بھیجا تھا کہ شاید جلد جواب آئے بھلا جواب کیسے آتا۔ اگر راقم مضمون مسلمان ہوتا تو اڈیٹر صاحب اسکا نام بتاتے کیونکہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اڈیٹر صاحب کو اسکے بتانے میں کوئی عذر نہ ہوتا اور نہ ہونا چاہئیے تھا۔ خیر مجھے اسبات سے بحث نہیں کہ یہ مضمون کسی ہندو کا ہے یا کسی مسلمان کا۔ ممکن ہے کہ کسی ایسے مسلمان کا ہو جو پہلے جنم میں ہندو رہ چکا ہو۔ مجھے تو نفس مضمون پر بحث کرنے سے مطلب ہے چونکہ راقم مضمون کہتا ہے کہ ہمارے مسلمان اسکو غور سے پڑھیں اسلئے میں بھی کہتا ہوں کہ اے ناظرین آپ بھی غور سے پڑھیں اور اگر نقص رہ جائے تو چشم پوشی سے کام لیں ۔

اعتراض اول اسلام سوائے خدا کے اور کچھ بھی نہیں مانتا ہے۔ صرف ایک خدا تھا اور ہے۔ اور وہی باقی رہیگا اور سب فانی یعنی دراصل کچھ ہے ہی نہیں۔ اب جو ہمارے مسلمان لوگ ہندوؤں کو بت پرست کہتے ہیں وہ ذرا تعصب چھوڑ کر خیال کریں کہ جب صرف ایک تنہا ہی تھا دوسری کوئی چیز ہی نہ تھی اور نہ کوئی دوسری چیز ہو سکتی ہے تو ہندو لوگ بت پرست کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ بت پرستی یا درخت پرستی تب کہلا سکتی ہے جبکہ خدا کے سوا کوئی اور معبود ہو۔ صرف ایک خدا ہے۔ اسی کا ہی جلوہ ہے خدا کا جلوہ یا خدا کا کام یا خدا کی قدرت خدا سے علیحدہ کبھی نہیں ہو سکتی ہے۔ پس جب اشیاء کا بیج (مادہ) خدا ہے تو کوئی شخص خدا کو چھوڑ کر دوسرے کی پرستش نہیں کر سکتا ہے۔ جبکہ دوسرا کوئی ہے ہی نہیں دنیا خدا ہی کا روپ ہے ۔

الجواب۔ معترض کی اس لمبی عبارت کا یہ مقصد ہے کہ جب خدا تعالیٰ ہی ہے اور سب چیزیں اسی کا روپ ہیں تو پھر بت پرستی کو بت پرستی نہیں کہنا چاہیے بلکہ خدا پرستی کہنا چاہیے۔ اسمیں شک نہیں کہ تمام مخلوق کا خالق یا مبدأ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن یہ بات کہ سب چیزیں خدا ہیں کیونکہ یہ سب خدا کا روپ ہیں بالکل غلط ہے اور یہ اسلام پر افترا کیا جاتا ہے جبکہ کہا جاتا ہے کہ اسلام مانتا ہے کہ سب چیزیں خدا ہی ہیں کیونکہ جب یہ مان لیا جاوے کہ سب چیزیں خدا تعالیٰ ہی ہیں یا بالفاظ دیگر

خدا تعالیٰ ہی کا روپ ہیں تو کسی کی عبادت کرنا عبث ہے۔ کیونکہ انسان ان معنوں سے خود بھی تو خدا ہے تو پھر خدا کو کیا ضرورت پڑی کہ اپنے سے ادنیٰ خدا یعنی مٹی کی مورتوں وغیرہ کی پوجا کرے جسکو وہ اپنے ہاتھ سے بناتا ہے اور وہ چیزیں نہ نفع پہنچا سکتی ہیں نہ ضرر بلکہ بلانے پر جواب بھی نہیں دیتیں اس لیے عبادت بالکل باطل ہو جاتی ہے جو کسی چیز کی عبادت کرتے ہیں وہ اپنے عمل سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اس بات کے تسلیم کرنے کے لیے طیار نہیں ہیں کہ وہ سب خدا کا روپ بلکہ ایک حد تک خود خدا ہیں تو پھر لازم آئیگا کہ خدا تعالےٰ کی مثالیں ہوں۔ مثلاً کہا جائے گا کہ خدا انسان کی شکل میں بھی ہوتا ہے درخت کی شکل میں بھی ہوتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔ وَلَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی یعنی اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ اس کی اعلیٰ مثل ہے یعنی وہ سب سے اعلیٰ مثال ہے اس جیسی کوئی مثال تمہارے خیال میں نہیں آسکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز خدا تعالےٰ کی برابر کسی صورت میں نہیں ہو سکتی۔

ہاں یہ بات کہ مبداء تو ایک ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تمام چیزوں کو اسکا روپ یا اسکی صفات میں مشترک نہ سمجھا جائے باقی ہے۔ اسکا جواب میں چند مثالوں سے سمجھانا چاہتا ہوں۔ اول یہ کہ کوئی رئیس ہو یا کوئی ادنیٰ درجہ کا آدمی ہو خواہ ہندو ہو خواہ مسلمان ہو۔ خواہ معترض صاحب ہوں الغرض اسکو کہدیا جائے کہ آپ خاکروب کے بیٹے ہیں (درانحالیکہ وہ نہیں) تو کیا یہ کہنا اس شخص کو برا معلوم نہ دیگا جسکو کہا جاتا ہے حالانکہ وہ خاکروب بہت حالتوں میں اسکے باپ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے کیونکہ وہ بھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے تو وہ بھی اگر اس کے دو ہاتھ ہیں تو اس کے بھی۔ اگر اسکی دو آنکھیں جنسے کہ وہ دیکھتا ہے ماتھے کے نیچے ہیں تو اس خاکروب کی پاؤں ہیں نہیں کھانا پینا وغیرہ دونو کیلیے لازم ہے تو پھر اسکو کیوں برا لگتا ہے صرف نطفہ کا فرق ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ باوجود اسکے کہ وہ ایک مبداء یعنی ایک انسان کی اولاد سے ہیں بلکہ بہت سی صفات میں مشابہت رکھتے ہیں پھر بھی ایک ذرہ سے فرق کی وجہ سے برابر نہیں ہو سکتے اگر کوئی برابر کہے تو ظلم کہلاتا ہے تو پھر کیا حرج ہے کہ خدا تعالےٰ تمام مخلوق کا مبداء بھی ہو لیکن پھر بھی مخلوق قابل عبادت نہ ہو جیسا کہ وہ خاکروب اس آدمی کا جو خاکروب کے نطفہ سے نہیں باپ نہیں کہلا سکتا۔ حالانکہ اسکے باپ کا اور اس خاکروب کا مبداء ایک ہی ہے۔ اس سے صاف مثال یہ ہے کہ ایک گائے ہے وہ دودھ دیتی ہے پیشاب کرتی ہے گوبر کرتی ہے تو پھر کیا دودھ

پیشاب گوبر اور گاے بھی ایک دوسری کے برابر ہیں۔ دیکھو گاے مبداء ہے دودھ پیشاب گوبر اس سے نکلے ہیں۔ ہندو لوگ گاے کی پرستش کرتے ہیں مگر یہ کبھی نہیں سُنا کہ کسی نے پیشاب یا گوبر کی پرستش کی ہو یا یہ کہ تمام دنیا دودھ پیتی ہے تو پھر کیا وجہ کہ وہ لوگ پیشاب کو نہیں پیتے اور گوبر نہیں کھاتے جو کہتے ہیں کہ مبداء اور جو چیز اس سے نکلی ایک ہی ہوتی ہیں۔ افسوس لوگوں کی عقل کو کیا ہوا۔ اپنے روزانہ کاروبار میں دیکھتے ہیں کہ مبداء میں اور اُس چیز میں بڑا فرق ہوتا ہے جو اس سے نکلی ہو کیونکہ کبھی نہ سنا ہوگا کہ کسی نے گوبر کھایا ہو یا گوبر کی پرستش کی ہو تو پھر کیا وجہ کہ خدا تعالےٰ اور اُسکی مخلوق کو ایک ہی رنگ میں تسلیم کیا جاوے کہ پتھر کی عبادت خدا کی عبادت ہے جبکہ گوبر کی عبادت گاے کی عبادت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ تو پھر مخلوق کی عبادت خدا تعالےٰ کی عبادت کے برابر کسطرح ہو سکتی ہے۔ اس سے بھی صاف مثال یہ ہے کہ ایک شخص ہے (مثلاً اُسکا نام زید ہے) اور ایک اس کا لڑکا ہے مثلاً بکر تو کیا بکر کو چاہیے کہ زید کے پاخانہ کو خوب خوش کرنے کی کوشش کرے کیونکہ وہ بھی تو بکر کے باپ زید سے ہی نکلا ہے تو بکر کو چاہیے کہ خوب سنبھال کر زید کے پاخانہ کی حفاظت کرے کیونکہ وہ بھی تو بکر کا ایک جزو ہے۔ نیز یہ کہ بکر زید کے بیج سے پیدا ہوا ہے اسلیے زید کی بیوی سے (جو بکر کی ما) بکر کو صحبت کر لینی چاہیے کیونکہ بکر کا مبداء زید ہے اور مبداء جو کچھ اس سے نکلے بقول معترض یکساں ہوتے ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مبداء سے نکلی ہوئی دو چیزوں میں بڑا فرق ہوتا ہے تو مبداء اور نکلی ہوئی چیزوں کا کہاں تک فرق ہونا چاہیے۔ ان مثالوں سے خوب معلوم ہو گیا کہ مبداء اور مخلوق ایک چیز نہیں ہے۔ بہرحال بُت پرستی ہر طرح سے ناجائز ٹھہری اگر یہ بات تسلیم کی جاوے کہ مبداء اور مخلوق ایک ہی ہیں تو پھر کسی چیز کی عبادت کی ضرورت نہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف خدا تعالیٰ کی ہی عبادت کرنی چاہیے جو عبادت کے لائق ہے پھر خدا تعالیٰ اپنی پاک کتاب میں فرماتا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ وَقَالَ تَعَالٰى اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا یعنی شرک کرنا بڑا ظلم ہے اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا اسکے سوا جسکو چاہتا ہے بخشدیتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ بڑی دور کی گمراہی میں ہے۔ اے نام کے مسلمان سچ بتا کہ اگر اسی بُت پرستی کا نام شرک نہیں تو اور کیا چیز شرک ہے پھر فرماتا ہے فَاعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ اللہ ہی کی عبادت کرو۔ تو جب تو بُت پرستی کا

نام خدا پرستی رکھتا ہے تو پھر اس آیت کے کیا معنے ہیں وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَ لَا یَنْفَعُھُمْ ذرا بتا تو سہی وہ کونسی چیز ہوتی ہے کہ جسکی خدا تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے جبکہ بُت پرستی کو اس سے علٰحدہ کر لیا جاوے - قرآن شریف میں بہت سی آیات ہیں جو بتاتی ہیں کہ یہی بُت پرستی ہے اسکے سوا کوئی نہیں اور یہی اول درجہ کا شرک ہے اور یہ بڑا ظلم ہے - لیکن میں اپنے مضمون کو طول دینا پسند نہیں کرتا اسلیے اسبات کو یہانتک ہی چھوڑتا ہوں +

معترض خدا فرماتا ہے میں نے انسان اپنی شکل پر پیدا کیا +

الجواب سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ یعنی خدا تعالےٰ پاک ہے اس چیز سے جو وہ صفتیں کرتے ہیں یعنی یہ جو شکلیں وغیرہ قائم کرتے ہیں خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے کیونکہ اگر شکل تسلیم کیجاوے تو پھر اُسکے لیے کوئی معین جگہ بھی تسلیم کرنی پڑے گی حالانکہ وہ تو ہر جگہ حاظر و ناظر ہے - جب اُسکی کوئی شکل ہی نہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اُسکی کوئی مثال ہی نہیں تو پھر اُس نے اپنی کس شکل پر انسان کو پیدا کیا وہ کہاں سے شکل آئی +

اسلام اس بات کے ماننے کے لیے ہر گز ہر گز طیار نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ یہ افترا ہو گا کہ خدا تعالےٰ کی کوئی شکل معین کی جاوے - ہاں ایک حدیث ضرور ہے جسکا ترجمہ لوگوں نے غلطی اور بد اندیشی سے کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اس حدیث کے یہ معنی ہر گز ہر گز نہیں کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا کیونکہ ایسے معنے کرنے سے خدا تعالیٰ کی شکل تسلیم کرنی پڑتی ہے اور یہ بڑا کفر ہے - چونکہ یہ ضروری ہے کہ حدیث شریف کے وہ معنٰی کیے جائیں جو قرآن شریف کے مخالف نہ ہوں اسلیے اس حدیث کے معنی ایسے نہیں کرنے چاہییں جس سے کفر لازم آئے بلکہ وہ معنی کرنے چاہییں جو مخالف قرآن کریم نہ ہوں - ایسے معنے جو قرآن کریم کے مخالف نہ ہوں اس حدیث کے بہت سے ہو سکتے ہیں جنمیں سے ایک دو معنے بیان مثال کے طور پر بیان کرتا ہوں - اوّلاً یہ کہ صُوْرَتِہٖ میں ہ کی ضمیر کو آدم کی طرف راجع کرو تو اسکا ترجمہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو آدم کی اپنی شکل پر پیدا کیا یعنی جیسی آدم کی شکل چاہیے تھی ویسی بنائی - اس صورت میں معنی صاف ہو جاتے ہیں - ثانیاً یہ کہ اگر ہ کی ضمیر خدا تعالیٰ کی طرف پھیری جاوے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی تصویر (نقشہ) کے مطابق بنایا یعنی جیسی صورت اللہ تعالیٰ نے آدم

کے لیے تجویز کی تھی اُسکے مطابق بنایا جیسا کہ ہم کہدیا کرتے ہیں کہ فلاں مکان میرے نقشہ کے مطابق ہے بعض کے نزدیک عَلٰی صُوْرَتِہٖ کے معنی عَلٰی سِیْرَتِہٖ کے ہیں یعنی خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے اوصاف پر پیدا کیا ہے جس کی تفصیل کتب کلامیہ اسلامیہ میں ہے +

اس حدیث کے علاوہ کوئی مقام نہیں جو اسیات کی طرف اشارہ بھی کرے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا صرف ایک حدیث ہے جسکا ترجمہ غلطی سے کیا گیا ہے میں بتلا چکا ہوں کہ اسکا ترجمہ بہت عمدہ اور صاف قرآن کریم کے مطابق ہو سکتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ وہی ترجمہ بحال رکھا جاوے جو قرآن کریم کے برخلاف ہو

معترض اگر ہم اسلام کی گہری اور باریک تہ تک بھی پہنچ جائیں اور اخیر درجہ پر بھی چلے جائیں تو ہمیں خدا کے سوا دوسرا اور کوئی معلوم نہیں ہوتا یہ سب کرشمے سب کام سب طاقتیں اور تمام شکلیں خدا ہی کی ثابت ہوتی ہیں ایسی حالت میں ہندو و نکو بُت پرست کہنا اسلام کے خلاف ایک عملی کارروائی ہے

الجواب اس عبارت کا مطلب اُس عبارت کے مطلب کے جو پہلے سوال میں درج ہے بالکل مطابق ہے - اس لیے میں اس لمبے جواب کو دُہرانے کی ضرورت نہیں سمجھتا - ہاں اسجگہ معترض نے یہ بات زیادہ کر دی ہے کہ ایسی حالت میں ہندوونکو بُت پرست کہنا اور بتلانا اسلام کے خلاف ایک عملی کارروائی کرنا ہے - اے نام کے مسلمان سچ بتا کہ آیا یہ آیت قرآن کریم میں ہے کہ نہیں وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ اگر ہے تو پھر يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے کیا معنے اگر اسکے معنی بُت پرستی کرتے ہو تو پھر یہ تو بتائیے کہ ہمنے اسلام کے برخلاف کونسی عملی کارروائی کی کیا ایک آیت کے مطابق عمل کرنا اسلام کے خلاف عمل کرنا ہوتا ہے - شرم ! شرم !! شرم !!!

معترض میں بھی زور سے کہونگا کہ مسلمان بھی عمارت پرست ہیں کہ خدا کو سب جگہ مانتے ہوئے پھر ایک جگہ پر ایک خاص مقام کی طرف سجدہ کرتے ہیں +

الجواب اسکا جواب اہل اسلام کی طرف سے بار بار دیا گیا ہے مگر مخالفین اسلام بھی اس اعتراض کو دُہراتے ہوئے نہیں تھکتے - ہر روز نئے پیرایہ میں یہ سوال کیا جاتا ہے اور یہ اسلیے کیا جاتا ہے کہ مخالفین اسلام جانتے ہیں کہ اسلام کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جسپر اہل اسلام کو بُت پرست کہا جا سکے - صرف یہی مسئلہ ہے - گو جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں اسکا جواب بہت دفعہ دیا جا چکا ہے اور اب ضرورت نہیں

کہ اس کے متعلق کچھ لکھا جاوے مگر چونکہ یہ سوال ایک مصنف مسلمان کے قلم سے نکلا ہوا ہے اسلیے کچھ مختصر طور پر اس کا جواب بھی عرض کرتا ہوں ٭

تمام مذاہب اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ خالق حقیقی کی عبادت کرنی چاہیے اس میدان میں بھی سب سے آگے اسلام نے ہی قدم رکھا ہے کیونکہ اسلام کا خدا فرماتا ہے مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ یعنی انسان کی پیدایش کی غرض یہ ہے کہ اپنے حقیقی خالق کی عبادت کی جاوے۔ الغرض اس مسئلہ میں کسی مذہب کو اختلاف نہیں کہ خدا تعالے کی عبادت ضروری ہے فرق ہے تو صرف اسبات میں ہے کہ وہ عبادت کس رنگ میں کی جاوے۔ ہاں یہ بات کہ کس رنگ میں عبادت کی جاوے واقعی قابل غور ہے کیا یہ ہونا چاہیے کہ جو شخص جسطرح چاہے عبادت کرے نہیں ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اگر انسان کو اجازت دیجاوے کہ جسطرح جسے چاہے عبادت کرے تو ممکن ہے کہ کوئی زناکاری کو عبادت سمجھے جیسا کہ ہندوؤں کا ایک فرقہ کرتا ہے یا کوئی شرابخوری کو عبادت میں داخل کرے جیسا کہ عیسائی عشاء ربانی کے وقت کرتے ہیں اسلیے ضروری ہوا کہ جس کی عبادت کرنی چاہیے وہ خود ہی بتاوے کہ میری عبادت اسطرح کیونکہ جب انسان اپنے دوسرے بھائی کے دل کے حالات کو معلوم نہیں کر سکتا تو اس وراء الوراء ہستی یعنی خدا تعالی کے منشاء کو کسطرح معلوم کر سکتا ہے اسواسطے ہم خدا تعالے کو بھی کسی طرح خوش نہیں کر سکتے جبتک کہ وہ خود نہ بتاوے کہ میری اسطرح عبادت کرو۔ اس عبادت میں ایک عبادت کا نام نماز ہے جو خانہ کعبہ کی طرف مُنہ کرکے پڑھی جاتی ہے اس کا نام معترض عمارت پرستی رکھتا ہے۔ افسوس مخالفین اسلام کو کیا ہوا کاش کہ یہ لوگ سوچتے اور کچھ غور کرتے کہ اہل اسلام کیوں بیت اللہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھتے ہیں۔ ایک تو یہ اعتراض ہے۔ دوسرا یہ بھی کہ جب زمین پر سجدہ کرتے ہیں تو ایک ظاہر پرست خیال کر سکتا ہے کہ فرش کو سجدہ کرتے ہیں دوسرے اعتراض کا جواب ذرا مختصر ہے اسلیے میں پہلے عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ خدا تعالے نے اپنی خوشنودی کا ایک طریقہ فرمایا ہے تو ہمیں اسکی خوشنودی کے لیے وہی کرنا چاہیے جو کچھ کہ وہ فرماوے ہو سکتا تھا کہ خدا تعالی فرما دیتا کہ سجدہ کے وقت اپنی پیشانیوں کو درختوں سے لگاؤ یا آسمان کی طرف کرو۔ بہر حال مخالفین اسلام کو اعتراض کی گنجایش ہوتی اسلیے خدا تعالی نے فرمایا کہ ہم تم کو وہ راہ بتلاتے ہیں جسپر کوئی اعتراض نہ ہو سکے کیونکہ یہ طریق تمھاری فطرت کے مطابق ہے۔ غور کرو کہ جب ایک معزز آدمی کسی جگہ کھڑا یا بیٹھا ہو تو دیکھو ایک رذیل آدمی اُسکی عزت کے لیے اپنے سر کو کہاں تک جھکاتا ہے

اس کا جواب معترض صاحب کو یہی دینا پڑے گا کہ وہ زمین پر رکھے گا اور اسطرح وہ عاجزی ظاہر کریگا
کیا معترض صاحب اسوقت یہ کہنے کے لیے طیار ہوں گے کہ وہ اس معزز کے لیے نہیں جھکتا بلکہ زمین کیطرف
جھکتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ جب ہم اسبات کے اظہار کے لیے کہ اے ہمارے مالک ہمنے تیری رضا میں
یہ سر دیدیا ہے اس سر کو زمین پر رکھیں تو کیا یہ زمین کو سجدہ کرنا ہوا اور اُس رذیل کے سجدہ کرنیکو جاہل
سے جاہل انسان بھی زمین کو سجدہ کرنا نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ یہ شخص اس معزز آدمی کی عزت کیلیے کرتا ہے۔

اب رہا یہ اعتراض کہ مکہ کی طرف کیوں منہ کیا جاتا ہے جیسا کہ میں ظاہر کر آیا ہوں ضروری تھا کہ خدا
تعالےٰ خود فرماتا کہ تم نماز کے وقت فلاں طرف منہ کیا کرو۔ اگر خدا تعالےٰ کوئی سمت مقرر نہ کرتا
تو ہر روز مسلمانوں کے درمیان فساد ہوتا۔ کوئی کہتا ہم اس طرف منہ کرینگے کوئی کہتا نہیں ہم تو
اس طرف منہ کرینگے اور ایسا فساد ہوتا کہ خون بہ جاتے اسلیے خدا تعالیٰ نے بڑا فضل کیا کہ خود
سمت مقرر کردی اور ہمیشہ کے لیے اختلاف کو مٹا کر ایسا اتفاق پیدا کیا ہے جو تمام دنیا کے لیے
نمونہ ہے کہ اہل اسلام کے درمیان کیسی ہی دشمنی کیوں نہ ہو لیکن نماز کے وقت سب اکٹھے یک جا ایک طرف منہ
کرکے نماز پڑھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ چاہتا تو کہدیتا کہ مشرق کی طرف منہ کیا کرو یا مغرب کی طرف لیکن کیا
مخالفین اسلام پھر یہ اعتراض نہ کرتے کہ یہ سمت کیوں مقرر کی ہے اسلیے فرمایا کہ مکہ کی طرف منہ کرو تاکہ
تم پر کوئی اعتراض نہ ہو سکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ
مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَ قَالَ تَعَالٰی جَعَلَ
اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمنے مکہ کو برکت
والا گھر بنایا ہے اسمیں ایک عالم کے لیے ہدایت ہے اور اسمیں آیات بینات ہیں اور یہ کہ
اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو عزت کا گھر بنایا ہے جو لوگوں کے لیے آرام گاہ ہے اسکے چند ثبوت
میں بیان کرتا ہوں (۱) تاریخ گواہی نہیں دیتی کہ جو ایک قوم ایک ملک ایک نسل کے
نزدیک عزت کا مقام ہو وہ دوسری قوم دوسرے ملک دوسری نسل کے نزدیک عزت کا
مقام ہو مثلاً گنگا صرف ہندوؤں کے لیے معزز مقام ہے دوسرے کسی ملک کے لیے نہیں
اور نہ کسی دوسری قوم کے لیے اور نہ پہلی نسلوں کے نزدیک تاریخ بتلاتی ہے کہ آریا ہندوؤں نے
زمانہ شجاعت میں وادیٔ گنگا میں کیا کچھ کشت و خون نہیں کیا۔ کیا انھوں نے کوئی کسر چھوڑی ہے

یا یہ کہ بیت المقدس تمام دنیا کے عیسائیوں کے نزدیک عزت کی جگہ ہے دیکھتے ہو کہ آج عیسائیوں کی کہاں تک طاقت ہے لیکن پھر بھی یہ نہیں ہو سکا کہ مسلمانوں سے لے لیں ۔ پارسیوں کے آتشکدہ آج کہاں ہیں ۔ الغرض جو مقام ایک قوم کے نزدیک ایک سلطنت کے نزدیک عزت کا گھر ہوتا ہے دوسری سلطنت کے وقت میں وہ قابل عزت نہیں رہتا وہ احکم الحاکمین قادر فرماتا ہے کہ ہم بھی ایک جگہ کو عزت والا گھر بناتے ہیں کوئی اسبات کو غلط تو کرکے دکھلائے بوناپارٹ کہاں کہاں تک گیا مگر مکہ کی طرف رُخ نہیں کر سکا ۔ سکندر اعظم یونان سے ہند تک پہونچا مگر مکہ میں داخل ہونا نصیب نہ ہوا ۔ انگریز کہاں کہاں دنیا کے کناروں پر پہنچے مگر یہ نصیب میں نہیں کہ کہیں مکہ مدینہ میں داخل ہو سکیں ۔ یہ کیوں ہوا ۔ یہ اسلیے ہوا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو عزت کا گھر بنا دیا تو پھر کسطرح ممکن ہے کہ اسپر دنیاوی بادشاہ قابض ہو جائیں ۔ دیکھو اہل اسلام کا مرجع یعنی مکہ مسلمانوں کے پاس ہے عیسائیوں کا مرجع بیت المقدس مسلمانوں کے پاس ہے ۔ پھر ہندوؤں کے تیرتھ عیسائیوں کے پاس ہیں گویا تمام دنیا سے اعلیٰ اسلام ہی ہے ۔ ہمیشہ حق کی فتح ہوتی ہے اگر تم دنیاوی طور پر اسلام کا دیگر مذاہب سے مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو دیکھ لو ۔ باوجودیکہ کہا جاتا ہے کہ آج اسلام گری ہوئی حالت میں ہے پھر بھی دیکھ لو کوئی مذہب و ملت نہیں جو اسلام کے ماتحت نہیں کیونکہ جب انکا مرکز ماتحت ہوا تو وہ خود بھی ماتحت ہوے ۔ یہ بڑی بھاری نشانی ہے غور کرکے دیکھو سلطنتیں ۔ قومیں ۔ نسلیں بدل گئیں مگر مکہ ویسا ہی عزت کا گھر رہا ۔ یہی بات تو ہے جو خدا تعالیٰ کی قدرت نمایاں ظاہر کرتی ہے کاش کہ دنیا غور کرے کہ یہ نشان ہر وقت زندہ اور قادر مطلق خدا تعالیٰ کو دکھلا رہا ہے +

(۲) ہاجرہ علیہ السلام وادی غیر ذی ذرع (مکہ) میں اکیلی چھوڑی گئی تھیں ۔ جب اُنھوں نے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو خدا تعالیٰ نے اُسی وادی غیر ذی ذرع کو تمام جہان کا مرکز بنا دیا ۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ ہر وقت ہمارے سامنے زندہ نشان رہے اگر دنیا ہمکو علیحدہ کر دے تو ہم گھبرائیں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں خدا تعالیٰ ہماری خود مدد کریگا اور آخر کار حضرت ہاجرہ کی طرح ہمیں بھی اپنی گود میں لیگا ۔

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالا گیا ۔ مگر دیکھو عاقبت کس کے لیے ہوئی ۔ مکہ والوں کیلیے یا رسول کریم کے لیے ۔ وہ کون تھا جو دس ہزار صحابہ کے ساتھ اسی مکہ میں داخل ہوا جہاں سے نکالا گیا تھا

وہ کون تھا جس نے کہا کہ اے مکہ والو تمھارے ساتھ کیا کیا جاوے اور کس نے کہا کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْم یہ نشان ایک عقلمند کی توجہ کو اسبات کی طرف کسطرح کھینچتا ہے کہ سچے کی کتنی ہی مخالفت کیوں نہ کیجاوے آخرکار سچا آدمی فاتح و مظفر رہوتا ہے - پھر یہ نشان نبی کریم کی صداقت کو کسطرح ظاہر کرتا ہے -

(۴) خداتعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ یعنی توحید کا پہلا گھر جو دنیا میں بنایا گیا ہے وہ بیت اللہ شریف ہے اسکا ثبوت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی توحید کا گھر نہیں ہے اگر کوئی دعوٰی کرتا ہے کہ کوئی ہے تو بتلائے کہاں ہے اسکا نام کیا ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ بیت المقدس توحید کا گھر ہے - مگر یاد رہے کہ بیت اللہ شریف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا اور بیت المقدس حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بنا - اور یہ مسلمہ بات ہے کہ حضرت ابراہیم حضرت سلیمان سے پہلے تھے - چونکہ بیت اللہ ہی سب سے پہلا توحید کا گھر ہے اسلیے خدا نے مکہ شریف کو قبلہ مقرر فرمایا تاکہ دنیا کو معلوم رہے کہ پہلے مکہ ہی سے توحید پھیلی ہے -

الحال میں مندرجہ بالا چار نشانوں کی طرف اشارہ کرکے اسبات کے ثبوت کو ختم کرتا ہوں کہ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ عقلمند کے لیے کافی ہے - جو کچھ کہ میں نے مختصراً بیان کیا ہے اگر سوچنے والا کوئی ہے

الغرض خداتعالیٰ نے مکہ معظمہ کو اسلیے کعبہ مقرر کیا ہے کہ دنیا غافل نہ ہو جاوے اسکے سامنے ہر وقت خداتعالیٰ کی قدرت والے ہاتھ کا نشان موجود ہے والّا اسلیے نہیں کہ مکّہ کی پرستش کی جاوے فتدبّر

معترض ہمیں شک کرنا کفر ہے کہ خدا سب جگہ موجود ہے اور اُسکی کوئی شکل نہیں *

الجواب کاش پہلے بھی کہا ہوتا ناظرین کو دوسرے سوال اور اُس کے جواب کے پڑھنے کی تکلیف نہ ہوتی اب کسطرح کہتے ہو کہ کوئی شکل نہیں - پہلے تو فرماتے تھے کہ اُس نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا اور یہ فرماتے ہیں کہ تمام چیزیں خدا ہی کی شکل ہیں - سچ ہے دروغگورا حافظہ نباشد *

معترض جب پوجا یا عبادت کا سوال اُٹھتا ہے تو ضرور ایک خاص مقام یا تصویر کا مبارک نشان سامنے رکھا جاتا ہے

الجواب: یہ بالکل غلط سوال ہے کہ عبادت کیوقت تصویر کا آنا دلمیں ضروری ہے یہ ایک مشرک کی فطرت ہے مومن کی فطرت کا یہ تقاضا نہیں جیساکہ ہم دنرات دیکھتے ہیں جب ہم خود ایک چیز کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اسکا انکار کسطرح کردیں ہمتو ہر وقت دیکھتے ہیں کہ عبادت کیوقت کبھی بھی تصویر کو سامنے رکھنے کی ضرورت نہیں مشرکونکو یہ سوال کرنے کی خوب پریکٹس ہوگئی ہے کہ دل کے تسلیم کرنے کے لیے ایک شکل کی ضرورت ہے - بھلا میں دریافت کرتا ہوں کہ ہوا کی کیا صورت ہے پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ ایتھر کی کیا شکل ہے - جب تم اسبات کو تسلیم کرتے ہو کہ یہ دونوں چیزیں دنیا میں موجود ہیں یہی نہیں بلکہ کہتے ہو کہ اگر ہوا ایک منٹ بھی نہ ملے تو انسان کا خاتمہ

ہوجاوے پھر بھی اُس کی شکل نہیں دکھا سکتے تو کس طرح ممکن ہے کہ اُس وراء الوراء ہستی کو کسی شکل میں دیکھلو۔ اسوقت مجھے ایک کہانی یاد آئی ہے۔ ایک فقیر سے کسی کی بحث ہوگئی کہ خدا تعالیٰ ہے کہ نہیں بحث کنندہ نے فقیر کو کہا اگر خدا تعالیٰ موجود ہے تو مجھے دکھلا فقیر نے ایک ڈھیلا اُٹھا کر اسکے سر پر مارا بحث کنندہ قاضی کے پاس گیا قاضی نے فقیر کو بُلا کر کہا کہ تُنے اسکے سوال کا جواب تو نہیں دیا اُلٹا اس کے سر پر ڈھیلا مارا۔ فقیر نے کہا کہ حضور اسکے سوال کا یہی جواب تھا قاضی نے کہا کسطرح فقیر نے کہا یہ مجھے درد دکھاوے کہاں ہے میں اسکو دکھلا دوں گا کہ خدا کہاں ہے۔ یہ بالکل سچ ہے جب ہم روزمرہ اور ہر لمحہ ایسی چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں جن کی شکل ہمنے کبھی نہیں دیکھی اور نہ دیکھ سکتے ہیں تو پھر کیا حرج ہے اگر خدا تعالیٰ کو بھی بغیر شکل کے مان لیا جاوے ٭

معترض۔ میری اپنی رائے تو یہ ہے کہ مورتی پوجا کے بغیر کوئی بھی خدا کو پا نہیں سکتا ٭

الجواب یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہ بُت پرستی کے سوا کوئی خدا کو پا نہیں سکتا اور یہ ہرگز ہرگز کسی مسلمان کا کلمہ نہیں ہے سوائے ایک خاص فرقہ کے تمام دنیا بڑے زور شور سے چلا کر کہتی ہے کہ مورتی پوجا کرنیوالا ایک خدا کو پا ہی نہیں سکتا بلکہ خدا تعالیٰ کو وہ پاتا ہے جو بت پرستی سے سخت بیزار ہو جبکہ اکثر دنیا یا یوں کہو کہ قریباً تمام دنیا یہ گواہی دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والا ایک خدا کو پا ہی نہیں سکتا۔ (جیسا کہ سوائے سناتن دھرم والوں کے ہر ایک فرقہ اور ہر ایک مذہب کی کتابوں سے معلوم ہو سکتا ہے اور جسکا یہاں ذکر کرنا باعث طوالت ہوگا) تو پھر کیا وجہ ہے کہ صرف ایک خاص فرقہ کی رائے کو ایک خاص وقعت دیجاوے جبکہ وہ فرقہ کوئی عملی نمونہ بھی پیش نہیں کر سکتا حالانکہ دوسرا فریق جو کثرت سے ہے بہت نمونے پیش کرتا ہے۔ اے نام کے مسلمان ذرا سچ بتا کہ تو اپنے آپکو کسطرح مسلمان کہہ سکتا ہے جبکہ اسلام کے سب سے پہلے اور سب سے ضروری اصول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے تسلیم کرنے سے ڈرتا ہے بلکہ دعویٰ کرتا ہے کہ ایسا کرنیوالا خدا کو پا ہی نہیں سکتا۔ اور بتا تو سہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بُت کی پوجا کی تھی جسکو تو بھی خدا تعالیٰ کا سب سے پیارا نبی مانتا ہے اور تو انکی اُمت میں ہونیکا فخر کرتا ہے۔ یاد رکھ کہ آجکل بھی خدا تعالیٰ نے تیرے جیسوں کے لئے اپنا ایک پیارا بھیجدیا ہے جسکا نام مبارک حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود ہے۔ دیکھو وہ بت پرستی سے کتنا بیزار ہے۔ پھر دیکھو کہ کسطرح تمام دنیا کو للکار کر کہتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں۔ میں نے خدا تعالیٰ کو پالیا ہے اور خوب پالیا ہے اگر تم خدا تعالیٰ کو

پانا چاہتے ہو تو آؤ میں تمھیں راہ دکھاؤں ۔لیکن اس کوچہ میں داخل ہونے کی شرط یہ ہے کہ بُت پرستی مت کرو ۔ اگر تجھے یقین نہیں تو ذرا آنکھیں کھول اور دیکھ کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور زمین و آسمان اُس کی تصدیق کے لیئے کیا کیا نشان دکھا رہے ہیں۔

اب میں اپنی تحریر کو بند کرتا ہوں ۔ صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر پھر ضرورت پڑی تو اس پر مفصل بحث کی جاوے گی اور میں دعا کرتا ہوں کہ اے بار الٰہ ہمکو وساوس شیطانی سے بچا ✦

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ

عبد الرحیم از دار الامان قادیان

۱۰ فروری ۱۹۰۶ء

اخوّتِ اسلامی

اللہ تعالیٰ کے لیئے حمد ہو جو تمام کائنات کا پیدا کرنے والا اور اُسکا پالنے والا ہے ۔ وہ ذات کیا ہی عالی شان اور بابرکات ہے جو اس تمام عالم کو جسکو ہم دیکھ سکتے ہیں اور جس کو ہم نہیں دیکھ سکتے پرورش کر رہی ہے ۔ اور تمام موجودات جس میں ہم خود بھی داخل ہیں اپنی بقا کے لیئے اُس مبداء الفیوض کی ایسی ہی محتاج ہے جیسی اپنی پیدائش کے وقت تھی اور اُسکی ربوبیت کے فیوض اب بھی اگر ایک لمحہ کے لیئے ہم سے علٰحدہ ہو جائیں تو ہم تمام نیست و نابود ہو جائیں اور وہی حالت ہو جائے جو کبھی اس مخلوق کے ہونے سے پہلے تھی ۔ جب ہم اللہ کی مخلوق پر نظر دوڑاتے ہیں اور اسکے خالق و ربّ کی طاقت و علم کا تصور باندھتے ہیں اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ اُس محسن حقیقی نے ہر ایک چیز کو اُسکی پیدائش کے بعد کسطرح اُسکے مناسب حال اور مفید مطلب اعضاء اور قویٰ اور اندرونی اور بیرونی اسباب سے مہیا کر دیا ہے جس سے وہ اپنی ہستی کو قائم رکھ سکے اور پھر کسطرح ہر ایک چیز کو ان اسباب سے فائدہ اُٹھانے اور ان سے بچنے کی ہدایت کر دی ہے تو ہماری روح بے اختیار سجدہ کر اُٹھتی ہے اور اُس قادر مطلق اور محسن حقیقی کے

سامنے رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا اور پھر اُس کے مناسب حال اعضاء اور قویٰ دیکر اُن کے استعمال کرنے کی ہدایت بھی کردی) پڑھتی ہوئی گر جاتی ہے۔ اور ایک ایسی لذّت حاصل ہوتی ہے جس کے سامنے تمام لذات ہیچ ہو جاتی اور پھیکی پڑ جاتی ہیں۔ پھر اُس کے یہ انعامات جسمانیت تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ جسطرح اُس نے جسم کی پرورش کے لیے اپنی رحمانیت سے لاانتہا اسبابوں کا ایک سلسلہ پیدا کر دیا ہے اسی طرح روح کی پرورش کے لیے بھی روحانی اسباب پیدا کیے ہیں اور یہ دونو سلسلے ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں اور دونو ایک دوسرے کے مطابق ایک ہی طرز پر چلتے ہیں۔ جسطرح اللہ تعالیٰ نے ظاہری ہدایت کے لیے سورج چاند وغیرہ ستارے بنائے ہیں اور جانداروں کی پرورش کے واسطے وقت پر بارش کرتا رہتا ہے اور ہوا اور پانی کے انتظام کر دیے ہیں اسی طرح اس پاک ذات نے روح کی ہدایت اور پرورش کے لیے ملائکہ اور کتب اور رُسل اور الہامات کی بارش کا انتظام کر دیا ہے اور یہ تمام چیزیں بحیثیت مجموعی ایک سلسلہ کے رنگ میں روح اور اُس کے ربّ کے درمیان ایک شفیع کا کام کر رہی ہیں ہاں جسطرح ظاہری نظام میں سورج سب سے زیادہ مفید اور روشنی دینے والا ہے اسی طرح ہمارا آقا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نبیوں کا سردار ہے ہر ایک قسم کی برکات محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں پس بابرکت ہے وہ جسکو اُس نے پڑھایا اور جس نے اُس سے پڑھا وہ تمام نبیوں اور راستبازوں کا سردار ہے اور یہ محض فخر سے بیان نہیں ہے بلکہ ایک امر واقعی کا اظہار ہے ٭

اللہ تعالیٰ کا کام اور کلام اسبات کی شہادت دے رہے ہیں اور اُسکا قول و فعل اسبات پر مہر کر چکا ہے اور عقلمند کے لیے انکار کرنے کی گنجائش نہیں رہی وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِيْدًا

اور اللہ تعالیٰ نے فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ فرما کر بتایا کہ پہلے تمام راستبازوں کے کمالات حضور علیہ الصلوۃ والسلام میں جمع ہیں اور حضور کے اصحاب کی تعداد پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کی تعداد کے برابر تھی اور خاتم النبیّین کہکر بتایا کہ کمالات نبوت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئے ہیں آئندہ جو انعامات دیے جائینگے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور غلامی سے حاصل ہونگے اور کوئی متکبر سانپ اس باغ الٰہی میں داخل نہیں ہو سکے گا اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ طوعاً و کرہاً ماننا پڑیگا اُسکے تمام کام بڑی حکمت اور علم پر مبنی ہوتے ہیں۔ اپنے سے اعلم کی بات پر اعتراض کرنے سے

سوائے ندامت اور خواری کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ ادب سے پوچھنے والے کو علم دیا جاتا ہے اور گستاخ اور متکبر کا منہ راہ ہدایت سے پھیر دیا جاتا ہے اُس سے کون پوچھ سکتا ہے کہ تونے سورج کو اسقدر روشن کیوں بنایا جو اُس سے مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی نسبت ہی سوال کرے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے) اُسنے اپنے فضل سے اُس خاتم النبیین پر کتاب بھی ایسی نازل کی جو خاتم الکتب ہی اللہ تعالیٰ نے فِیْہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ فرما کر بتا دیا کہ یہ کتاب تمام جہان کی صداقتوں پر مشتمل ہے اور روحانیت میں کوئی ایسا سچا اصول نہ کبھی ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا جو قرآن شریف میں نہ پایا جاوے امام وقت مسیح موعود عَلَیْہِ السَّلَام نے دنیا کے سامنے بڑے زور سے یہ دعویٰ پیش کیا ہے کہ کوئی مخالف اسلام کوئی سچی بات جو توحید الٰہی اور روحانی ترقی اور بعد الموت رضوان الٰہی کا باعث ہو ہمارے سامنے لاوے وہ ہم قرآن کریم سے نکالکر دکھا دینگے۔ وہ کتاب کیا ہی پیاری ہے جسکی صفت میں آیا ہے لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ (نہ باطل اُسکے آگے آسکتا ہے اور نہ اُسکے پیچھے سے کیونکہ یہ بڑے مقتدر حکیم حمید خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے) اب جیسا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوۃ کے تمام کمالات کا جامع ہے اور جو کتاب اسپر نازل ہوئی وہ تمام ہدایتوں اور صداقتوں کی جامع ہے اسی طرح جو ہدایت ان کے ذریعہ دنیا میں ہوئی ہے وہ ہدایت بھی سب سے اعلیٰ ہے اور اُسکا دائرہ سب سے زیادہ وسیع ہے میں نے اس مضمون میں ارادہ کیا ہے کہ حضرت مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جو باہمی تعلقات کی اصلاح کی ہے اسمیں سے کچھ نمونہ کیطور پر پیش کیا جاوے اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا منکر ہے اُس سے اُسکی نظیر مانگی جاوے اور یہ ثابت کیا جاوے کہ اسلام نے جو کچھ حقوق عباد اور ان کے باہمی تعلقات جنکو قرآن شریف نے بعض جگہ میں لفظ اخوّت سے تعبیر کیا ہے۔ سب سے اعلیٰ اور اتم اور اکمل ہیں۔ اگر کبھی سچی اخوت دنیا میں ہوئی ہے تو وہ اسلام کے اصولوں کی تابعداری کا نتیجہ ہے۔ اور آیندہ اگر دنیا کی قسمت میں عالمگیر اخوت لکھی ہوئی ہے تو وہ اسلامی اصولوں پر چلنے سے حاصل ہوگی اور یہ کہ صرف اسلامی اصول ہی ایسے ہیں جو اعتراضوں اور تنقید کی چکّی کے نیچے بھی ثابت رہ سکتے ہیں اور اس قابل ہیں کہ ان تمام پر انسان انشراح صدر سے عمل کر سکے اور جو انسانی فطرت کے خلاف نہیں

ہیں کیونکہ فطرت اور اسلامی احکام ایک ہی خالق کے بنائے ہوئے ہیں - اسلئے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ میرے دلکو کھولدے اور میرا کام مجھپر آسان کردے اور میری کمزوریوں کو دور کردے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کی توفیق دے جو کچھ کہ میں لکھوں ناظرین اُسے سمجھ جائیں اور انکے لئے مفید اور بابرکت ہو - اے اللہ میرا علم و بیان دونو ناقص ہیں مگر تیرے کام و احکام نقصوں سے پاک اور منزہ ہیں مجھے غلطی سے بچا اور سیدھے راہ کی ہدایت فرما -

اس بات کو سمجھنے کے لیے کہ اسلام نے آکر دنیا میں کیا کچھ کیا اور کیا کچھ کر سکتا ہے ہمیں ضروری ہے کہ عرب کی حالت قبل از اسلام پر تھوڑے وقت کے لیے غور کریں اور دیکھیں کہ اُس سوسائٹی کی کیا حالت تھی جس کی سب سے پہلے اسلام کو اصلاح کرنی پڑی اور اُس بیمار کی حالت کیسی خطرناک تھی جسپر اسلام کا نسخہ پہلی دفعہ تجربہ کیا گیا اور اُس نے نکلی شفا پائی پھر صرف شفا پر ہی بس نہیں کی بلکہ اسکو ایسا مضبوط و توانا کر دیا کہ تاریخ اُسکی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے - جس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرسل من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے پاک مذہب اسلام کی تبلیغ شروع کی اُس وقت کی حالت پر اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ اُس حالت کا نام تمام زمانوں کے تمام لوگوں نے متفق الرائے ہوکر زمانہ جہالت رکھا اور غیر اقوام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالاتفاق اُمّی (جس نے ماں کے پیٹ سے نکلکر کچھہ سیکھا ہو) کا خطاب دیا اُن کی روحانی اور اخلاقی تباہی اور اُن کی جہالت درندگی اور وحشت جس کے ہونے سے وہ انسانیت کے درجہ سے گرچکے تھے قرآن کریم اسطرح بیان فرماتاہی اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ - (تحقیق ہمنے نازل کیا اسکو سخت اندھیری رات میں) چونکہ قرآن کریم اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام دنیا مخاطب ہے اسواسطے یہ رات کا فتویٰ بھی تمام جہان کے لیے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے -

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (تمام جہان خشکی اور تری پر فساد ظاہر ہوچکا) اور تمام اقوام خواہ اُن کے پاس آسمانی کتاب ہو یا نہیں خواہ مہذب ہے یا غیر مہذب مفسد ہوچکی ہیں - لیکن ہمیں کچھہ شک نہیں ہے کہ اس سیل ضلالت کا سب سے بڑا گرداب عرب کی تاریک و تنگ سرزمین میں پڑتا تھا -

اُن کے ہر ایک کام میں اُن کے ہر ایک کلام میں اندھیر پڑا ہوا تھا اُن کی ہر ایک رسم و رواج

اندھیری اور تاریک رات کی فرزند تھی اور اسی کی گود میں اُنھوں نے پرورش پائی تھی اور اُس وقت تک خوب مضبوط ہو چکے تھے۔ موسیٰ کا ید بیضا، اُن کی ظلمت کو دور نہ کر سکا اور مسیح اُن کے مُردوں میں زندگی کی روح نہ پھونک سکا۔ توریت کی توحید اُنکو بُتوں کی غلامی سے آزاد نکر سکی یونان اور ایران کی تہذیب نے اُنپر کچھ اثر نہ ڈالا۔ اللہ کی کُرسی پر اُنھوں نے اتنے بتو نکو بٹھا رکھا تھا کہ ہندوؤں کے بتوں کی طرح اُنکو گننا یا اُن کے ناموں کی فہرست دینا یا اُن کے طرز عبادت کو بیان کرنا ایک بیجا و فضول کوشش ہو گی جس کا نتیجہ ناکامی ہے۔ یہی سب سے پہلی اور بڑی غلطی تھی جس میں تمام قوم مبتلا ہو چکی تھی۔ الٰہ واحد کے چھوڑ دینے سے اُنمیں وحدت کالعدم ہو گئی تھی اور جب اُنکو کہا گیا کہ حقیقی اللہ ایک ہی ہے تو اُنھوں نے تعجب سے کانوں پر ہاتھ دھرے اور اپنی حیرانی کا اسطرح اظہار کیا أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ

(انھوں نے تمام معبودوں کی جگہ ایک ہی بنا دیا ہے تحقیق یہ بڑی عجیب بات ہے)

غرض مختلف بتوں کے پوجنے کے سبب سے اختلاف و نفاق اُن کے رگ و ریشہ میں دھنس گیا تھا۔ قوم ضد و تعصب اور بغض و عداوت سے تباہ ہو چکی تھی اُن کا جوا + و مہمان نوازی مار دھاڑ اور چوری پر ختم ہوتی تھی۔ اُن کے میلوں اور مجمعوں کا انجام کشت و خون ہوتا تھا اُن کے کھیلوں اور گھوڑ دوڑ کا نتیجہ لمبے اور خونریز جنگیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک لڑائی جس کا نام جاہلیت کے اشعاروں میں حرب بوس ہے) کی بنیاد یہ تھی کہ ایک شخص کا اونٹ کسی کے کھیت میں چلا گیا۔ کھیت والی عورت نے اُسے مارا اونٹ والے نے اُس عورت کی چھاتی کاٹ ڈالی۔ اس بات پر ۴۹۴ عیسوی سے ۵۳۴ تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ اول یہ لڑائی بنو بکر اور بنو تغلب میں شروع ہوئی مگر رفتہ رفتہ عرب کے تمام قبائل اسمیں شریک ہو گئے۔ ابتدا سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارے گئے ایک اور لڑائی ۵۶۸ عیسوی سے ۶۳۱ تک جاری رہی۔ اس کی ابتدا اسطرح ہوئی کہ داحس نام ایک گھوڑا تھا۔ گھوڑ دوڑ میں وہ آگے بڑھنا چاہتا تھا ایک شخص نے آگے بڑھ کر

نوٹ + عربوں میں یہ رسم تھی کہ قحط کے زمانہ میں جوا کھیلتے تھے اور جوے میں جو ہار جاے وہی قحط زدگان کی دعوت کرے ہارنیکے بعد اسی لوگو نکے پاس دعوت کے لیے کچھ نہیں رہتا تھا اسلیے رواج ہو گیا تھا کہ جوا ہارنیوالے چوری کرکے یا ڈاکہ مار کر قحط زدوں کو دعوت دیا کرتے تھے۔

اُسے بدکار دیا اتنی بات میں ایسا رن پڑا کہ قبیلے کے قبیلے کٹ مرے اس لڑائی کا خاتمہ اُسوقت ہوا جبکہ بعض قبیلے اسلام لائے۔ شراب خواری زناکاری قماربازی انسان کے فرائض منصبی کا درجہ حاصل کرچکی تھی اور ان باتوں میں وہ ایسے درجہ کمال تک پہنچ چکے تھے کہ یورپ کی موجودہ تہذیب کا اُس سے مقابلہ کرنا اُس کی ہتک کرنا ہوگا۔ چھوت کا یہ حال تھا کہ ہمارے ہندوستان کی چھوت اگر اُسکے سامنے ہو تو مارے شرم کے مُنہ چھپائے۔ غرض انکی ہر ایک بات اُن کے باہمی فرق و نفاق کی طرف لیجارہی تھی اُسپر طرہ یہ تھا کہ وہ اپنی اس خطرناک حالت سے بالکل ناواقف تھے اور اُن کی حالت بعینہٖ پرانی کہانیوں کے ملاحوں کی طرح تھی جن کے جہاز کو تباہ کن مقناطیسی چٹان کھینچ رہی تھی اور وہ جزیرہ کے دھوکا دہ سبزہ زار اور پھل وپھول کو دیکھ کر مست ہورہے تھے یا اُن کی حالت ٹھیک اُس بدقسمت کی طرح تھی جو سراب کو سایہ درخت اور ٹھنڈے پانی کے فوارے خیال کرتا ہے اور آخر اُن خیالی باغوں کی تلاش میں بصد حسرت اپنی جان دیدیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ سورہ نور میں فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔـا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (اور وہ لوگ جو کافر ہوے اُن کے تمام کام سُراب کی طرح ہیں جو ایک میدان میں ہے پیاسا آدمی اُسکو پانی سمجھتا ہے اُسوقت تک کہ اُسکے پاس جاوے۔ جب اُس کے پاس پہنچتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی چیز نہ تھی۔ اور اللہ کو اُس کے پاس پاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُسکو اُسکا حساب پورا دیدیتا ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے) اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ

+ جس بُت کو ایک شخص پوجے دوسرا اُسے پوجنا اپنی ہتک سمجھتا تھا خواہ وہ بُت اُسی معبود کا ہو جسکی وہ خود پوجا کرتا ہے۔ ایک شخص کے زین یا گھوڑے کو دوسرا استعمال نہیں کرسکتا تھا کسی شخص کی ہانڈی پر اگر دوسرے غیر شخص کا سایہ پڑجاوے تو کھانا خراب ہو جاتا تھا لیکن اتنی بات ضرور تھی کہ اُن کی چھوت کے ساتھ غیرت ملی ہوئی تھی۔ اگرچہ ہمیں وہاں کی طرح یہ نہیں تھا کہ دھیلے کے گرم پکوڑے اور اُنکو ایک مکروہ اور گندے رومال میں ڈالکر دوکان کے چبوترہ پر سب سے علیحدہ ہوکر بیٹھ گئے تاکہ کوئی اور ساتھ نہ بیٹھ جاوے +

مِنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْهَا (تم آگ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اُس گڑھے میں سے نکال لیا) غرضکہ عرب کی حالت ناگفتہ بہ تھی جس کا تھوڑا سا نمونہ دکھا چکا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ کا نور آیا اور تمام اندھیرا جاتا رہا اور وہ آگ کا گڑھا جس میں عرب جل رہے تھے نار ابراہیم کی طرح گلزار سے بدل گیا اور ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کی برکت سے وہ تمام آگ بجھ گئی اور ایسے باغ و بستان پیدا ہو گئے جنکے نیچے نہریں جاری ہوں اور درخت نہایت مضبوطی سے زمین میں جڑیں پکڑ چکے ہوں اور اتنے بلند ہو گئے ہوں کہ کسی بداندیش دشمن کا تباہ کن ہاتھ نہ پہنچ سکتا ہو اور وہ اپنا پھل بروقت دیتے رہتے ہوں جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْکُفَّارَ۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا پ ۲۶ - ع ۱۲

وادخل الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت جنّٰت تجری من تحتها الانهار خٰلدین فیها باذن ربهم تحیتهم فیها سلام ۔ الم تر کیف ضرب الله مثلاً کلمةً طیبةً کشجرةٍ طیبةٍ اصلها ثابت وفرعها فی السمآء تؤتی اکلها کل حین باذن ربها وبضرب الله الامثال للناس لعلهم یتذکرون ۔ (سورہ ابراہیم رکوع ۴)

ان المتقین فی جنّٰت وعیون ادخلوها بسلام اٰمنین

ونزعنا ما فی صدورهم من غل اخوانا علیٰ سرر متقابلین (الحجر رکوع ۴)

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

کھاتے وقت خیال کرنا چاہیے کہ آج سے چھبیس یا ستائیس برس پہلے خدا تعالیٰ کا وعدہ شایع کیا گیا تھا کہ یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَیَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ان سب لوگوں کے آنے سے پہلے خدا تعالیٰ نے ان کے آنے کی خبر بھی دی اور یہ بھی وعدہ دیا کہ ان کے کھانے کی سامان بھی میں دور دور سے تیرے پاس لاؤنگا ان باتوں کو دیکھ کر کتنا خدا پر بھروسہ کرنا چاہیئے کہ خود بخود بغیر ہماری کوششوں کی ہر قسم کی سامان مہیا کرتا ہے

ایک روز ایک عورت نے دوسری عورت کا گلہ کیا آپ نے فرمایا کہ دیکھو یہ بہت بری عادت ہے جو خصوصاً عورتوں میں پائی جاتی ہے چونکہ مرد اور بہت کام رکھتے ہیں اس لئے انکو شاذ و نادر ہی ایسا موقع ملتا ہے کہ وہ بیفکری سے بیٹھ کر آپس میں باتیں کریں اور اگر ایسا موقع بھی ملے تو انکو اور بہت سی باتیں ایسی ملجاتی ہیں جو وہ بیٹھ کر کرتے ہیں لیکن عورتوں کو علم ہوتا ہے اور نہ کوئی ایسا کام ہوتا ہے اسلئے سارا ان کا شغل سوای گلہ اور شکایت کی کچھ نہیں ہوتا۔ ایک شخص تھا اسنے کسی دوسرے کو گنہگار دیکھ کر خوب اس کی نکتہ چینی کی اور کہا کہ تو دوزخ میں جائے گا۔ قیامت کے دن خدا تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیوں تجکو میری اختیارات کس نے دیے ہیں دوزخ اور بہشت میں بھیجنے والا تو میں ہی ہوں تو کون ہے اچھا جا ہمنے تجکو دوزخ میں ڈالا اور یہ گنہگار بندہ جس کا تو گلہ کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ یہ ایسا ہے اور ویسا ہے اور دوزخ میں جائیگا اسکو ہمنے بہشت میں بھیجدیا ہے سو ہر ایک انسان کو سمجھنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ میں ہی الٹا شکار ہو جاؤں

فرمایا دل تو اللہ تعالیٰ کی صندوقچی ہوتا ہے اور اسکی کنجی اسکے پاس ہوتی ہے کسی کو کیا خبر کہ اس کے اندر کیا ہے تو خواہ مخواہ اپنے آپ کو گناہ میں ڈالنا کیا فائدہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص بڑا گنہگار ہوگا خدا تعالیٰ اسکو کہیگا کہ میرے قریب ہو جا یہانتک کہ اسکی اور لوگوں کے درمیان اپنے ہاتھ سے پردہ کر دیگا اور اس سے پوچھیگا کہ تو نے فلاں گناہ کیا اور فلاں گناہ کیا۔ لیکن چھوٹے چھوٹے گناہ گنائے گا وہ کہیگا کہ ہاں یہ گناہ مجھ سے ہوئے ہیں خدا تعالیٰ فرمائیگا کہ اچھا آج کے دن ہمنے تیرے سب گناہ معاف کئے اور ہر ایک گناہ کے بدلے دس دس نیکیوں کا ثواب دیا تب وہ بندہ سوچے گا کہ جب ان چھوٹی چھوٹے گناہوں کا دس دس نیکیوں کا ثواب ملا ہے تو بڑے بڑے گناہوں کا تو بہت ہی ثواب ملیگا یہ سوچکر وہ بندہ خود ہی اپنے بڑے بڑے گناہ گنائیگا کہ الہٰی میں نے تو یہ گناہ بھی کئے ہیں

ڈائری حضرت امام الزمان

اس رسالہ میں مندرجہ بالا سرخی کے ماتحت حضور علیہ السلام کی نصائح درج ہوا کرینگے جو گھر میں عورتوں کے متعلق بیان فرمایا کرتے ہیں (ایڈیٹر)

ایک روز کسی بیمار بچہ نے کسی سے کہانی کی فرمایش کی تو اس نے جواب دیا کہ ہم تو کہانی سنانا گناہ سمجھتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ گناہ نہیں کیونکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ انحضرت صلعم بھی کبھی کبھی کوئی مذاق کی بات فرمایا کرتے تھے اور بچوں کو بہلانے کے لئے اسکو روا سمجھتے تھے جیسا کہ ایک بڑھیا عورت نے اپسے دریافت کیا کہ حضرت کیا میں بھی جنت میں جاؤں گی فرمایا نہیں وہ بڑھیا یہ سنکر رونے لگی فرمایا روتی کیوں ہے بہشت میں جوان داخل ہونگے بوڑھے نہیں ہونگے یعنی اسوقت سب جوان ہونگے اسی طرح سے فرمایا کہ ایک صحابی کی داڑھ میں درد تھا وہ چھوارا کھاتا تھا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بچہ کے ہاتھ سے ایک جانور جسکو حمیر کہتے ہیں چھوٹ گیا وہ بچہ رونے لگا اس بچہ کا نام امیر تھا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا امیر ما فعل حمیر اے امیر حمیر نے کیا کیا لڑکے کو قافیہ پسند آگیا اس لئے چپ ہوگیا۔ ایک بچہ کی خبر لگی کہ اس نے کوئی شرارت کی ہے یعنی آگ سے کچھ جلادیا ہے فرمایا بچوں کو تنبیہ کردینا بھی ضروری ہے۔ اگر اسوقت انکو شرارتوں سے منع نہ کیا جائے تو بڑے ہوکر اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ بچپن میں اگر لڑکے کو کچھ تادیب کی جاوے تو وہ اس کو خوب یاد رہتی ہے کیونکہ اسوقت حافظہ قوی ہوتا ہے (اسموقعہ پر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت صاحب بچوں کو ہر وقت مارنے اور جھڑکتے رہنے سے بھی سخت منع کرتے ہیں ہر ایک کام ایک اندازہ تک ہونا چاہئے مندرجہ بالا ذکر سے مراد حضور علیہ السلام کی یہ ہے کہ بچہ کو بالکل آوارہ نہیں چھوڑ دینا چاہئے (ایڈیٹر)

ایک دن حضور علیہ السلام بیمار تھے ایک شخص کو کچھ چیزیں فواکہ کی قسم سے لانے کیلئے امرتسر بھیجا جب وہ آیا تو اسوقت حضرت کی طبیعت زیادہ ناساز تھی اسوقت ایک میوہ کی خواہش ہوئی جو اس شخص سے منگوایا تھا لیکن وہ امرتسر سے نہیں لایا تھا تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ قاضی نظیر حسین صاحب تحصیلدار تشریف لائے اور وہی پھل ساتھ لائے آپ نے فرمایا ہمارے گھر کے لوگوں کو ان چیزوں کے . . . .

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضروری نوٹ

پیشتر اسکے کہ ہم اس رسالہ کو ختم کرین۔ ہم چاہتے ہین کہ ناظرین کو اطلاع دین۔ کہ ۳۲ صفحے کے بعد کیون بار بار ا و ۲ صفحہ لکھا گیا ہی۔ اس کی اصل وجہ یہ ہی کہ ہمنے یہ ارادہ کیا ہی کہ رسالہ اسطرح چھپا پا جایا کرے کہ اس رسالہ کی ۔ ۔ ۔ ۔ کچھ مدت بعد الگ الگ کتابین بنجایا کرین۔ اور یہی وجہ ہی کہ ہر چہار آخری مضامین کے دو دو صفحے دیے گئے ہین اور اون کے آخر مین باقی آیندہ کا لفظ بھی نہین لکھا گیا تا کہ ناظرین ان اوراق کو الگ الگ کر کے کتاب کی صورت مین اکھٹا کر سکین فی الحال ہمنے کل صفحون کو اس طرح پر تقسیم کیا ہی۔

۱۔ مختلف مضامین[۱]	پہلے	۳۲	صفحے
۲۔ عربی سیکھنے کے لیے آسان طریقے		۲	″
۳۔ مکتوبات امام الزمان		۲	″
۴۔ مسائل شرعیہ		۲	″
۵۔ ڈائری حضرت اقدس		۲	″

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

---

[۱] سوانح مشاہیر الاسلام ان ۳۲ صفحون کے اندر ہون گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ انتظام کیا جائیگا۔ کہ سوانح مشاہیر الاسلام بھی اوراق ہی ہون تا کہ وہ بھی کتاب کی صورت مین علیحدہ جمع ہو سکین۔

اغراض وقواعد رسالہ

الف ۔ اغراض رسالہ مندرجہ ذیل ہون گے ۔

(۱) اسلام کا نورانی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنا۔

(۲) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ نصائح جو گھر مین کیے جاتے ہین۔ وقتاً فوقتاً لوگون تک پہونچانا ۔

(۳) اسلام پر اور خصوصاً سلسلۂ عالیہ احمدیہ پر جو اعتراض کیے جاتے ہین۔ اونکی تردید بتہذیب کرنا

(۴) مشاہیر اسلام کی سوانح عمریان درج کرنا۔

(۵) مسائل شرعیہ درج کرنا تاکہ ناوقف لوگ واقفیت حاصل کرین ۔

(**ب**) قواعد رسالہ مندرجہ ذیل ہون گے ۔

(۱) اس رسالہ سے کوئی مالی فائدہ ذاتی اغراض کے لیے ہرگز ہرگز منصور نہ ہوگا۔ اور جو مالی فائدہ ہوگا اسکو اشاعت اسلام مین خرچ کیا جاوے گا۔

(۲) یہ رسالہ ۔ مارچ ۔ جون ۔ ستمبر ۔ اور دسمبر ۔ کی پہلی تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا کریگا۔

(۳) یہ رسالہ چالیس صفحون پر ہوا کریگا۔ ٹائیٹل پیج علحدہ ہوگا۔

(۴) قیمت ۱۲ رسالانہ بہر صورت پیشگی وصول کیجاویگی۔

(۵) مضامین جو بغرض اندراج رسالہ آئین گے اونکے متعلق ایڈیٹر صاحب کو اختیار رہوگا کہ اگر مناسب سمجھین تو درج کرین ۔

(۶) اس رسالہ کے ایڈیٹر حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب صاحبزادہ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام ہین ۔

(۷) نمونہ کا پرچہ تین آنے کے ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے

(۸) تمام خط وکتابت اور ترسیل زر بنام مینیجر ہو ۔

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب مالک مطبع انوار احمدیہ پریس مین مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان کے لیے چھاپا گیا۔

عربی سیکھنے کے لئے آسان طریقے

اِس سُرخی کے تاحت پہلے پہل ہم وہ فقرات درج کرینگے جو حضرت اقدس علیہ الصوۃ والسلام نے اسلئے مرتب کئے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے لوگ اسے یاد کرین تاکہ عربی زبان آجائے (ایڈیٹر)

يَا هُوَ مَنْ اَنْتَ	او جانے والے تو کون ہے
مِنْ اَيْنَ جِئْتَ	کہاں سے آیا ہے
اَيْنَ تَذْهَبُ	کہاں جائے گا
مَا اسْمُكَ	تیرا کیا نام ہے
مَا اسْمُ اَبِيْكَ	تیرے باپ کا کیا نام ہے
مَا اسْمُ اَخِيْكَ	تیرے بھائی کا کیا نام ہے
كَمْ اِبْنٌ لَكَ	تیرے بیٹے کتنے ہیں
بِنْتٌ اَوْ لَا	کوئی بیٹی ہے یا نہیں
نَافِلَةٌ اَوْ لَا	کوئی پوتا یا نواسہ ہے یا نہیں
اَيْنَ خِتْنُكَ	تیرا داما کہاں ہے
اَيْنَ صِهْرُكَ	تیرا خسر کہاں ہے
اَيْنَ جَدُّكَ	تیرا دادا کہاں ہے
اِخْثَثْ فِي الثَّفِيَّةِ	چولہے میں پاتھی (اُپلا) لگا
يَرْقُصُ الْبَشِيْرُ	بشیر ناچتا ہے
طَهْفَلْتُ	مین نے چینہ کی روٹی کھائی اور ارادہ ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا چینہ کی روٹی کھاتا رہوں گا
اَلْيَوْمَ مَا اَطْبَخُ لَكُمْ	آج میں تمہارے لئے کیا پکاؤن
اِطْبَخِ الْفُوْلَ مَعَ اللَّحْمِ	سیم کے بیج اور گوشت پکاؤ

اثف القدر

لا تنظر لمن لطف واعطف على من عطف

الفند يخجل الانسان اذا ظهر وبان

اذا جعلت من ركب الامارات
فكن قعيدا لاهل الحاجات

لا تلقى الفرح من غير ان تلقى الترح
والبرح

اسحق الابازير على المداك بالفهر

دق الملح في الهاون بالنصاب

أفي الجرة ماء

أفي الاثفية نار

في البالوعة ضفدع

على السقف طير

في نعلك عقرب

قمل رأسك ألا تغتسل

ما رأيتك في المسجد ألا تصلي

ما أكلت اليوم

أكلت المرائب والقرع

الآن قد ندمت وما ينفع الندم

هوج المرء يبطل امره

اطعم قبل خلوف المطعومات

وفرق اللحم على المساكين قبل الانتنات

أراك تحرى طعاما يضرك

چولھے پر ہانڈی رکھ

یہ مت دیکھ کہ کوئی عیب سے آلودہ ہے اور اسپر مہربانی کر

جھوٹھ انسان کو شرمندہ کرتا ہے جب ظاہر ہو جائے اور کھلجائے

جب تو امیری کی شتر سواروں میں داخل کیا جائے
تو حاجت والوں کا شتر بار بردار ہو جا

تو خوشی نہیں پائے گا جبتک کہ غم اور
تکلیف نہ اٹھائے

سل پر مصالحہ پیس بٹے سے

جٹو میں نمک کوٹ

کیا گھڑے میں پانی ہے

کیا چولھے میں آگ ہے

چوبچہ میں ایک مینڈک ہے

چھت پر پرند ہے

تیری جوتی میں بچھو ہے

تیری سر میں جوئیں پڑ گئیں ہیں کیا تو غسل نہیں کرتا

مینے تجکو مسجد میں نہیں دیکھا کیا تو نماز نہیں پڑھتا

آج تو نے کیا کھایا

مینے دہی اور کدو (رائتہ) کھایا

اب تو شرمندہ ہوا جبکہ شرمندگی کچھ فائدہ نہیں دیتی

شتابکاری مرد کی اسکو نام رکھتی ہے

کھانا کھلا کھانیکے سڑنے سے پہلے

اور گوشت مسکینوں کو بانٹ گوشت کے سڑنے سے پہلے

میں دیکھتا ہوں کہ تو اس کھانیکا ارادہ کرتا ہے جو تجھے

مکتوبات امام الزمان سلمہ الرحمٰن

اِس سرخی کے نیچے ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ خطوط درج کرینگے جو آپ وقتاً فوقتاً اپنے دوستوں کو لکھتے رہے ہیں یا آئندہ لکھیں گے۔ اِس سے ہماری یہ غرض ہے کہ ہم تمام خطوط کو جو ہمیں مل سکیں ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دے سکیں اور وہ خطوط ہمیشہ کے لئے کتاب کی صورت میں محفوظ رہ سکیں

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد عفی عنہ بخدمت عزیزی اخویم خان صاحب محمد علیخان صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچکر موجب مسرت و انشراح خاطر ہوا۔ اگرچہ طبیعت اِس عاجز کی کسی قدر علیل تھی اور نیز ضعف بہت تھا مگر میں نے چاہا کہ آپ کو بہت انتظار میں نہ رکھوں اسلئے بلحاظ اختصار آپکے سوالات کا جواب دیتا ہوں (۱) جو شخص اِس عاجز سے بیعت کرے اسکو قال الرسول کا پابند ہونا ضروری ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ حنفی ہو یا شافعی وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ نہایت ضروری ہے کہ اللہ جل شانہ کے کلام عزیز پر ایمان لاوے اور جہانتک ممکن ہو اُسپر عمل کرے اور آثار صحیحہ نبویہ کا اتباع کرے (۲) بیعت کرنیوالے کے لئے ان عقائد کا ہونا ضروری ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق اور قران شریف منجانب اللہ کتاب اور جامع الکتب ہے کوئی نئی شریعت اب نہیں آسکتی اور نہ کوئی نیا رسول آسکتا ہے مگر ولایت اور امامت اور خلافت کی ہمیشہ قیامت تک راہیں کھلی ہیں اور جسقدر مہدی دنیا میں آئے یا آئینگے انکا شمار خاص اللہ جل شانہ کو معلوم ہے وحی رسالۃ ختم ہوگئی مگر ولایت و امامت و خلافت کبھی ختم نہیں ہوگی یہ سلسلہ ائمہ راشدین اور خلفاء ربانیین کا کبھی بند نہیں ہوگا۔ کسی کو گذشتہ لوگوں میں سے بجز رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع فضائل و کمالات میں بے مثل نہیں کہہ سکتے اور ممکن نہیں کہ کسی کمال نوع کی خدمت گذاری میں آیندہ اس سے بہتر پیدا ہوں جزئی فضیلت کے لحاظ سے بعض لوگ بے مثل ٹھہر سکتے ہیں جیسے صحابہ اور اہل بیت کی یہ فضیلت جو انہوں نے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پایا اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہائی کے وقت میں ایسی وفاداری دکھلائی کہ اپنے خونوں کو پانی کیطرح بہا دیا

دیکھا اور اُسی چہرہ سے عاشقانہ زندگی بسر کی اور اسلام پر پہلے پہل مخالفوں کے حملے ہوئے تو جانوں کو ہتھیلی
پر رکھ کر ان کو روکا اور اسلام کو زمین پر جمایا اور اسلامی ہاتھیوں کو زمین پر پھیلایا اور کفر کے زور کو مٹایا
اور قران شریف کو دیانت اور امانت سے جمع کر کے تمام ملکوں میں رواج دیا اور اسلام کی صداقت پر اپنے
خون سے مہریں کر کے اِس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ بلاشبہ انکی اِس فضیلت کو بعد میں آنے والی نہیں پاسکتی
وذلک فضل الله یوتیه من یشاء مگر اسکے سوا ہر ایک کمال کے حاصل کرنے کے لئے درو
دروازے کھلے ہیں خدا تعالیٰ کے مقبول اور نہایت اعلیٰ درجہ کے پیارے بندے اور امام الوقت
اور خلیفۃ اللہ فی الارض اب بھی ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے پہلے ہوئے تھے اور اب بھی خدا تعالیٰ کی انعام
اکرام کی وہ راہیں کھلی ہیں جو پہلے کھلی تھیں۔ نبوۃ و رسالت بھی ظلی طور پر حاصل ہو سکتے ہیں جس قدر سالک
کی استعداد ہوگی ضرور پرتوہ نور کا پڑے گا۔ زندہ اسلام اسی عقیدہ کا نام ہے مگر جو لوگ امانت
و خلافت و صدیقیت کو پہلے اماموں پر ختم کر چکے ہیں اُن کے ہاتھ میں اب مردہ اسلام ہے یا یوں
کہو کہ اسلام کی بیجان تصویر انکے ہاتھ میں ہے یاد رکھنا چاہیئے کہ جو مذہب آئندہ کمالات کے دروازے
بند کرتا ہے۔ وہ مذہب انسانی ترقی کا دشمن ہے۔ قران شریف کی رو سے انسان کی بھاری دعا یہی
ہے کہ وہ روحانی ترقیات کا خواہاں ہو غور سے پڑھنا چاہیئے اس آیت کو اهدنا الصراط
المستقیم صراط الذین انعمت علیهم دوسرے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ مجرد کسی قسم کے رشتہ
سے خواہ کسی رسول سے ہو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ فقط رشتہ کی فضیلت پر ناز کرنا نامردوں کا کام ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ذوالقربیٰ میں سے ہر ایک شخص جو قابل تعریف ہے وہ رشتہ کے لحاظ سے ہرگز
نہیں وقال الله تعالیٰ اِنَّ اکرمکم عند الله اتقاکم تیسرے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ
قران شریف ابتک ہر ایک قسم کی تصرف سے بکلی محفوظ ہے اور کوئی ایسا قران نہیں جو کوئی شخص اسکو غار میں
یہ ان لوگوں کا بہتان ہے جنکو خدا تعالیٰ کا خوف نہیں۔ چوتھے یہ عقیدہ ضروری ہے کہ حضرت صدیق
اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کے سب واقعی طور پر دین میں امین تھے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین
نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا جو قران شریف کی کسی ایک آیت کو بھی منجانب اللہ بتا سکتے

اس لیئے اس ہمثیل خدا نے ایک کامل بلکہ اکمل اور بیمثل کتاب اُتاری جو کہ سب صداقتوں پر مشتمل ہے سب صداقتوں کی ہر ایک قسم کے دلائل ہر ایک زمانہ اور طبقہ کے معترضین کے جوابات پر حاوی ہے جیسا کہ فرماتا ہے لیظہرہٗ علی الدین کلّہٖ تا کہ سب باطل دینوں پر دین حق کو غالب کر دے لیکن اپنے ظاہر کر دیا تھا کہ یہ وقت تو اس غلبہ کے شروع کا وقت ہے اور ایک وقت ایسا آنیوالا ہے کہ ہر ایک مذہب دوسرے پر موج کی طرح گرے گا اور مذاہب کا بہت ہی بھاری دنگل ہوگا اور تبلیغ کے ذرائع مہیا اور آسان کیئے جائیں گے تو اس وقت ہم اس ہمثیل نبی کا ایک خلیفہ مبعوث کرینگے کہ جسکے ہاتھ پہ یہ غلبہ پورا ہوگا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ یہ اسوقت ہوگا جبکہ اس نبی کے بعد اسقدر زمانہ گذر جائے گا جسقدر کہ حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح علیہما السلام کے درمیان گذرا تھا اور اس صادق مصدوق ہمثیل نبی نے بتا دیا تھا کہ وہ مہدی اور مسیح اور امام اور حکم ہوگا یعنی جسطرح مسیح لم یجعلنی جبّاراً شقیّا (خدا تعالیٰ نے مجھے جبار و بدبخت نہیں بنایا) تھا اسیطرح وہ بھی جبار نہ ہوگا اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ حاکم اور قاضی نہوگا۔ کیونکہ پہلے نبیوں پر حاکم ہونیکی وجہ ظالموں نے جبر کا الزام لگایا تھا۔ بلکہ وہ ضرور ضرور حکم ہوگا اور خدا تعالیٰ کی اس جامع کتاب کے ذریعہ سے کہ جسکی حفاظت اور بیان فتح اور جمع کرنا بھی خدا نے اپنے ذمہ لیلیا ہوا ہے سب بیرونی اور اندرونی اختلافات کا فیصلہ کریگا اور بحجت بینہ کے ساتھ حق کو باطل پر غالب کر دیگا اسلام کے سب فرقوں کا اسپر تو اتفاق ہے ہاں ہر ایک فرقہ کو یہ غلط فہمی لگی ہوئی ہے کہ وہ حکم آکر ہماری رطب دیابس کو قبول کریگا اور ہماری سب مخالف اقوال کی تردید کریگا۔ لیکن انخیال کی تردید کیلئے سنۃ اللہ اور لفظ حکم کافی تھا اب چونکہ آنحضرت کے بعد زمانہ بھی اسقدر گزر چکا جس قدر کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام میں تھا اور مذہب کا دنگل بھی ایسا لگا ہے کہ جسکی نظیر گذشتہ زمانوں میں ہرگز نہیں پائی جاتی اور تبلیغ کے اسباب بھی وہ مہیا ہوئے ہیں جو کسی زمانہ میں نہیں ہوئے اسلیئے خدائے علیم و حکیم اور عزیز و قدیر نے اُس موعود کو مبعوث فرمایا اور جسطرح خدائے تعالیٰ نے اسکے مطاع خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت سی شہادتیں دی تھیں اسیطرح اس موعود کی بھی شہادتیں دیں اور اُسنے خدا تعالیٰ کے وعدہ کیمطابق حکم ہوکر سب بیرونی اور اندرونی اختلافوں کا فیصلہ کیا اور ان بیمثل آیتوں سے حق کی تائید کی جو خدا تعالیٰ کی بیمثل کتاب میں درج تھیں لیکن فیج اعوج کی نظروں سے پوشیدہ رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارشانی وہ عزت قائم کی جو کہ فیج اعوج نے عیسائیوں کے خدا یسوع وغیرہ کو دے دی تھی

مسائل شرعیہ

اس سرخی کے نیچے ہم جو مسائل شرعیہ درج کرینگے وہ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کے لکھے ہوئے ہوا کرینگے اور درج کرنے سے پہلے حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوۃ والسلام کو دکھائے جایا کرینگے ۔ ایڈیٹر

بہت سے انسان ہیں کہ جنھوں نے اپنی دینیات کی بنا (جسکی علّت غائی اور اصل مقصود خدائے بیمثل کی رضا ہے) کسی انسان یا سوسائٹی کے خیالات پر رکھی ہوئی ہے جو کسی اپنے ہمجنس کی رضاجوئی صحیح صحیح طریق اظہار کرنے اور غلطی اور تناقض اور ترمیم و تنسیخ سے محفوظ رہنے میں دوسروں کے لئے قابل اعتماد کیا اپنے قائل کے لئے بھی تسلی بخش نہیں ہوسکتے یہی باعث ہوتا ہے کہ ان خیالات کے بانی اور داعی ادنےٰ ادنےٰ باتوں میں ایمانیات اور فرائض جیسی ضروری مسائل کی نسبت بیوفائی کا سیاہ داغ اپنے چہروں پر لگا بیٹھے ہیں۔ بعض اسکی بنا خدا کی وحی پر بتاتے ہیں لیکن جو وحی پیش کرتے ہیں پہلے تو اسکے وحی ہونے کا ثبوت پیش نہیں کرسکتے بلکہ اسکے غیر وحی ہونے کا ثبوت موجود ہوتا ہے اور پھر یا تو انسانی دستبرد نے اسکی شکل کو ایسا مسخ کیا ہے کہ اصل صورت کا پتا لگانا بھی محال ہوگیا ہے اور یا اول سے اخر تک اسکو موم کی ناک بناکر جدھر چاہا پھیر لیا ہے۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ جنکے پاس خدا کی محفوظ مجموع مکتوب مبین و محکم وحی موجود ہے لیکن اسکو غیر محفوظ قرار دیکر ایسے آثار پر اُترے ہیں جو ظنی ہونے کے علاوہ انسان کے دست مال ہونے سے بہت کچھ اپنے قالب بدل چکے ہیں یا باوجود محفوظ تسلیم کرنے کے اُن آثار کو اللہ تعالیٰ کی محکم وحی پر قاضی تسلیم کرتے ہیں یا ان دونوں کو چھوڑکر خالی قیاس پر ہر ایک مسئلہ کی بنا رکھتے ہیں اور پھر خاصکر ایمانیات کے اثبات میں مشرک فلاسفروں کے خیالات پر اتر آئے ہیں اس بنیادی اختلاف کے علاوہ ہر ایک فرقہ میں اندرونی اختلافات فروع سے اصول تک پھیلے ہوئے ہیں یہ اختلافات ہمیشہ رہے اور آیندہ بھی جبتک دنیا ہے ضرور رہینگے پر خدائے علیم و حکیم نے جو لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ہے چاہا کہ ان سب اختلافات کا فیصلہ کردے اور حق کو غالب اور باطل کو مغلوب کرے جیسا کہ فرماتا ہے لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ تاکہ جو ہلاک ہونیوالا ہے وہ کھلی دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ ہونیوالا ہے وہ کھلی دلیل

23

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☪ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اور تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کیطرف بلاوے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مظفر و منصور ہیں

رسالہ تشحیذ الاذہان

جلد (۱) — نمبر (۲)

ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

باہتمام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان یکم جون سنہ ۱۹۰۶ء کو

قادیان دارالامان سے شائع ہوا

ہم کیا چاہتے ہیں

ہمارے بعض دوستوں نے ہمیں بڑے اخلاص کے ساتھ خطوط لکھے ہیں۔ کہ رسالہ تشحیذ الاذہان ماہواری کیوں نہیں کیا گیا۔ اور سہ ماہی کیوں رکھا گیا۔ جن کے جواب میں ہم ان کو یہ خوشخبری سنانا چاہتے ہیں۔ کہ ہم نے یہ ارادہ کیا ہے۔ کہ یہ رسالہ شروع سال سنہ ۹ء سے ماہوار کر دیا جاوے۔ لیکن چونکہ خریداروں کے کم ہونے کی صورت میں یہ امر بہت مشکل ہے۔ اس لئے ہم اپنے ان دوستوں کی خدمت میں التماس کرتے ہیں جو اس رسالہ کو ماہواری رسالہ کی صورت میں دیکھنے کے مشتاق ہیں۔ کہ وہ اس کے لئے خریدار بہم پہونچانے کی کوشش کریں تاکہ یہ رسالہ ماہوار ہو سکے۔

اور ہم اپنے وعدہ کرتے ہیں۔ کہ اگر ہمیں سات سو خریدار بھی میسر آگئے تو انشاء اللہ العزیز ہم شروع سال سے تشحیذ الاذہان کو ماہوار کر دیں گے۔

ہم نے یہ بھی انتظام کیا ہے۔ کہ جو ہمارے خریدار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرنا چاہیں وہ ہمیں لکھدیا کریں۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً حضرت صاحب کو دعا کے لئے یاد دلا دیا کریں گے۔

یہ ہم وعدہ نہیں کر سکتے کہ یہ انتظام کب تک چل سکے گا جب تک خدا توفیق دیگا ایسا کرتے رہیں گے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بقیہ اخوت اسلامی نمبر ۱

ترجمہ - اور اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان عالم پر غالب کردے اور اس بات کا شاہد اللہ تعالیٰ ہی ہے یعنی وہی اس کا ثبوت دینے والا ہے کہ یہ رسول اللہ کیطرف سے ہے اور ہدایت اور دین حق لیکر آیا ہے اور یہ دین تمام دینوں پر غالب ہو جائیگا اور وہی کافی شاہد ہے اور کسی دلیل یا ثبوت کی ضرورت نہیں۔ اللہ کا رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کے ساتھ والے ایسے ہیں کہ کفار کی گندی تعلیم کا انپر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ اپنے درمیان ان کا سلوک نہائت رحم اور نرم دلی کا ہوتا ہے تو دیکھتا ہے ان کو رکوع کرنے والے، سجدہ کرنیوالے ان تمام کاموں میں انکی اصل غرض اللہ تعالےٰ کا فضل اور اسکی رضامندی اور خوشی حاصل کرنا ہے۔ ان سجدات کا اثر ان کے چہروں پر نمایاں ہے یہ انکی مثال تورات میں بیان ہوئی ہے اور انجیل میں انکی مثال کھیتی سے دیگئی ہے جو اپنی انگوری کو نکالے پھر وہ مضبوط ہو جائے۔ اور موٹی ہو جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور پھر خوب اپنے تنے پر قائم ہو جائے۔ ایسی کھیتی مزارع کو خوش لگتی ہے اور اس سے کافر غیظ و غضب سے بھر جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کے ساتھ جو ایمان لاتے ہیں۔ اور سنوار و صلاحیت والے عمل کرتے ہیں۔ مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے اور داخل کئے جائینگے مومن و عمل صالح کرنیوالے جنات میں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ تو دیکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کیسی مثال دی ہے۔ کہ ایمان لانیکا پاک کلمہ جو ہر ایک عیب سے پاک ہے اس درخت کی مانند ہے اور جسکی جڑھ زمین میں قائم اور شاخیں آسمان میں ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ لوگوں کے واسطے مثالیں بیان فرماتا ہے۔ تاکہ وہ سمجھ جائیں۔ اور نصیحت حاصل کریں۔ اور داخل کئے جائینگے وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں

وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے اپنے رب کے حکم سے - اس حالت میں انکی دعائے ملاقات سلام ہوگی اور ایکدوسرے کو سلامتی کا تحفہ دیا کریں گے ان کے ہر ایک کام میں امن صلح اور نرمی ہوگی -

تحقیق متقی لوگ باغوں میں ہیں - جنمیں چشمے جاری ہیں - انہیں سلام کے ساتھ داخل ہو جاؤ - اور جو ان کے دلونمیں کسی قسم کا کینہ وغیرہ تھا (زمانہ جاہلیت کی عداوت وغیرہ) وہ سب ہم نے نکالدیا ہے - اور ان کے باہمی تعلقات بھائیوں جیسے ہوگئے ہیں - اور وہ ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہیں

یہ حالت جو قرآن شریف نے مسلمانوں کی بیان کی ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے - کہ عرب میں رسول اللہ کی زندگی میں ایسی اخوت قائم ہوگئی تھی کہ انہیں کسی قسم کا پرانا کینہ وغیرہ نہیں رہا تھا اور انہوں نے اپنی پرانی عداوتوں کو بالکل بھلا دیا تھا - وہ ایک دوسرے کی ایسی ہمدردی کرتے تھے جیسے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی سے کرسکتا ہے - ان کے ہر ایک کام میں صلح اور سلامتی تھی اور انہوں نے آپس کے جنگ اور عداوتیں بالکل ترک کردی تھیں اور اسی صلح اور امن اور اندرونی اصلاح کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالٰے نے ان کا ظاہری حال بھی سنوار دیا - اور ان کے دلوں کے آرام نے ان کے ظاہری بدنوں کو بھی آرام پہونچایا - وہ اسی دنیا میں ان جنات کے وارث ہوگئے جنکو دنیا جنات عدن کہتی ہے - اور انہیں آدم کا رہنا فخر کی بات ہے اور اسکی صلاحیت پر دال ہے کیونکہ جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہو ویسے ہی زبور میں بھی یہی وعدہ ہے "ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصالحون - (اور ضرور ضرور ہم نے زبور میں لکھدیا نصیحت کرنیکے بعد تحقیق ہم الارض[۱] کا وارث

---

[۱] الارض سے مراد بیت المقدس ہے یعنی شام کا ملک جسکو حضرت موسٰے نے ارض مقدس کہا اسکی حکومت کے لئے شرط ہے کہ اس زمین پر ہمیشہ صالح لوگ حاکم رہا کریں گے اور واقعات نے بھی ایسا ہی ثبوت دیا جبتک یہودیوں میں صلاحیت رہی وہ اس زمین کے مالک رہے اسکے بعد عیسائی حکومت کرتے رہے عیسائیوں کے بگڑنیکے بعد یہ موعودہ زمین مسلمانوں کے قبضے میں آئی اور ابتک انہیں کے قبضے میں ہے - یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہے جنمیں ابھی تک صلاحیت ہے اور یہی لوگ دنیا میں اصلاح کرسکتے ہیں -

صالح لوگوں کو کرتے ہیں) اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں میں یہ تبدیلی کیوں واقع ہوئی؟ اور کیسے عربوں جیسی کینہ پرور قوم نے یکلخت تمام کینوں کو اپنے سینوں سے دھو ڈالا؟ اور انمیں ایسی اخوت اور وحدت ہو گئی کہ دنیا میں اسکی مثال نہیں پائی جاتی اور رسول اللہ کی زندگی ہی میں انہوں نے اخوت اور وحدت قومی کا پھل بھی پالیا۔ وہ بنی نوع کے ساتھ محبت کرنے اور ایثار کرنے میں اعلے سے اعلے درجہ تک پہونچ گئے۔ ان کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کچھ اپنی جاہ اپنا مال اپنی عزت اور اولاد اور اپنی تمام دنیوی خواہشات اپنے خدائے ذوالجلال کیلئے قربان کر چکے تھے۔ انمیں ہر ایک اپنے وجود میں ابراہیم علیہ السلام کا سچا نمونہ تھا جس نے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنے بیٹے کے حلق پر چھری رکھدی اور دنیا کی ابتر حالت کو دیکھکر ان کا دل اسیطرح کڑھا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کی حالت کو دیکھکر کڑھتا تھا اور دنیا کی اصلاح کیلئے انہوں نے اپنی جان تک کی بھی پروا نہ کی۔ ان تمام باتوں کا جواب ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اس رب العلمین رحمن الرحیم خدا کی رحمت تھی + جب اس رحمن نے دیکھا کہ تمام دنیا میں فساد بڑھ چکا ہے اور دنیا کی حالت اس قابل نہیں رہی کہ وہ خود بخود اپنی اصلاح کر سکے اسکی رحمانیت کو جوش آیا اور جیسا کہ نوح ؑ کے زمانے میں دنیا کے گناہوں کو دیکھکر خدا کے غضب کو جوش آیا تھا اسیطرح اب خشک زمین کو دیکھکر خدا کی رحمت کی بارش ہوئی کیونکہ اب رحمت کی باری تھی۔ اس رحمت نے ہمارے نبی کریم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود اختیار کیا۔ یا دوسرے لفظوں میں ہمارے نبی کریم اس رحمت کے مظہر ہیں۔ وہ نبی جو رؤف الرحیم اور رحمۃ للعلمین ہے اور وہ نبی جو رب العالمین کیطرف سے دنیا کی ہدایت کیلئے آیا نہ صرف بنی اسرائیل کا رب یا اسکی گمشدہ بھیڑوں کا چرواہا اور نہ وہ خدا جسکی رحمت آریہ ورت کے چند رشیوں تک ہی محدود رہی؟ اس مظہر رحمت اتم اور شفیع حقیقی کے ذریعہ جو پہلا فضل دنیا پر ہوا وہ توحید باری کا سبق تھا جس کو تمام دنیا بھول چکی تھی ہمیں اسوقت دنیا کے معبودوں اور ان کے مذہبوں کے بیان کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اس زمانے کی تاریخ پر اتنا بڑا سیاہ دھبہ ہے کہ اس کے دکھانے کیلئے کسی خاص شخص کو اسکی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک شخص بخوبی جانتا ہے کہ اس سے پہلے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک دل پر لا الٰہ الا اللہ کی

مبارک وحی ہو اور ان کے مبارک زبان اور مبارک لبوں سے لاالٰہ الا اللہ کا کلمہ نکلے تمام دنیا شرک میں مبتلا تھی اور معبودوں کی تعداد عابدوں کی تعداد سے بڑھی ہوئی تھی۔ اور اس بات کے سمجھنے کیلئے کسی فلسفی دماغ کی ضرورت نہیں کہ جبتک معبود واحد نہو دنیا میں کبھی وحدت و اخوت نہیں پھیل سکتی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔ کہ اگر دنیا میں دو معبود ہوتے تو زمین و آسمان میں فساد پڑ جاتا۔ تو اب ان لاانتہا معبودوں کے ہوتے ہوئے کسطرح وحدت ہو سکتی تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اس بات کے ثبوت کیلئے کہ ایک خدا ماننے سے وحدت ہو سکتی اور مختلف معبود ماننے سے فساد پڑ جاتا ہے عربوں کی مثال کافی ہے اس سے پہلے وہ وحشی اور جنگ جو تھے ایک قوم دوسری قوم کی دشمن تھی پھر ہر ایک قوم میں ہر ایک قبیلہ علیحدہ علیحدہ دشمن رکھتا تھا۔ پھر ہر ایک شخص کے ذاتی دشمن الگ تھے۔ ہر ایک قوم اپنے ہمسایہ کی دشمن اور ہمسائے ان کے دشمن تھے۔ جونہی وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے انمیں وحدت کی روح پھونک گئی۔ اور ایمان اور وحدت کا رشتہ انہیں اتنا مضبوط ہو گیا کہ دوسرے اختلاف اور جوش اس رشتے کو توڑ کر ان کو جدا نہ کر سکے اور اس ایمان کی برکت سے پراگندہ اور منتشر قوم پھر ایک ہو گئی اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا "واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا" (پس اللہ تعالےٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم اس رسول کے آنے سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالدی اور آج خدا تعالےٰ کی نعمت سے تم ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو گئے اور اس سے پہلے تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پس اللہ تعالےٰ نے تم کو اس بری حالت سے چھڑا لیا) ضرور اور یقیناً یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل تھا جس نے اس قوم میں اخوت والفت پیدا کر دی جبکہ وہ بالکل معدوم ہو چکی تھی۔ ہاں یہ اسی خدا کا کام تھا۔ جو اس نے دنیا کو سکھایا اور جو بغیر کسی مادہ کے اور بغیر کسی غیر کی مدد کے نئی نئی خلق کرتا رہتا ہے اور نابود سے بود کرتا ہے۔ نہ آریہ ورت کا خدا جو مادہ کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ اور جو ہمیشہ اپنی ہی نا اتفاقی کے سمندر میں غرق رہا اور دوسری دنیا کی کبھی بھی خبر نہ لی۔ اسمیں کون شک کر سکتا ہے کہ عربوں میں اخوت والفت کی خلق بالکل ایک نئی خلق تھی۔ اور یہ اس خالق ارض وسماء کا ہی کام تھا۔ نہ کسی

انسان کا۔ اگر انسان کیلئے یہ کام ممکن ہوتا تو یہود باوجود دو ہزار برس کی کوششوں کے اور عیسائی باوجود چھ سو برس کی جانفشانیوں کے کیوں ناکام رہے۔ پولوس سے لیکر ابو عامر تک جو رسول اللہ کے مقابلہ میں ہلاک ہوا کتنا بڑا عرصہ ہے اس عرصہ میں مشن بھی قائم کیے گئے ہتھیاروں سے بھی کام لیا گیا۔ صلیب کی مدد کیلئے مذہبی جنگ کیئے گئے عیسائیوں کے پاس ایکوقت میں صرف عرب میں اتنی فوج[1] تھی جو رسول اللہؐ کے صحابہ سے بھی بڑھکر تھی۔ اس فوج کی مدد سے عرب میں عیسائی مذہب پھیلانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔ اصحاب فیل کے کروسیڈ سے تمام جہان آگاہ ہے لیکن اِس ناکامی سے بھی تمام جہان خوب آگاہ ہے جو اس قوم کو عرب کے ملک میں ہوئی۔

اور پھر پادریصاحبان نے عذر کر دیا کہ عرب کی حالت اسقدر تنزل کر چکی تھی کہ وہ عیسائیت جیسے اعلےٰ مذہب کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں پادریصاحبان بھی وہ مردہ قوم تھی جسمیں اسلام نے زندگی کی روح پھونک دی۔ اور ان وحشیوں کو پہلے انسان بنایا پھر با اخلاق انسان بنایا۔ پھر باخدا انسان بنایا کیا عیسائی مذہب یا دنیا کا کوئی اور مذہب یا قوم اپنی تاریخ کے اوراق میں یہ نظارہ دکھا سکتا ہے ہرگز نہیں۔ دیکھو خدا تعالےٰ تمہیں اسطرح چیلنج کرتا ہے۔ جو اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے۔ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداءكم من دون الله ان كنتم صادقين + فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين اگر تم محمد صلعم کی نبوت اور قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کی بابت شک میں ہو۔ اور اگر تم

---

[1] عیسائی فوج جو اصحاب فیل کے نام سے مشہور ہے۔ تعداد میں ساٹھ ہزار[۶۰۰۰۰] تھی اور انکے پاس سامان جنگ اور ہاتھی وغیرہ بھی تھے۔ رسول اللہ صلعم کے پاس جب مکہ والوں سے پہلی دفعہ لڑائی ہوئی صرف ۳۱۳ آدمی تھے اور انمیں سے کچھ کم عمر اور بہت سے فن جنگ میں اسقدر ماہر نہ تھے جیسے مکہ کے لوگ پھر بھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے آنحضرت صلعم کامیاب ہوگئے جسوقت رسول اللہؐ نے مکہ فتح کیا ہے قدوسیوں کی تعداد دس ہزار[۱۰۰۰۰] تھی۔

اس خیال میں ہو کہ یہ انسانی کوشش کا نتیجہ ہے تو ایسی ایک کتاب بنالاؤ جو عملی طور پر وہ تاثیرات دکھلائے جو قرآن شریف نے دکھلائی ہیں۔ اور اس کام کے پورا کرنے کیلئے اللہ کے سوا اور تمام مددگاروں کو بھی بلالو۔ اور اگر تم نے نہ کیا۔ اور یہ ہم کہے دیتے ہیں کہ تم ہرگز نہیں کر سکو گے۔ تو پھر ثابت ہو جائیگا کہ یہ تمام کام اللہ تعالےٰ کیطرف سے ہیں۔ محمد صلعم رسول اللہ اور قرآن کتاب اللہ ہے تو پھر تم کیوں اس سے مقابلہ کرنیسے نہیں ڈرتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی آگ سے کیوں نہیں بچتے جو انسان کو بھسم کر دیتی ہے۔ اور تمام انکار کرنیوالے اس کا ایندھن ہوتے ہیں۔

ہم توریت و انجیل اور وید کے حامیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تاریخ سے ثابت کریں کہ کبھی کوئی کتاب دنیا کے کسی حصہ میں ایسی موثر ہوئی ہے جیسا کہ قرآن شریف عرب میں ہوا۔

نوٹ :۔ اسلام نے جو توحید سکھائی ہے۔ اس کا اثر غیر قوموں پر دو طرح سے پڑا بعض تو اسلام پر ایمان لائے اور مسلمان ہو گئے اور بعض نے اسلام کی روشنی سے فائدہ اٹھایا لیکن اس روشنی کے منبع سے انکار کیا ہے۔ یہ اسلام کی برکت ہی تھی کہ ہندوستان جیسے بت پرست ملک میں نانک جیسے موحد پیدا ہو گئے اور سکھوں کی قوم اب تک موحد ہے اسی طرح آریہ اور برہمو لوگوں کا حال ہے۔ اور یورپ کے عیسائی موحدوں نے بھی اسلام سے فائدے حاصل کئے ہیں۔

فتح محمد طالبعلم اسلامیہ کالج لاہور

مسیح کلمۃ اللہ کیوں مجرد رہے

تجلی ایک ماہوار رسالہ پنجاب رلیجس بک سوسائٹی لاہور کیطرف سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے فروری ۱۹۰۶ کے پرچہ میں کسی عیسائی ایف۔ ایم نے ایک مضمون لکھا ہے۔ جسکی سرخی یہ ہے "مسیح کلمۃ اللہ کیوں مجرد رہے" مسٹر ایف ایم بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے رسالہ البلاغ میں ایک نوٹ دیکھا ہے۔ جسمیں اڈیٹر البلاغ نے لکھا ہے کہ "ایک صاحب ہم سے سوال کرتے ہیں۔ کہ جناب مسیح نے کیوں نہیں شادی کی؟ جواب دینے کے زیادہ مستحق عیسائی حضرات ہیں۔ لیکن ہم اپنے مضمون نگاروں سے درخواست کرتے ہیں کہ ایک مختصر سا مضمون جو سائل کیلئے تسلی بخش ہو لکھکر دفتر میں بھیجدیں۔ تاکہ ہمیں کسی پادری کا ممنون احسان نہ ہونا پڑے" پھر مسٹر ایف ایم لکھتے ہیں۔ کہ میں نے اس کے بعد متواتر کئی نمبر دیکھے۔ مگر کسی مسلمان نے جواب نہیں دیا۔ اور ہم اڈیٹر کی اولوالعزمی کی ضرور داد دیتے.... اگر اسکی یہ اولوالعزمی ناواقفیت پر مبنی نہ ہوتی کیونکہ بحکم آیۃ کریمہ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اسکو کسی اہل کتاب کے مستفتی ہونے میں عار نہ کرنا چاہئے۔"

ہمیں یہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ اڈیٹر صاحب البلاغ نے یہ کیوں لکھا کہ ہم کسی پادری کے ممنون احسان ہونا نہیں چاہتے۔ بلکہ ہم اسجگہ یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ مسٹر ایف ایم نے کسطرح لوگوں کو دھوکہ دیکر اپنے آپ کو آیۃ کریمہ مذکورہ کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ اور اڈیٹر صاحب البلاغ کو ملزم کیا ہے۔ کہ کیوں انہوں نے اس آیۃ کریمہ سے واقفیت حاصل نہیں کی۔

پادریصاحب نے اہل الذکر سے مراد اہل کتاب لیا ہے۔ حالانکہ قرآن شریف پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن شریف میں کسی جگہ بھی ذکر کے معنے کتاب کے نہیں آئے۔ ذکر کے معنے ہیں نصیحت۔ سمجھ کی بات۔ اسلئے آیت مذکورہ کے یہ معنے ہوئے کہ ان سے دریافت کرلو جن کے پاس نصیحت یا سمجھ کی بات ہے۔ نہ یہ کہ ان سے جن کے پاس کتاب ہے۔ کیونکہ اگر ذکر کے معنے کتاب کے لئے جائیں تو کیا آیۃ کریمہ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر

کے یہ معنے کیئے جائیں گے کہ ہم نے قرآن کو کتاب کیلئے آسان کر دیا ہے ۔ نہیں ہرگز نہیں کیونکہ ان معنوں سے کوئی مطلب نہیں نکلتا ۔ بلکہ اس آیت کریمہ کے یہ معنے ہوں گے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے ۔ اب پادریصاحب کا فرض ہے ۔ کہ اپنے آپ کو اہل نصیحت ثابت کر کے دکھلائیں ۔ اگر ان کے پاس نصیحت ہوتی تو آج یہ تثلیث جیسے ناقابل تسلیم مسئلہ کو کیوں قبول کرتے جسکو عقل انسانی ایک لمحہ کیلئے بھی نہیں مان سکتی ۔

ذکر قرآن کریم کی صفت بھی ہے (دیکھو لغات القرآن ص۱۷۵) والذکر صفت القرآن کما قال اللہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون وقال تعالیٰ ھٰذا ذکر مبارک ان معنوں کے لحاظ سے پادریصاحب غور کر کے بتلائیں کہ ایڈیٹر صاحب البلاغ نے کیا غلطی کی جبکہ انہوں نے فسئلوا اھل الذکر کے مطابق اھل الذکر (اھل القرآن) سے ہی دریافت کیا اب دیکھنا چاہئے کہ یہ آیت کریمہ کہاں کہاں اور کن کن معنوں میں آئی ہے ۔ قرآن کریم میں یہ آیت دو جگہ واقع ہوئی ہے ۔ اور دونوں جگہوں میں بالکل ایک ہی طرح وارد ہوئی ہے ۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک جگہ من قبلک ہے ۔ اور دوسری جگہ قبلک ہے ۔ آیت کریمہ اسطرح پر ہے ۔ وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (پارہ ۱۴ع ۱۱) و (پارہ ۱۷ع ۱) ترجمہ ۔ اور ہم نے تجھسے پہلے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہ آدمی ہی ہوتے ہیں کہ ہم انکیطرف وحی کرتے ہیں ۔ اگر تمہیں اس بات کا علم نہیں تو اہل الذکر سے دریافت کر لو ۔

اب ذرا آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کہ اہل الذکر سے کیا مراد ہے ۔ کیا عیسائی (جن کے پاس انجیل ہے ۔ جسکو وہ خود بھی کتاب تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ تجلی کے مارچ کے پرچہ ص۱۱۱ میں لکھا ہے "مسیحی مذہب ایک روحانی مذہب ہے اور اسی لئے ان معنوں میں کتابی مذہب نہیں ہے جن معنوں میں محمدی مذہب ہے انجیل ایک کتاب کا نام نہ تھا") یا کہ کوئی اہل کتاب ۔ اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اہل الذکر وہ ہوتے ہیں جو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جو رسول آیا کرتے ہیں ۔ وہ رجال ہوا کرتے ہیں ۔ اگر پادریصاحب اہل الذکر میں شامل ہونا چاہتے ہیں ۔ تو کیا ان کا فرض نہیں ہے ؟ کہ وہ مسیح کو بھی رجل سمجھیں اور خدا نہ بنائیں ۔ لیکن

آپ مسیح کو خدا تسلیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے تو پھر کسطرح ممکن ہے۔ کہ آپ اہل الذکر ہو سکیں۔

ہم اس مختصر سے مضمون میں صرف یہ نہیں دکھانا چاہتے کہ پادری ایف۔ ایم۔ نے یہ دجل کیا ہے۔ اور دہوکہ دہی سے اپنے آپ کو اہل الذکر میں شامل کر کے ہمارے بھائی ایڈیٹر البلاغ کی ناواقفی کا ثبوت دیا ہے۔ بلکہ یہ تو زائد بحث تھی۔ جو یونہی جملہ معترضہ کے طور پر آگئی ہے۔ اب ہم اصل سوال کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔

پیشتر اس کے کہ ہم یہ بیان کریں۔ کہ یسوع کی شادی ہوئی یا نہ یا یہ کہ شادی ہونیکے ہمارے پاس کیا ثبوت ہیں۔ اور نہ ہونے کے کیا ہیں۔ ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ پادریصاحب نے جو یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اُن کو مسلمانوں سے بڑھکر علم ہے۔ کیونکہ مسلمان جواب نہیں دیسکتے حالانکہ اور وہ خوب دیسکتے ہیں) کہانتک صحیح ہے۔ پادریصاحب نے شادی نہ ہونیکی چار دلیلیں پیش کی ہیں۔ اور چاروں دلیلیں ایسی نکمی اور لچر ہیں۔ کہ ہم حیران ہیں کہ ایسی بودی دلیلوں کو ایسے رسالہ میں کیوں جگہ دیگئی جسکا دعوے ہے کہ اس رسالہ میں فلسفہ مذہب پر بحث ہوتی ہے۔ پہلی دلیل جو پیش کیگئی ہے وہ یہ ہے۔ "حضرت یحیٰی حصور تھے عورتوں کی صحبت سے بالکل پرہیز کرنیوالے تھے۔ (آل عمران ع۴) اور یہی جواب اس سوال کا بھی ہو سکتا ہے"

ناظرین! غور کریں۔ کہ اول تو لفظ حصور قرآن کریم میں صرف حضرت یحیٰے علیہ السلام کیلئے وارد ہوا۔ اگر کہیں یسوع کے لئے استعمال کیا گیا ہے تو پادریصاحب نکالکر دکھلائیں۔ ورنہ یہ انکا دعوے بلا دلیل ردی میں پھینکنے کے لائق ہوگا۔ دوم۔ لفظ حصور کے معنے گو میرے بعض بزرگوں نے یہ بھی کئے ہیں۔ کہ عورتوں سے کلی پرہیز کرنیوالا۔ مگر حصور کے یہ معنے بھی ہیں عفیفا۔ مصلحا لامور الناس (لغات القرآن ص۱۱۵ تحت لفظ حصر) اور الکاتم للسر (دیکھو قاموس) بھی تو حصور کے معنے ہو سکتے ہیں۔ اب پادریصاحب یہ ثابت کر کے دکھائیں۔ کہ حصور وہی ہو سکتا ہے۔ جو شادی بھی نہ کرے۔ غور کرو حضرت ذکریا علیہ السلام دعا کرتے ہیں۔ فَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ اس کے جواب میں خدا تعالے فرماتا ہے۔ کہ ہاں تجھے ایک لڑکا دیا جاویگا۔ جو حصور ہوگا

اب یہ سوال حل طلب ہے کہ کیا حضرت زکریا علیہ السلام نے جو وارث مانگا تھا۔ ان کو ایسا وارث ملنا چاہیئے جو آگے شادی نہ کرے۔ اور پھر وہاں تک ہی کام ختم ہو جائے۔ نہیں نہیں بلکہ اسطرح دعا کی قبولیت میں ایک نقص معلوم ہوگا۔ پھر خدا تعالےٰ قرآن کریم میں یہ بھی فرماتا ہے ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم ازواجا وذریۃ۔ اب ایک ظاہر بین شخص کہیگا کہ دیکھو صاحب قرآن شریف میں خود اختلاف ہے۔ ایک طرف تو حضرت یحییٰ کو حصور کہا ہے۔ اور دوسریطرف کہا ہے کہ رسول کریمؐ سے پہلے جتنے رسول تھے۔ انکی بیویاں تھیں۔ مگر تدبر کرنیوالا سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ حصور وہی ہو جسکی کوئی بیوی نہ ہو۔ بلکہ حصور بیوی والے شخص کو کہا جاتا ہے جو نکاح کے باعث حصار کے اندر آجاتا ہے۔ سوم۔ اگر فرض کے طور پر ایک منٹ کے لئے یہ تسلیم بھی کیا جاوے۔ کہ حصور وہی ہو سکتا ہے جسکی شادی نہ ہوئی ہو۔ اور جو عورتوں سے بالکل پرہیز کرنیوالا ہو۔ تو ہم پادری صاحبان سے اسبات کا ثبوت ضرور دریافت کرینگے۔ کہ کیا یسوع بھی حصور میں شامل تھا؟ کیونکہ انجیل سے تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ فاحشہ عورتیں اس کے پاس آتی تھیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ایک فاحشہ عورت نے اس کے پاؤں اپنے آنسوؤں سے دہوئے۔ اور پھر اپنے سر کے بال اس کے پاؤں پر ملے۔ اور پھر اسی عورت نے یسوع کے سر پر عطر بھی ڈالا جو سنگ مرمر کے عطردان میں لائی تھی اور اس امر کو لوگوں نے برا بھی سمجھا بعضوں نے تو یہ بھی کہدیا۔ کہ اگر یہ نبی ہوتا تو ایسا نہ کرتا (دیکھو متی ۲۶: ۶ و ۷ مرقس ۱۴: ۳ لوقا ۷: ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹ یوحنا ۱۱: ۲) پھر یہی نہیں کہ عورتیں جو چاہیں کرتیں۔ بلکہ انجیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یسوع اس بدکار اور فاحشہ عورت اور اسکی بہن کو پیار بھی کرتا تھا (یوحنا ۱۱: ۵) اس سے معلوم ہوا کہ یسوع حصور نہ تھا اس کے آگے چلکر پادریصاحب بیان فرماتے ہیں۔ کہ خداوند مسیح نبی مادر زاد تھے جس کے ثبوت کیلئے (سورہ مریم ع ۲) کا حوالہ دیتے ہیں۔ یوں تو تمام نبی مادر زاد نبی تھے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے سے نبی تھے کیونکہ خدا تعالےٰ کے علم میں وہ نبی ہو چکے تھے جیساکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کنت نبیاً و کان آدم بین الماء والطین مگر جو رکوع پادریصاحب نے ثبوت کیلئے پیش کیا ہے۔ ہم نے اسوقت

اس رکوع کو بڑے تدبر سے پڑھا ہے۔ اور ہم یہ کہنے کو تیار ہیں کہ اس رکوع میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے ثابت ہو سکے کہ مسیح مادر زاد نبی تھے۔ ہاں اس رکوع میں ایک لفظ ہے جو عیسائیت کو جڑھ سے اکھاڑ رہا ہے۔ جسکو اسجگہ بیان کیا جاتا ہے۔ گو مضمون سے اس کا کوئی بڑا تعلق نہیں ہے۔ اس رکوع میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام اقرار کرتے ہیں انی عبد اللّٰہ۔ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ عیسائی صاحبان غور کریں کہ یسوع خود خدا تھا یا خدا کا بندہ تھا۔ پھر جناب مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیا۔ مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا اسجگہ ذکر کے معنو نہیں بھی پادری صاحب غور کریں کہ یسوع خدا نہ تھے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے بندے تھے اور جو یسوع کو خدا کہتے ہیں وہ اہل الذکر نہیں ہیں۔

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں۔ "اور آپ کو خوب معلوم تھا کہ آپکی دنیاوی عمر صرف ۳۳ سال کی ہوگی"۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یسوع کو یہ علم تھا کہ انکی عمر ۳۳ سال کی ہوگی تو پھر وہ کیوں اپنی عمر کو ختم کرنے گے بعد مرتے وقت کہتے ہیں ایلی ایلی لما سبقتانی اور کیوں اپنی رہائی کی درخواست کرتے تھے جبکہ جانتے تھے کہ اب قطعی موت ہے کیونکہ میری عمر ختم ہو چکی ہے۔

پھر پادری صاحب دعوےٰ کرتے ہیں کہ آپ نے (یسوع ملعون[۱] نے) اپنی ساری عمر کو بینظیر ایثار نفس کے ساتھ فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا۔ حتےٰ کہ آپ نے تمام ضروری لذات کو بھی بخوشی ترک کر دیا تھا۔ اور کھانے پینے سے بھی غافل تھے + ناظرین غور کریں۔ ایک شخص شراب پیتا ہے۔ فاحشہ عورتوں سے دوستی رکھتا ہے۔ اور پھر اس کے متعلق کہا جاتا ہے

---

[۱] پادری صاحب گھبرائیں نہیں ہم نے یہ لفظ ان کے اپنے اصول کے مطابق لکھا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ پادری صاحب اس سے خوش ہونگے۔ کیونکہ یہی تو بات ہے۔ جس پر عیسائی مذہب کی بنیاد ہے اگر یسوع ملعون نہ ہوتا تو پھر کفارہ کسطرح جائز ہوتا۔

نوٹ۔ ہمارے مسلمان بھائیوں کو یاد رہے۔ کہ ہم حضرت مسیح ابن مریم کو ملعون نہیں کہتے جو خدا تعالےٰ کے پیارے نبی تھے۔ بلکہ عیسائیوں کا یسوع ملعون تھا۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہرگز نہیں۔ کیونکہ جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ وہ تو نہ خدا تعالےٰ کا بیٹا ہے۔ نہ ملعون ہے۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا ایک بشر رسول تھا۔

کہ اس نے فی سبیل اللہ لذات کو ترک کر دیا۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ شرابی سے بڑھکر کون شخص لذات کا گرویدہ ہو سکتا ہے خاصکر جبکہ فاحشہ عورتوں کو بھی اسکی دوستی کا فخر حاصل ہو۔ کھانے پینے کے متعلق انجیل سے ثابت ہے۔ کہ یسوع ملعون کھانا کھاتا تھا۔ چنانچہ کھانا ہی تو کھانے گیا تھا۔ جبکہ مریم نے عطر چھڑکا اور اپنے آنسوؤں سے پاؤں دھوئے۔ جسکا حوالہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ پھر پادریصاحب فرماتے ہیں۔ کہ کیا اس کو زیبا تھا کہ اپنے بیش بہا آسمانی مقدس اوقات کا کوئی معتدبہ حصہ گرستی کے دھندوں ..... میں تلف کر دے"۔ میرے خیال میں ایک شخص جو شراب پیئے۔ اس کے نشے کی حالتیں رہے اور پھر شراب کے لوازم کو پورا کرنیکے لئے فاحشہ عورتوں سے دوستی لگانیمیں وقت خرچ کرتا ہے۔ اس سے تھوڑے وقت میں اپنے گھر کے سب کام کاج کر سکتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ کہا جائے۔ کہ شادی کیلئے وقت تلف ہوتا ہے اور شراب پینے اور عورتوں سے دوستی لگانے میں وقت تلف نہیں ہوتا۔ ع

تم ہی سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے +

دوسری دلیل جو پادریصاحب نے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہے:۔ کہ "قرآن کریم میں ہے ان مثل عیسٰے عند اللہ کمثل ادم (ال عمران ع) سوچنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے آدم کو مجرد پیدا کیا تھا۔ اور ہمیشہ مجرد ہی رہتے اگر انکے لئے انکی مثل انکی جنس سے ایک عورت نہ پیدا کر دیجاتی چنانچہ لکھا ہے۔ وخلق منھا زوجھا۔ مگر آدم ثانی یعنی خداوند مسیح پیدا ہوئے تو ان کا جوڑا نہیں پیدا کیا گیا۔ اور ان کا مجرد رہنا لازم آیا" افسوس عیسائیوں کی عقل کو کیا ہو گیا۔ وہ ذرہ بھی غور نہیں کرتے۔ دیکھو خود یہ دلیل دیتے ہیں۔ کہ ان مثل عیسٰے عند اللہ کمثل ادم کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام آدم کی مانند تھے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ کہتے ہیں۔ کہ یسوع تو خدا کا بیٹا تھا۔ وہ ہر نسبت خدا ہی کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں اسی آیت میں فرماتا ہے خلقه من تراب۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ تو اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام بھی مٹی سے پیدا کئے گئے۔ نہ یہ کہ وہ خدا تعالےٰ کے فرزند تھے۔ یہ بات کہ آدم اول کیلئے تو اسکی قسم سے اسکی بیوی پیدا کیگئی تھی اور آدم ثانی کیلئے نہیں کیگئی غلط ہے۔ کیونکہ خلق منھا زوجھا کے یہ معنے نہیں کہ اگر حضرت حوا علیہا السلام پیدا نہ ہوتیں

تو حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ممنوع تھا۔ کہ وہ کسی اور عورت سے نکاح کرتے۔ بلکہ اسجگہ اللہ تعالےٰ تو اپنے احسانات یاد دلاتا ہے۔ کہ دیکھو ہم نے انسان کے لئے بیوی بھی اسکی قسم سے بنائی ہے۔ یہ ہمارا فضل ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ آیا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی مثل کوئی اور عورت تھی کہ نہیں۔ اس سوال پر غور کرنے سے جلد معلوم ہو جائیگا۔ کہ حضرت عیسےٰ بھی حضرت آدم علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ اور عورتیں بھی حضرت آدم علیہ السلام کی مثل تھیں تو کیا پھر یہ لازم نہ آئیگا۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی مثل بھی عورتیں موجود تھیں۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

تیسری دلیل پادریصاحب نے مسیح کے مجرد رہنے کیلئے یہ بیان کی ہے۔ کہ قرآن شریف میں اللہ کی ذات کی نسبت لکھا ہے۔ لم یلد ولم یولد اور پھر یہ کہ ولم تکن لہ صاحبہ۔ خداوند مسیح کو ہر نسبت صرف خدا ہی کے ساتھ ہے۔ وہ خدا کے کلمہ اور خدا کی روح ہیں۔ جسکی نظیر دنیا کے پردے میں مفقود ہے۔ پس دنیاوجسمانی اعتبار سے ان کے بھی کوئی باپ ہو سکتا ہے نہ کوئی اولاد اور نہ کوئی جورو۔" + پادریصاحب نے یہ دعوےٰ تو کیا ہے۔ کہ یسوع ملعون کو ہر نسبت خدا تعالےٰ کے ساتھ ہے۔ مگر افسوس کہ اس کو اس دعوے کے وقت وہی آیت کریمہ یاد نہیں رہی۔ جو اس دعوےٰ کے ایک ہی سطر اوپر لکھکر اس دعوے کی دلیل ٹھہرائی ہے وہو ہذا۔ لم یلد ولم یولد۔ پادریصاحبان بتائیں۔ کہ یسوع آسمان سے گرا تھا۔ یا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے پیدا ہوا تھا۔ اگر مریمؑ کے ہاں پیدا ہوئے تھے تو پھر لم یولد نہ رہے پھر دیکھئے کہ اگر خدا لم یلد اور لم یولد ہے۔ تو خدا باپ اور خدا بیٹا کے کیا معنے ہیں؟ کیا کوئی بغیر کسی کے جننے کے باپ ہو سکتا ہے۔ یا بغیر اس کے کہ جنا گیا ہو بیٹا ہو سکتا ہے۔ کیا یسوع لم یلد اور لم یولد والی صفت کے مطابق جو کہ پادریصاحب نے خود پیش کی ہے۔ خدا ہوئے یا انسان علاوہ ازیں پادریصاحب اس سوال کا جواب بھی دیں ...... ہے ؟ کہ ایک شخص (مثلاً زید) کے ایک لڑکا ہے۔ جس کا نام بکر ہے۔ تو کیا یہ ممکن ہے۔ کہ زید کی بیوی نہ ہو۔ خاصکر اس صورت میں جبکہ یہ بھی تسلیم کر لیا گیا ہو کہ بکر ایک عورت ہندہ کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ اس معاملہ میں جب کوئی غور کرے گا۔ تو اسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہندہ جو ہے

بکر کی ماں ہے۔ بیوقوف ہوگا جو یہ کہیگا کہ ہندہ کا زید سے کوئی تعلق نہیں۔ اس مثال سے واضح ہو گیا۔ کہ عیسائیوں نے خدا تعالےٰ کو اسبات سے بھی جواب دیدیا ہے۔ کہ وہ صفت لم تکن له صاحبه سے متصف ہو۔ اب دیکھو یسوع کو خدا کی تمام کاملہ نسبت دینے سے کیا نقص نکلا۔ کہ ان تینوں صفتوں سے نہیں جو خدا تعالےٰ میں ہونی چاہئیں (اور اس امر میں پادریصاحب بھی متفق ہیں کیونکہ اگر متفق نہ ہوتے تو حوالہ نہ دیتے) خدائے واحد لاشریک کے پاس ایک بھی صفت باقی نہ رہی۔ ہاں اگر مسیح کو خدا تعالےٰ سے علیحدہ کیا جاوے۔ تو خدا تعالےٰ کے پاس تمام صفتیں ویسی کی ویسی ہی رہتی ہیں۔ انمیں کوئی نقص نہیں آتا۔ اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو مثل آدمؑ تسلیم کیا جاوے (جیساکہ پادریصاحب نے بھی تسلیم کیا ہے) تو پھر خدا تعالےٰ نہ لم یلد ہو سکتا ہے نہ لم یولد اور نہ اسے صاحبہ کی ضرورت رہتی ہے۔ ہم اس مختصر سے مضمون میں ابطال الوہیت کے دلائل مفصل ذکر نہیں کر سکتے صرف ایک دو موٹی موٹی دلیلیں بیان کرتے ہیں

۱۔ خدا تعالےٰ کو کبھی کھانیکی ضرورت نہیں (جیساکہ پادریصاحب کو یہ ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہوئے (کہ یسوع کو خدا تعالےٰ سے تعلق ہے) اسبات کا اقرار کرنا پڑا ہے۔ کہ کھانے سے بھی یسوع غافل رہتا تھا) حالانکہ یسوع کھانا کھایا کرتا تھا۔ جیساکہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں۔

۲۔ خدا تعالےٰ لم یولد ہے (جیساکہ پادریصاحب نے تسلیم کیا ہے) اور یسوع یولد تھا۔ جسکو حضرت مریم علیہا السلام نے جنا۔

۳۔ خدا تعالیٰ فانی نہیں۔ یسوع فانی تھا۔ جیساکہ بالآخر مرکر کشمیر میں مدفون ہوا

۴۔ خدا تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے دشمنوں پر فاتح ہوتا ہے۔ اور کبھی مفتوح نہیں ہوتا اس کے بالمقابل یسوع یہودیوں کے ہاتھوں میں پھنسا۔ سولی دیا گیا جس سے کہ ان کے پیرووں نے بھی ان کا نام ملعون رکھا ہم اس بحث کو انہیں چار دلائل پر ختم کرتے ہیں۔ ع۔ کافی ہیں سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے + مندرجہ بالا بحث سے یہ تو ضرور معلوم ہو گیا۔ کہ مسیح خدا تعالےٰ کے مشابہ نہ تھے۔ اسلئے لم تکن له صاحبه یسوع کی صفت نہیں ہو سکتی۔ چوتھی دلیل پادریصاحب نے یہ دی ہے۔ کہ یہ جو دنیا کے رشتے ہیں۔ باپ۔ بیٹا۔ جورو

اگر کوئی انہیں سے جسمانی تصورات کو علیحدہ کر دے۔ تو ان میں ایک لطیف روحانی معنے پوشیدہ ہوتے ہیں....بٰ ۱. خاوند جورو کے رشتے میں جو روحانی معنے ہیں انکیطرف مقدس پولوس اشارہ فرماتے ہیں (۵ : ۳۲) اور عیسائیونکی عالمگیر جماعت یعنی مسیحی کلیسیا کو مسیح کا بدن اور مسیح کی دلہن کہا (انتہیٰ بلفظہٖ) ہمیں اسبات کے تسلیم کرنیمیں کوئی عذر نہیں کہ نبیونکی امت انکی بیوی کے درجہ پر ہوتی ہے۔ مگر ہم یہ ضرور دریافت کرینگے۔ کہ کیا ضرور ہے؟ کہ جسکا کوئی روحانی رشتہ ہو۔ اس کا ظاہر میں کوئی رشتہ نہ ہونا چاہیئے۔ آپ ہی فرمائیں کہ آپکی بیویاں بحیثیت اس کے کہ وہ عیسائیوں کے عالمگیر گروہ میں شامل ہیں۔ یسوع کی بیویاں ہیں (جیسا کہ آپ نے ثابت کیا ہے) یہ اُنکا روحانی رشتہ ہے۔ تو پھر کیا وہ آپکی بیویاں نہیں ہیں؟ جیسا کہ ظاہر ہیں اور فی الحقیقت ہیں۔ حالانکہ آپکے اصول کے مطابق یہ غلط ہے۔ لہذا یہ ضروری نہیں کہ اگر مسیح کی روحانی بیوی ہے۔ تو ظاہری نہ ہو۔

اب ہم پادریصاحب کیطرف سے اعراض کر کے اصل سائل کیطرف متوجہ ہوتے ہیں یہ سوال کہ مسیح کلمۃ اللہ کیوں مجرد رہے۔ اصلاح طلب ہے۔ یعنی پیشتر اس کے کہ یہ سوال کیا جاوے کہ مسیح کیوں مجرد رہے۔ یہ سوال ہونا چاہیئے۔ کہ کیا یسوع نے شادی کی۔ اگر اس سوال کے جواب میں ثابت ہو جائے۔ کہ شادی نہیں کی تب تو اصل سوال صحیح ہوگا۔ اور اگر برخلاف اس کے یہ بات ثابت ہو جائے کہ مسیح نے شادی کی۔ تو پھر اس سوال کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اسلئے ہم پہلے اس سوال کے جواب میں کہ کیا مسیح نے شادی کی

---

۱ اسجگہ جو عبارت ہے۔ اسمیں پادریصاحب مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم یسوع کو روح اللہ خدا کی جان یعنے خدا کا بیٹا تسلیم کرتے ہو۔ ہمیں افسوس ہے کہ پادریصاحب ذرا بھی غور سے کام نہیں لیتے۔ کاش کہ وہ غور کرتے کہ قرآن کریم نے روح کو کن معنوں میں استعمال کیا ہے۔ قرآن شریف میں جہاں کہیں یہ لفظ استعمال ہوا ہے تو من امر یعنی الحکم سے کے معنوں میں آیا ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی۔ اور دوسری جگہ پر ہے وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا۔ ان دونوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ روح کے معنے ہیں خدا تعالیٰ کے امر سے یا حکم سے۔ اسلئے روح اللہ کے معنے ہوئے کہ حضرت مسیح ابن مریم اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئی ہیں۔ نہ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جان ہیں یعنے

بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام نے شادی کی تھی۔ جیسا کہ میرے مکرم و مخدوم حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز نے اپنے معزز و بے نظیر رسالہ کے اپریل ۱۹۰۵ء کے پرچہ میں ثابت کیا ہے۔ اسجگہ میں ریویو آف ریلیجنز کی اصل عبارت نقل کرتا ہوں۔ وھو ھذا:۔

کیا حضرت مسیح بیوی رکھتے تھے

ایک زمانہ وہ تھا جب یہ کہنا کہ حضرت مسیح کے اور بھی بھائی اور بہنیں تھیں انکی شان کی ہتک سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ اس بات کو ناممکن سمجھا جاتا تھا کہ خدا کی ماں نے فانی بچے جنے۔ مگر اب یہ صورت نہیں کیونکہ عیسائی صاحبان نے اب تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ کی سوائے مسیح کے اور اولاد بھی تھی لڑکے اور لڑکیاں بھی۔ مگر اس امر کو کہ حضرت مسیح بیوی رکھتے تھے ابتک بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس بات کو انکی شان الوہیت کے خلاف سمجھا جاتا ہی کہ خدا ہو کر وہ بیوی بھی رکھتے ہوں اور حقوق زوجیت کو بھی ادا کرتے ہوں حالانکہ شان الوہیت کو صدمہ پہنچانیوالی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح کو بھوک بھی لگتی تھی اور کھانا بھی کھاتے تھے۔ بلکہ انجیل میں تو لکھا ہے کہ جی اٹھنے کے بعد بھی آپ کو بھوک لگتی تھی اور آپ کھانا کھاتے رہے اور ایسا ہی جب آپکو پیاس لگتی تو آپ پانی پیتے تھے پس جس شخص کو یہ دو بشری تقاضے لگے ہوئے تھے وہ باقی بشریت کے تقاضوں سے خالی نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ قرآن شریف نے نہائت خوبصورت اور مختصر الفاظ میں انکی الوہیت کے بطلان میں صرف اسیقدر فرمایا ہے اور اسکو پھیلاؤ تو کئی جلدیں دلائل کی تیار ہو سکتی ہیں کہ کانا یاکلان الطعام یعنی حضرت مسیح اور انکی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے پس جو شخص دو یا تین وقت روٹی کھا کر بھی خدا رہ سکتا ہے بیوی رکھنے سے کیونکر اسکی کسر شان ہو سکتی ہے۔ مگر کلیسیا نے حضرت مسیح کے نکاح کے انکار پر اصرار کو ہی مفید سمجھا ہے۔ اور یہ کبھی نہیں خیال کیا کہ اس انکار کا نتیجہ تو یہ ہے کہ کمال انسانی تجرد میں ہے نہ نکاح اور ادائیگی

حقوق زوجیت میں۔ علاوہ ازیں اگر مسیح نے نکاح نہیں کیا تو ہر ایک سچے عیسائی کا فرض ہے کہ وہ بھی اپنے آقا اور مرشد کے نقش قدم پر چلے اور نہیں تو یہ فائدہ تو اس کا ضرور ہوگا کہ اس طریق سے دنیا اس جھوٹے عقیدہ والوں سے خالی ہوکر ایک غلط عقیدہ سے نجات پا جائیگی۔ ہاں عیسائیوں میں فرقہ مارمن ایسا پیدا ہوا ہے کہ اسکی تعلیم عیسائوں کے اس خیال پر پانی پھیرتی ہے

اخبار اگنا شک جرنل ۱۸ مارچ کے پرچہ میں ایک مضمون مارمنوں پر چھپا ہے جس کے اثنا میں یہ دکھایا گیا ہے کہ حضرت مسیح نے صرف نکاح ہی نہیں کیا بلکہ ایک ہی وقت میں کم از کم تین بیبیاں ضرور تھیں۔ عیسائی اس بات کا منہ پر لانا بُرا سمجھتے ہیں مگر برا منانے کی اسمیں کیا بات ہے حضرت مسیح کے وقت میں تعدد ازدواج کا عام رواج تھا۔ اور آپ نے کبھی صراحتاً یا کنایتاً ایک لفظ بھی نہیں کہا جسمیں تعدد ازدواج کی مخالفت پائی جاتی ہو۔ پس اگر وہ اس کے مخالف نہ تھے تو لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ تعدد ازدواج کے حامی تھے۔ پھر اسپر عمل کرنا کونسی تعجب کی بات ہو سکتی ہے۔ مارمنوں کے پریزیڈنٹ ارمن ہائیڈ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ اس نے اپنے وعظ میں جو ایک عام جلسہ میں سنہ ۱۸۵۳ء میں بیان کیا گیا یہ کہا تھا "مریم اور مارتھا۔ اور دوسری عورتوں کے متعلق جو مسیح کے ساتھ رہتی تھیں کیا کہنا چاہیئے۔ پہلے زمانے میں (اور یہ رواج آجتک چلا جاتا ہے) عورتیں اپنے خاوندوں کو لارڈ (آقا) کے نام سے پکارتی تھیں جیسا کہ سارہ کی مثال سے ظاہر ہے۔ لفظ لارڈ (آقا) بعض زبانوں میں لفظ ہسبنڈ (خاوند) کا مترادف ہے۔ اور ماسٹر (مالک) لارڈ (آقا) اور ہسبنڈ (خاوند) کے ایک ہی معنے ہیں۔ جب مریم ہفتہ کے پہلے دن قبر پر آئی تو بجائے یسوع کے اس نے دو فرشتوں کو سفید کپڑوں میں دیکھا اور انہوں نے اسے کہا کہ اے عورت تو کیوں روتی ہے اس نے جواب دیا اس لئے کہ وہ میرے آقا (یعنی خاوند کو لے گئے ہیں اور میں نہیں جانتی کہ انہوں نے اسے کہاں رکھدیا ہے اور جب وہ یہ کہہ چکی تو اس نے پھر کر دیکھا کہ یسوع کھڑا ہے مگر اس نے اسے پہچانا نہیں۔ یسوع نے اسے کہا کہ اے عورت تو روتی کیوں ہے اور کسے تلاش کرتی ہے اس نے اسے باغبان سمجھ کر کہا کہ اگر تو نے اسے یہاں سے اٹھایا ہے تو مجھے بتا کہ تو نے اسے کہاں رکھا ہے اور میں اسے لیجاؤنگی۔ یسوع نے اسے کہا مریم۔ اس نے پھر کر دیکھا اور کہا ربونی

یعنی اے میرے مالک، کیا یہ الفاظ اس محبت کو ظاہر نہیں کرتے جو بیوی کو خاوند سے ہوتی ہے ضرور کرتے ہیں اور صاف طور پر ان یگانگت اور ہمدردی کے تعلقات کو ظاہر کرتے ہیں جو شوہر اور بی بی میں ہوتے ہیں۔ محض اشتراک مذہب کی بنا پر ایسی محبت (ایک عورت اور مرد کے درمیان) ہرگز نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد اور ثبوت حضرت مسیح کے نکاح کرنیکا اوراق انجیل سے دیا گیا ہے اور اس کے لئے انجیل یوحنا کے دوسرے باب کی ابتدائی آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جہاں ایک دعوت کا ذکر ہے جو کسی شادی کی تقریب پر ہوئی تھی یہ عجیب بات ہے کہ اس دعوت میں ایکطرف تو حضرت مسیح اور آپ کی ماں شریک ہیں اور دوسریطرف آپکے حواری بھی اسمیں شامل ہیں۔ دولہا کا نام تو نہیں دیا گیا مگر ان قراین سے اس کے نام کی تعیین ایک حد تک ضرور ہو سکتی ہے وہ کون شخص ہو سکتا ہے جسکی خاطر ایک طرف تو حضرت مسیح کی ماں شامل دعوت ہو اور دوسریطرف وہ لوگ بھی شامل ہوں جنہوں نے مذہبی طور پر آپ سے تعلق پیدا کیا تھا۔ یعنی آپ کے حواری۔ ان دو فریقوں کے ایک ہی جگہ جمع ہونے کے لئے باعث کشش سوائے حضرت مسیح کے اور کوئی نہ ہو سکتا تھا اس کے علاوہ وہ وجوہات ہیں جو مارمن پریزیڈنٹ نے اپنے وعظ میں بیان کئے تھے۔ وہ کہتا ہے انجیل میں یہ لکھا ہے کہ "جب ان کو شراب کی ضرورت ہوئی تو یسوع کی ماں نے کہا کہ شراب نہیں رہی۔ اگر یسوع کی ماں معمولی مہمان کی طرح اس دعوت میں آئی تھی تو اسکو شراب کے ختم ہو جانے پر کیوں تشویش ہوئی اور کیوں اس انتظام کی فکر پڑی کہ اور شراب مہیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمانداری کا انتظام اسی کیطرف سے تھا۔ اور حضرت مسیح کو خطاب کر کے کہنے سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ یہ انہیں کی شادی کی تقریب تھی "یسوع نے اسے کہا کہ اے عورت میرا تجھ سے کچھ کام نہیں میرا وقت ابھی نہیں آیا۔ اسکی ماں نے نوکروں کو حکم دیا کہ جو کچھ یہ یعنی یسوع تم سے کہے تم وہی کرو" اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نوکر مریم کے ہی تھے جن کو یہ حکم دیا گیا کیونکہ اگر وہ کسی اور کے نوکر ہوتے تو مریم کو یہ کہنے کا حق کیا تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنے بیٹے کا یہ جواب پسند نہیں آیا اور اسلئے انہوں نے نوکروں کو کہا کہ جو یسوع کہتا ہے وہی کرو

گویا ان کا منشاء یہ تھا کہ میں اب دخل نہیں دیتی تم جسطرح چاہو انتظام کرو" اور وہاں چھ پتھر کے مٹکے تھے جو یہودیوں کی رسم کے مطابق رکھے ہوئے تھے اور ان میں سے ہر ایک میں دو یا تین مشکیں پانی کی تھیں اور یسوع نے انکو کہا کہ ان مٹکوں کو پانی سے بھر دو۔ اور انہوں نے ان کو لبالب بھر دیا۔ پھر اس نے انکو کہا کہ اب نکال لو۔ اور دعوت کے منتظم کے پاس لے جاؤ۔ اور جب اس منتظم نے پانی کو جو شراب بنا یا گیا تھا چکھا۔ اور اس کو معلوم نہیں تھا کہ کہاں سے آیا ہے۔ مگر نوکروں کو جنہوں نے پانی نکالا تھا علم تھا) تو دعوت کے منتظم نے دولہا کو بلایا اور اس کو کہا کہ ہر ایک آدمی شروع میں اچھی شراب دیتا ہے اور جب لوگ اچھی طرح سے پی لیں تو پھر وہ ناقص ہوتی ہے مگر تو نے اب تک عمدہ شراب دی ہے۔ صاحبان انجیل کی اس عبارت سے صفائی سے پتہ لگتا ہے کہ اس موقع پر برات کا دولہا خود مسیح ہی تھا کیونکہ شراب کا مہیا کرنا دولہا کا کام تھا جیسا کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے اور اس موقعہ پر شراب کا مہیا کرنیوالا خود مسیح تھا لیں جسقدر کھلے لفظوں انا جیل کے مترجم اور کونسلیں اس مطلب کو ادا کر سکتی تھیں انہوں نے ادا کر دیا ہے اور اصل راز بتا دیا ہے بیں اسبات کو برا نہیں سمجھتا کہ ابراہیم کا بیٹا کہلاؤں یا اپنی نجات دہندہ کا بیٹا یا بھائی یا اسکی نسل سے کہلاؤں اگرچہ مریم اور مارتھا اور بہت ساری اور عورتیں اسکی بیویاں تھیں اور اگرچہ اس نے انہیں میں سے ایک میں سے سات شیطان بھی نکالے تھے میرے نزدیک یہ سب برابر ہے"

اب اس بات کے ثابت کرنے کے بعد کہ یسوع نے شادی کی تھی۔ اس سوال کی ضرورت نہ رہے۔ کہ مسیح کیوں مجرد رہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

عبدالرحیم از قادیاں۔ ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء

ضرورت امام

قرآن شریف میں مامور من اللہ کے وقت کے لئے ایک نہائیت ہی لطیف مثال دیگئی ہے کہ وہ ایک بارش کیطرح ہے جسکے پڑتے ہی طرح طرح کے عمدہ پھل اور خوش کن پھول پیدا ہوتے ہیں لیکن ساتھ ہی اس کے قسم قسم کی بوٹیاں اور گھاس پھوس بھی پیدا ہوتا ہے پر اچھے درخت تو روز بروز زیادہ ہی پھولتے پھلتے چلے جاتے ہیں اور وہ چھوٹی اور ردی بوٹیاں چند روز میں خشک ہو جاتی ہیں یا ان کو چرند و پرند کھا لیتے ہیں۔ اسیطرح اسوقت دو گروہ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو مامور من اللہ کے ساتھ ہو کر بڑے بڑے سایہ دار درختوں سے مشابہ ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو نکمی اور ناچیز بوٹیوں اور گھاس پھوس کیطرح ٹھیرتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جو کہ ہمیشہ اور ہر ایک رسول کے ساتھ ہوتی اور ہر ایک مامور من اللہ کے ظاہر ہوتے ہی طرح طرح کے خیالات کے لوگ ظہور پاتے اور بعض اس خبث اور بدظنی کیوجہ سے جو کہ انمیں ہوتی ہے کوئی نہ کوئی بات ایسی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جسکی وجہ سے اس رسول برحق کی اطاعت کا جوا زبردستی اپنی اتباع کی گردن پر سے اتار دیں لیکن یہ فتنہ سازیاں اور بہانہ بازیاں چل نہیں سکتیں اور آخر کار خدا تعالے جو کہ بڑا غیور ہے اس گردن کو جسپر اسکی اطاعت کا جوا نہیں توڑ دیتا اور اس بیچ کو جس نے دین کا بوجھ نہ اٹھایا ہو ختم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض اور فرماتا ہے واما الزبد فیذھب جفاءً۔

سو اب بھی جبکہ خدا تعالے کا ایک بہت بڑا رسول دنیا میں ظہور پذیر ہوا ہے ضروری تھا کہ دنیا میں ہر ایک طرز کے انسان پیدا ہوں جو ہر قسم کے نیک اور شریر مادہ کو اپنے اندر رکھتے ہوں بعض سعید فطرتیں جنکے دلمیں ذرہ سی بھی روحانیت تھی اسطرف کو جھکے اور خدا کا منور چہرہ دیکھا۔ لیکن وہ جو اپنے اندر ذرا سی بھی گند رکھتے تھے پھر گئے اور اس کے انکار کے لئے

وجوہات سوچنے لگے کاش کہ وہ بدگمانی سے کام نہ لیتے اور اس کے روشن پہلو کیطرف نظر ڈالتے۔ ہزاروں لوگوں نے ہزاروں مختلف وجوہات سوچیں۔ لیکن اسوقت ہم ایک خاص گروہ کے خیالات پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ گروہ ہے جوکہ روشنی کے بہت کچھ قریب پہونچ چکا ہے لیکن نہ معلوم کہ کیوں وہ پھر بھی اتنی دور پڑا ہے کہ بہت سے دوسرے گروہ اس سے زیادہ نزدیک ہیں یہ وہ گروہ ہے کہ جس کا دعوے ہے کہ ہم اس شخص کو جو ماموربن اللہ ہونے کا دعوی کرتا ہے سچا مانتے ہیں لیکن کیا ضرورت ہے کہ ہم اسکی بیعت میں داخل ہوں جبکہ ہم اسلام کے تمام احکام پر چلتے اور سب بدکاریوں سے بچتے ہیں تو پھر کیوں ہم خواہ مخواہ بیعت کریں۔

افسوس کہ یہ لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ اگر ان کا دین کچھ وقعت رکھتا تو وہ خدا جو کہ علیم و بصیر ہے جو ان کے حالات کا ان سے زیادہ واقف ہے ایک شخص کو خاص طور سے چنکر کیوں بھیجتا۔ جب دنیا کو ایک مصلح کی ضرورت نہیں تھی اور جبکہ ہزاروں آدمی ایسے موجود تھے جوکہ خود نیک کام کرتے اور دوسروں کو بھی نیک کام کرنیکی ترغیب دیتے تھے تو پھر خدا کو یہ کیا سوجھی کہ خواہ مخواہ بغیر اس کے کہ کوئی ضرورت ہے ایک مصلح کو روانہ کر دیا کہ تا وہ لوگوں کو صراط مستقیم پر لاوے اور بُرے اور لغو کاموں سے روکے اور تاکہ وہ ان لوگوں کو صاف کرے جن کے دلوںمیں گند ہے اور ان لوگوں کو جو اپنے دلوںمیں ایک ذرہ بھی نیکی کا بیج رکھتے ہیں روحانیت اور معرفت تامہ کا پانی پلائے اور اسطرح اس بیج کو جوکہ خفیہ ان کے دلوںمیں موجود تھا اور خطرناک حالت میں تھا اور قریب تھا کہ ایک پرند کیطرح شیطان اس بیج کو اٹھا کر کھا جائے ایک درخت کیصورت دے اور اس درجہ کو پہونچا دے کہ ہزارہا لوگ اس کے سایہ میں بیٹھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ خدا خوب جانتا ہے کہ اسوقت میرے بندونکی کیسی حالت ہے اور ان کو کس بات کی ضرورت ہے۔ تم دنیاوی حالت کو ہی دیکھو اگر ایک قوم چاہے کہ ہم پر کوئی حاکم نہ مقرر کیا جائے بلکہ ہم بغیر کسی پیش و پس کے جو کچھ احکام صادر ہوں گے انکی تعمیل کریں گے اور انپر کاربند ہونگے تو کیا اس ملک کا شہنشاہ ایسا کر سکتا ہے کیا کبھی بغیر

حاکم کے کام چلتا ہے۔ تم لوگ دنیاوی باتوں میں تو ایک بادشاہ کی یا ایک صدر انجمن کی ضرورت کو محسوس کرتے ہو اور اسبابت کو مانتے ہو کہ ایک پیشرو کا ہونا ضروری ہے اور بغیر ایک امام کے جماعت تتر بتر ہو جاوے گی اور مقاصد میں کامیابی حاصل کرنا مشکل ہو جائیگی لیکن دین کے معاملہ میں تمہاری عقلوں کو نہیں معلوم کیا ہو جاتا ہے کہ ایک چھوٹے سے دنیاوی معاملہ کے لئے کہ جسمیں سوائے چند روزہ جھوٹے فائدہ کے اور کچھ نفع نہیں اسقدر کوشش اور تردد۔ لیکن اس عظیم الشان کام کے لئے کہ جسپر تمام آئندہ امیدوں کا دارومدار ہے اور صرف جس ایک کام پر ہی تمام فلاحیت اور مسرت منحصر ہے اسقدر کوتاہی اور تکبر۔

میں کہتا ہوں کہ اگر سب نیکیاں تم میں موجود ہیں اور بغیر کسی مصلح کی اطاعت کے تم سب احکام الٰہی پر کاربند ہو سکتے ہو تو بھی ایک مصلح کی ضرورت ہے اور ایک ایسا پیشرو تم کو چاہئیے جو کہ نقائص کو دور کرے اسلئے کہ خدا نے ایک رسول پیدا کیا اور تم نے اسکی اطاعت کو برا سمجھا اور تکبر کیا کہ جب ہم میں سب کچھ موجود ہے تو کیا وجہ کہ ہم اسکی اطاعت کریں پس اسکی اطاعت سے تمہارا تکبر بمعہ ان خفیہ غلطیوں کے جو کہ تم میں پائیجاتی ہیں اور تم خود ان سے ناواقف ہو دور ہو جاوے گا اور یہی خداتعالےٰ کا منشاء ہے دیکھو ملائکہ کو اور ابلیس کو جو آدم کی اطاعت کا حکم دیا گیا تو کیا انمیں اسوقت ظاہرہ طور سے نقص تھا۔ نہیں بلکہ ملائکہ بھی صدق دل کے ساتھ اپنے کام میں مشغول تھے اور شیطان بھی ظاہرہ طور پر نیک کاموں میں حصہ لیتا تھا٭ تب ہی تو اس کو فرشتوں کے ساتھ وحی الٰہی ہوئی ملائکہ تو صاف باطن تھے انہوں نے خداتعالےٰ کا حکم مانا اور اطاعت کے ساتھ سر جھکایا لیکن شیطان نے برا مانا اور تکبر کیا۔

پس جو اسکو حکم ملا ہے اور جو کچھ انکو کہا گیا اس سے خوف کرو اور اپنے خدا کے آگے عاجزی سے سر جھکاؤ۔ وہ کیا فیصلہ ہے یہ کہ ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین۔ پس اس دن سے ڈرو کہ تم بھی خداتعالےٰ کے نزدیک کافر ٹھہرائے جاؤ اور شیطان کیطرح راندے جاؤ۔ یہ تمہارے دلوں کا کھوٹ ہے جو کہ یہ الفاظ تمہارے منہ سے نکلوا تا ہے

٭ یہ بات ہم صرف انہی لوگوں کے خیال کے مطابق کہتے ہیں ورنہ کوئی ثبوت نہیں کہ وہ نیک کام کرتا تھا۔

تم کہتے ہو کہ ہم احکام الٰہی پر چلتے ہیں لیکن یہ بات بھی غلط ہے اور بالکل سچائی سے گری ہوئی ہے - اول ہی اول تم اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے حکم کے برخلاف کرتے ہو کیونکہ خدا تعالےٰ تو فرماتا ہے کہ جو کوئی میں رسول بھیجوں اسکی اطاعت کرو یعنی دل سے قولاً و فعلاً اسکی بیعت میں داخل ہو جاؤ - بیعت کرنا اور اطاعت کرنا ایک ہی بات ہے کیونکہ بیعت کے معنے ہیں اپنے آپ کو بیچ دینا اور اسطرح بیعت کرنیوالا اقرار کرتا ہے کہ میں ایک غلام کیطرح جو کچھ حکم صادر ہوگا اسپر کاربند ہونگا اور یہی سچی اطاعت کے معنے ہیں - لیکن تم سرے سے ہی انکار کرتے ہو اور باوجود اس بات کے ماننے کے کہ یہ رسول خدا کیطرف سے ہے تم کو خدا تعالےٰ نے ایک دعا سکھائی ہے جو کہ کم سے کم دن میں چالیس بار تو تم کو ضرور پڑنی پڑتی ہے اگر غور سے دیکھو تو تمہارے اس بیہودہ سوال کا جواب خدا تعالےٰ نے خود اسمیں دیدیا ہے وہ دعا سورہ فاتحہ ہے اور جواب ہے ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم دنمیں پانچ وقت کئی دفعہ یہ دعا ایک امام کے پیچھے صفیں باندھکر کرتے ہو کیا وجہ کہ تم اسپر اعتراض نہیں کرتے کہ جب ہم جسطرح سے حکم دیا ہے نماز پڑھتے ہیں تو پھر کیوں اسطرح سے صفیں باندھکر کھڑے ہوں اور ایک خاص شخص کے تابع ہوکر جسطرح وہ پڑھتا ہے اسیطرح پڑھیں اگر وہ غلطی کرتا ہے تو ہم بھی غلطی کریں خواہ پیچھے سجدہ سہو ہی کرنا پڑے -

درحقیقت جو اس جماعت کی نماز میں فلاسفی ہے وہی اسجگہ بھی ہے - بات یہ ہے کہ جماعت میں ایک خاص برکت ہے اور جماعت اسوقت تک قائم نہیں ہوسکتی جبتک کہ ایک خاص شخص کو پیشوا نہ بنایا جائے - پس کیا تمہارا اپنا مقرر شدہ امام تو تم کو پسند آجاتا ہے لیکن خدا تعالےٰ کا مقرر کردہ امام ناپسند ہوتا ہے اور جبکہ وہ تمہاری بہتری اسمیں دیکھتا ہے کہ تم اسکی اطاعت کرو - لیکن اسکی فرمانبرداری تم کو بری معلوم ہوتی اور اسکی پیروی سے کراہت پیدا ہوتی ہے -

اب میں تم کو بتاتا ہوں کہ اس مذکورہ بالا دعا میں اس کا جواب کیونکر پایا جاتا ہے - دیکھو پہلے تم کہتے ہو کہ ہم (بصیغہ جمع) تیری عبادت کرتے اور ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

یہ ایک جماعت کیطرف سے ہی اور جماعت بغیر ایک ایسے پیشوا کے نہیں ہو سکتی کہ جسکی اطاعت کیجائے پھر آگے چلکر ہے۔ چلا ہم کو سیدھے راستہ پر ان لوگوں کا راستہ کہ جنپر تو نے انعام کئے اسمیں خدا تعالے تم کو سکھاتا ہے کہ یہ دعا مانگو کہ ہم پر فضل کر اور ہمارے لیڈر ایسے شخص نہوں جو کہ خدا سے غافل یا علوم روحانیہ سے بے بہرہ ہوں بلکہ ایسے لوگ ہمارے پیشوا ار کر دے کہ جنپر تو نے زمانہ گزشتہ میں انعام کیا یا زمانہ حال میں جنپر تو نے انعام کیا ہے پس اس دعا میں خدا تعالے تم کو سکھاتا ہے کہ ایک لیڈر کا ہونا ضروری ہے اور وہ لیڈر ایسا ہونا چاہیئے جو کہ خدا تعالے کا پیارا اور اس راستہ پر چلنے والا ہو جسپر خدا چلانا چاہتا ہے جیسا کہ آیت صراط الذین انعمت علیہم سے ظاہر ہے۔ یعنی ان لوگوں کے راستہ پر ہمیں چلا کہ جنپر تو نے انعام کیا اور ہم انہیں کے قدم بقدم چلیں اور ہم انکی اطاعت میں سرگرم اور دل وجاں سے تیار ہوں اور البتہ اگر ہم پھسل جائیں اور ہمارے امام و پیشوا مغضوب علیہم اور ضالین ہو جائیں۔

پس تم سوچو اور غور کرو کہ خدا تعالے نے تم کو نہیں کئی دفعہ یہ دعائیں مانگنا فرض کی ہیں اور پھر بھی تم اگرچہ الفاظ کو رٹتے رہتے ہو لیکن اصل مطلب اور نہ کو نہیں پہونچتے خدا تعالے اسمیں صاف تاکید فرماتا ہے کہ تم ان لوگوں کو اپنا پیشوا ضرور بناؤ جنپر میں نے فضل کیا خواہ وہ زمانہ حال کے ہوں یا زمانہ ماضی کے ورنہ مغضوب علیہم اور ضالین تمہارے امام اور پیشوا ہو جائینگے اور یہاں اس زمانہ کیطرف بھی صاف اشارہ ہے کہ جب مسیح آخرالزمان ظاہر ہوا اور لوگوں نے اسکی اطاعت سے سر پھیرا اور مغضوب اور ضالین میں سے ہو گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

میرے خیال میں اگر کوئی شخص ان واقعات پر غور کرے گا اور انصاف سے کام کرے گا تو وہ انشاءاللہ تعالے سمجھے گا کہ باوجود کل احکام پر چلنے کے بھی ایک امام اور رسول برحق کی اطاعت کی اشد ضرورت ہے۔

مرزا بشیرالدین محمود احمد

ایڈیٹوریل نوٹس

آج جو اسلام کی حالت ہے۔ وہ تو اظہر من الشمس ہے۔ خواہ کسی کے خیال میں آج اسلام مردہ مذہب نہ ہو۔ لیکن احمدی جماعت کے نزدیک تو ضرور آج اسلام مر چکا ہے۔ وہ اسلام کہ جسکی نسبت خدا تعالے اپنے پاک کلام قرآن مجید میں فرماتا ہے اکملت لکم دینکم اور وہ جو نبی کریم محمد صلے اللہ علیہ وسلم جیسے برگزیدہ اور جامع جمیع کمالات پر نازل ہوا تھا۔ اور جسکے بعد اب کوئی نیا دین نہ آئیگا جو کہ اس قرآن اور شریعت کے برخلاف کچھ اور پیش کرتا ہو۔ وہی اسلام آج ایسی بیکسی کیحالت میں پڑا ہے۔ کہ یورپین سٹیٹسمین یا زمانہ کیحالت کے سمجھنے والے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ کہ دو سو سال کے اندر اسلام دنیا سے مفقود ہو جائیگا۔ اور خود بہی خواہان ملک کو بھی ہاتھوں پیروں کی پڑگئی ہے۔ اور وہ بڑے زور سے چلا رہے ہیں۔ کہ خدا کے لئے کچھ فکر کرو۔ ورنہ عذاب الہی سر پر کھڑا ہے۔ لیکن افسوس کہ سوائے چلانے کے اور کوئی کام ان لوگوں سے نہیں ہو سکتا۔ چند لوگوں نے کمر ہمت کس کر چاہا۔ کہ اس ڈوبی ہوئی کشتی کو بچائیں۔ لیکن افسوس کہ وہ سب الٹی ہی راہ پر ہو بیں جا پڑے۔ اور کوئی تو حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اور کوئی بیہودہ کانٹ چھانٹ میں لگ گیا۔ جسکی وجہ صرف یہ کہ خدا تعالی کی مدد ان کے ساتھ نہیں تھی۔ اور نہ انہوں نے کوشش ہی کی کہ خدا کے کلام کو سمجھیں۔ اور دین کو سدہاریں۔ بلکہ دنیوی جھگڑوں نے انکو تباہ کر دیا۔

ایسے وقت میں تو ایک آسمانی ہاتھ کے سوا کوئی نہیں جو بچا سکے۔ پس خدا تعالی نے جو سمیع و بصیر ہے۔ اپنے وعدہ کے مطابق ایک شخص کو بھیجا اور اس کا بھیجنا ہی ہمارے لئے ایک بڑی دلیل ہے۔ کہ آج اسلام پر کوئی مصیبت آپڑی ہے۔ لیکن اب انشاءاللہ تعالی وہ دن گذر گئے کہ اسلام کوئی مردہ مذہب کہے۔ بلکہ خدا کی مدد سے اب اسلام کل دنیا پر حاوی ہونیوالا ہے ہم نے بھی اپنے دلی خلوص کے ساتھ یہ خیال کرتے ہوئے کہ ایسا نہ ہو یہ موقع ہاتھ سے جاتا رہے اس موعود برحق کی اجازت سے جسکو کہ خدا نے مامور کیا ہے۔ نوجوانان ملک کی بہتری کے لئے اس رسالہ تشحیذ الاذہان کو جاری کیا ہے۔ تاکہ ہم ایسے تیار ہوں کہ تمام بیرونی اور

اندرونی حملوں سے محفوظ ہو جائیں۔ لیکن افسوس کہ ابتک ایک بھی نوجوان ایسا نہیں نکلا کہ جس نے ہم کو کسی مضمون کے دینے کا وعدہ بھی کیا ہو۔ سوائے ان کے جو اس مشورہ میں شامل تھے۔ خدا کے فضل سے مضمونوں کی تو رسالہ کو کوئی کمی نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایڈیٹر رسالہ بھی اس کو پورا کر سکتا ہے لیکن احمدی نوجوانوں کی ترقی کا دیکھنا ہی تو اصل مقصود ہے۔ کاش کہ کوئی ایسا دل ہو جو میرے سینے اور کوئی آنکھ ہو۔ جو مجھ پر نظر کرے۔ اے میرے دوستو میں سچے دل سے تمہارا خیر خواہ ہوں۔ طاقت نہیں ورنہ تمہیں اپنا دل چیر کر دکھاؤں کہ کیا کیا جوش میرے دل میں موجزن ہیں۔ میں پھر بڑے درد دل سے کہتا ہوں کہ ~ دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو ÷ میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے۔ میں نے یہ مضمون اسلئے نہیں لکھا۔ کہ اس سے آپ لوگ خدانخواستہ یہ سمجھیں کہ ہم گھبرا گئے ہیں۔ نہیں اور قطعاً نہیں۔ اور خدا کرے کہ کبھی ایسا ہو۔ بلکہ صرف اسلئے یہ چند سطریں لکھی گئی ہیں۔ کہ شائد کوئی نیک دل میری باتوں پر کان دھرے۔ اور شائد کوئی ایسا ہو۔ جو اس زخمی دل پر مرہم کافور کا پھایا رکھے۔ اے خدا تو میری خواہش کو پورا کر۔ آمین۔ ثم آمین۔

ہماری نسبت معاصرین کی رائے

پہلے تو میں خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ اس کے فضل و کرم سے ہم ایک حد تک اس رسالہ کے اجرا میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اور جو کچھ کمزوریاں رہ گئی ہیں انکو بھی اسکے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ وہ رفع کر دیگا۔ اس کا کیسا فضل ہے۔ کہ پہلا پرچہ نکل چکا ہے۔ اور دوسرے کیلئے میں اسوقت مضمون لکھ رہا ہوں۔ اور کیا ہی شکر کرنیکا مقام ہے۔ کہ پبلک نے اس رسالہ کو عزت کی نظروں سے دیکھا ہے چنانچہ ہم چند اخباروں کے ریویو یہاں مجملاً درج کرتے ہیں۔ تاکہ کفران نعمت نہ ہو۔

ریویو آف ریلیجنز

سب سے پہلے ہم رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی رائے کو مجملاً لکھتے ہیں۔ کہ اس رسالہ میں جو کہ ایک نامی ہوا رسالہ ہے۔ اور جس کے مضامین نے یورپ اور امریکہ میں ایک ہوم مچادی ہے اور ان لوگوں پر اسلام کی سچائی کو اسطرح ثابت کر دیا ہے۔ کہ دشمنوں کو بھی منہ نہیں رہا کہ کچھ انکار کر سکیں۔ اور جسکی قیمت اسکے مضمون اور حجم کے لحاظ سے دو روپیہ کچھ بھی زیادہ نہیں ہے بلکہ بہت کم ہے۔ اسمیں جو کچھ اس رسالہ تشحیذ الاذہان کی بابت ریویو کیا گیا ہے۔ اس کے چند فقرات ہو بہو یہ ہیں۔

"رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان سے سہ ماہی نکلنا شروع ہوا ہے۔ جسکا پہلا نمبر یکم مارچ کو شائع کیا گیا۔ اس سلسلہ کے نوجوانوں کی ہمت کا نمونہ ہے۔ خدا تعالیٰ اسمیں برکت دے۔ چندہ سالانہ ۱۲؍ ہے۔ اس رسالہ کے ایڈیٹر میرزا بشیر الدین محمود احمد حضرت اقدس کے صاحبزادہ ہیں۔ اور پہلے نمبر میں ۴۱ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن انکی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جماعت تو اس مضمون کو پڑھیگی مگر ہم اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بین دلیل کے پیش کرتا ہوں۔ جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے .... ہم اس سے آگے چل کر ریویو ایڈیٹر نے انٹروڈکشن کا نہایت عمدہ خلاصہ درج کیا ہے۔

(باقی دیکھو صفحہ ٹائیٹل پیج پر)

أرأيت إسمعيل الدهلوي

كيف وما ولدت أمي في ذلك

ما تقول يا سيدي في لحوم

الحمر الانسية

حرام وإن طبخ فكسروا

قدورها وأهريقوها

ويحك ما لك تضحك كالمجانين

يا سيدي في بيتك لقحة

نعم لقاح وجمل وجناء

نركب عليها

نوموا فإن الليل تصبصب

الدنيا دار أبناها أجناها

تفزل أو شئت رجلك

أراك أشعث ألا ترجل

أسمعنا من أشعارك

السائلون ينهرون والمتعففون

يقرون

إذا قدرت على عدوك فاسجح

اندفع وارجع البقالة إلي

إذا قبلت الأرش أبطلت

القصاص

أكشط عن ظهر الفرس

عاث الذئب في غنم جاري

کیا تو نے اسمعیل دہلوی کو دیکھا ہے

میں کسطرح دیکھتا کہ جب تو میری ماں بھی پیدا نہیں ہوئی تھی

اے میرے سردار گدہوں کے گوشت کے بارہ

میں تمہارا کیا فتوے ہے

حرام ہے۔ اور اگر پکا یا گیا ہو تو ہانڈی کو توڑ

ڈالو اور اس کو پھینک دو

افسوس ہے تجھپر کہ تو دیوانوں کی طرح ہنستا ہے

اے میرے سردار کیا تیرے گھر کوئی دودہ والی اونٹنی ہے

ہاں کئی شیر دار اونٹنیاں ہیں اور ایک اونٹ اور

ایک سانڈنی ہے جسپر ہم سوار ہوتے ہیں

سو جاؤ کہ رات بڑی چلی گئی

دنیا ایک ایسا گھر کہ جسکا بہت آباد کرنیوالا بہت گناہ کرنیوالا ہے

تو لنگڑا چلتا ہے کیا تیرے پیر میں موچ آگئی ہے

میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تیرے بال بکھرے ہیں کیا تو کنگھی نہیں کرتا

ہمیں کچھ اپنے شعر سناؤ

سوالی جھڑکے جاتے ہیں۔ اور نہ سوال کرنیوالے

دعوت کئے جاتے ہیں

جب تو اپنے دشمن پر قابض ہو تو نرمی کر

جلدی جا اور اس کا چھن کو میری طرف لے آ

جب تو نے عوض میں مال لے لیا تو سزا کا

بدلہ کھو دیا

گھوڑے کی پیٹھ پر سے جھول اتار دے

میرے ہمسایہ کے گلہ پر بھیڑیا پڑا

اُقْعُدْ عِنْدَ الْاُسْطُوَانَةِ فَاقْرَأْ

اَجْدَبَتِ الْمُلْكُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ

صَرِيَ الْمَاءُ فِي الْخَابِيَةِ

تُؤْذِيْنِي الذُّبَابُ فَاْتِ بِالْمِذَبَّةِ

اِكْسَحْ فَاِنَّ الْكُنَاسَةَ اجْتَمَعَتْ

هٰذَا مُتَيَقِّظٌ كَيِّسٌ وَذَالِكَ جَاهِلٌ كَسْلَانُ

آفَةُ الْجَمَالِ الْخَبْلُ وَآفَةُ الْعَقْلِ الْخَبَلُ

اِبْنُكَ اِبْنُ بُوحِكَ يَشْرَبُ مِنْ صَبُوحِكَ

اِتَّخِذِ اللَّيْلَ جَمَلًا تُدْرِكُ

اَلْمُهْرُ يَحْتَاجُ اِلَى الرَّائِضِ

اَلَا لَا تَمْلَأِ الصَّحْنَ وَقُمْ وَتَبَاعَدِ الضِّنَّ

مَرَّ كَثِيْرٌ مِنَ اللَّيْلِ

اَرَاَيْتَ مَحْلَ الْاَرْبَعِيْنَ

نَعَمْ وَاَنَا اِذْ ذَاكَ غُلَامٌ لَيْسَ لِيْ سَبَلَةٌ وَلَا لِحْيَةٌ

اَرَاَيْتَ مَا شُنَّ عَلَى دِهْلِي

نَعَمْ وَاَنَا اِذْ ذَاكَ جَارِيَةٌ عَذْرَاءُ

ستون کے پاس بیٹھ جا اور پڑھتا رہ

ملک میں قحط پڑ گیا الٰہی رحم کر

پانی مٹکے میں سڑ گیا ہے

ہمیں مکھیاں ستاتی ہیں۔ چوری لاؤ

جھاڑ دو کہ کوڑا جمع ہو گیا ہے

یہ شخص بیدار طبع اور چتر ہے۔ اور وہ شخص جاہل اور سست الوجود ہے

جمال کی آفت بگڑ جانا اعضاء کا ہے اور عقل کی آفت دیوانہ ہو جانا ہے

تیرا بیٹا تیرے وجود سے نکلا ہے۔ اور تیری ہی شراب پیتا ہے

رات کو اونٹ بنا لی مطلب کو پائے گا

بچھیرا چابک سوار کا محتاج ہے

خبردار ہو تو ڈاکی گوروٹی سے نہ بھر نفس کی لگام کھینچ۔ اور بخل سے دور ہو جا

رات بہت چلی گئی

کیا تو نے چالیسویں سال کا قحط دیکھا ہے

ہاں اور میں اس وقت بے ڈاڑھی مونچھ کا لڑکا تھا

کیا تو نے دیکھا جب دہلی لوٹی گئی تھی

ہاں اور میں اسوقت کنواری تھی

آپسمیں اگر کوئی لڑائی جھگڑا ہو جائے تو صلح کر لینی چاہیئے کیونکہ اسمیں خیر اور برکت ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ غیر مذاہب کے ساتھ بھی یہ بات رکھی جائے بلکہ ان کے ساتھ سخت مذہبی عداوت رکھنا چاہیئے جبتک کہ مذہب کی غیرت نہو انسان کا مذہب ٹھیک نہیں ہوتا۔ اب جو یہ ہند و عیسائی ہمارے آنحضرتؐ کو گالیان نکالتے ہیں تو کیا ہم ان کے ساتھ صلح رکھ سکتے ہیں۔ بلکہ انکی محفلوںمیں بیٹھنا اور ان کے ساتھ دوستی کرنا اون کے گھروں پر جانا تو معصیت میں داخل ہے ہاں آپسمیں جو ایک فرقہ میں ہوں تو لڑائی جھگڑہ کی زیادہ تر بنیاد بدظنی ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ دوزخ میں دو تہائی آدمی بدظنی کیوجہ سے داخل ہوں گے خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ قیامت کے دن میں لوگوں سے پوچھوں گا کہ اگر تم مجھپر بدظنی نہ کرتے تو یہ کیوں ہوتا۔ حقیقت میں اگر لوگ خدا پر بدظنی نہ کرتے تو اس کے احکام پر کیوں نہ چلتے انہوں نے خدا پر بدظنی کی اور کفر اختیار کیا اور بعض تو خدا کے وجود تک کے منکر ہو گئے تمام فسادوں اور لڑائیوں کی وجہ یہی بدظنی ہے۔

زلزلہ کی نسبت باتوںمیں فرمایا کہ قرآن شریف میں زلزلہ آنیکی خبر دیگئی ہے کہ مسیح کے وقت ایسے زلزلے آئیں گے کہ شدت میں نہایت ہی سخت ہوں گے ابتک ان مولویوں نے یہ سب باتیں قیامت پر اوٹھا چھوڑی تھیں مگر یہ جو پیشگوئی ہے کہ حمل دار عورتوں کے حمل گر جائیں گے تو کیا قیامت کے دن عورتوں کو حمل بھی ہوں گے یہ بات کچھ بھوپال کے نواب صدیق حسن خان نے سمجھی ہے لیکن افسوس کہ اب تک کوئی مولوی نہیں سمجھا کہ قیامت کو عورتوں کے حمل کہاں ہوں گے۔ کئی مسائل ہیں کہ جن کا ظاہر ہونا مسیح کے وقتمیں بیان کیا گیا تھا یہانتک کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص کھڑا ہو گا اور کہیگا کہ یہ کون شخص ہے کہ ہمارے مذہب کے برخلاف باتیں بناتا ہے جو آجتک نہیں سنی۔

جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے ان نشانیوںمیں سے ایک زلزلہ بھی ہے کہ علماء اس کو قیامت کے وقت قرار دیتے ہیں۔ اب دیکھو کہ یہ دونوں زلزلے جو آئے ہیں کیا ایسے کبھی پہلے بھی دیکھے یا سنے تھے یہ اصل میں قرآن شریف کی اسی پیشگوئی کے مطابق آئے۔

ایک قادیاں کا آریہ کسی بیمار کے لئے دوائی پوچھنے کیلئے آیا اس کے ساتھ کچھ مذہبی گفتگو ہو کی تھی چونکہ گھر میں ہوئی ہے اسلئے یہ بھی داخل کیجاتی ہے لیکن افسوس کہ میں پیچھے آیا اسلئے

غیبت

غیبت کرنیوالے کی نسبت قرآن کریم میں ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے عورتوں میں یہ بیماری بہت ہے آدھی رات تک بیٹھی غیبت کرتی ہیں اور پھر صبح اوٹھ کر وہی کام شروع کر دیتی ہیں۔ لیکن اس سے بچنا چاہیئے۔ عورتوںکی خاص سورت قرآن شریف میں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ مینے بہشت میں دیکھا کہ فقیر زیادہ تھے اور دوزخمیں دیکھا کہ عورتیں بہت تھیں۔ فرمایا کہ عورتوں میں چند عیب بہت سخت ہیں اور کثرت سے ہیں ایک شیخی کرنا کہ ہم ایسے اور ایسے ہیں۔ پھر یہ کہ قوم پر فخر کرنا کہ فلاں تو کمینی ذات کی عورت ہے یا فلاں ہم سے نیچی ذات کی ہے۔ پھر یہ کہ اگر کوئی غریب عورت انمیں بیٹھی ہوتی ہے تو اس سے نفرت کرتی ہیں اور اسکی طرف اشارہ شروع کر دیتی ہیں کہ کیسے غلیظ کپڑے پہنے ہیں زیور اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ فرمایا کہ عورت پر اپنے خاوند کی فرمانبرداری فرض ہے نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ اگر عورت کو اس کا خاوند کہے کہ یہ ڈھیر اینٹوں کا اٹھاکر وہاں رکھدے اور جب وہ عورت اس بڑے اینٹوں کے انبار کو دوسری جگہ پر رکھدے تو پھر اس کا خاوند اس کو کہے کہ پھر اس کو اصل جگہ پر رکھدے تو اس عورت کو چاہیئے کہ چون چرا ذرہ نہ کرے بلکہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے۔ فرمایا کہ عورتیں یہ نہ سمجھیں کہ انپر کسی قسم کا ظلم کیا گیا ہے کیونکہ مرد پر بھی ان کے بہت سے حقوق رکھے گئے ہیں بلکہ عورتوں کو گویا کہ بالکل کرسی پر بٹھا دیا ہے اور مرد کو کہا ہے کہ انکی خبر گیری کر اس کا تمام کپڑا کھانا اور تمام ضروریات مرد کے ذمہ ہیں۔ فرمایا کہ دیکھو موچی ایک جوتی میں بد دیانتی سے کچھ کا کچھ بھر دیتا ہے صرف اس لئے کہ اس سے کچھ بچ رہے تو جورو بچوں کے پیٹ پالوں۔ سپاہی لڑائی میں جاکر سر کٹاتے ہیں صرف اسلئے کہ کسی طرح جورو بچوں کا گزارہ ہو۔ فرمایا کہ بڑے بڑے عہدہ دار رشوت کے الزام میں پکڑے ہوئے دیکھے جاتے ہیں وہ کیا ہوتا ہے عورتوں کے لئے ہوتا ہے عورت کہتی ہے کہ مجھکو زیور چاہیئے کپڑا چاہیئے مجبوراً بیچارہ کو کرنا پڑتا ہے۔ لیکن خدا نے ایسی طرزوں سے رزق کمانا منع فرمایا ہے یہانتک عورتوں کے حقوق ہیں کہ جب مرد کو کہا گیا ہے ان کو طلاق دو تو مہر کے علاوہ ان کو کچھ اور بھی دو کیونکہ اسوقت تمہاری ہمیشہ کے لئے اس سے جدائی لازم ہوتی ہے پس لازم ہے ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

قرآن شریف کے ترجمہ کی بابت ذکر ہوا تو فرمایا دیکھو متوفی کے معنے ہمارے مخالف مولوی

مرنے کے کرتے ہیں لیکن جب مسیح کے بارہ میں یہ لفظ آجائے تو اس کا اور ہی مطلب بتاتے ہیں کہ آسمان پر مع جسم عنصری کے چڑھ گیا۔ حضرت یوسف اور آنحضرت صلعم کے بارہ میں جب یہ لفظ آجائے تب تو وفات کے معنے وہی موت کئے جاتے ہیں افسوس چاہیئے تو تھا کہ اگر معنے بدلنے ہی ہوتے تو آنحضرت صلعم کے لئے بدلے جاتے

فرمایا قرآن شریف تو بتاتا ہے کہ آسمان پر تمہارا جانا ناممکن ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کہدے میں ایک بشر رسول ہوں میں آسمان پر کیونکر چلا جاؤں اور پھر قرآن شریف میں ہے مستقر و متاع الی حین پھر فرمایا کہ مخالف مولوی ہماری مخالفت میں معراج کی حدیث پیش کرتے ہیں حالانکہ حضرت عایشہ کا مذہب تھا کہ جو کوئی کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم مع جسم عنصری آسمان پر گئے وہ آنحضرت پر تہمت لگاتا ہے۔ اسیطرح اور ائمہ و اصحاب کرام کا بھی یہی مذہب رہا ہے کہ آنحضرت ایک نورانی جسم کے ساتھ آسمان پر گئے نہ کہ اس جسم کے ساتھ۔ ایسا ہی شاہ ولی اللہ صاحب کا بھی یہی مذہب تھا اور شاہ عبدالعزیز بھی یہی لکھتے ہیں کہ اس جسم کے ساتھ آسمان پر جانا نہیں ہوتا بلکہ ایک اور نورانی جسم ملتا ہے جس سے کہ انسان آسمان پر جاتا ہے

ایک شخص نے تحریر کیا کہ یہاں اور بہت لوگوں کو الہام ہوتا ہے مجھکو خواب تک نہیں آتی۔ آپ دعا کریں کہ مجھکو بھی الہام ہوا کریں کیونکہ میری عمر کا ایک بہت بڑا حصہ اسمیں گزرا ہے۔ اسلئے کوئی ایسی بات بتائیں جس سے میری مراد پوری ہو جائے اس پر جو حضرت صاحب نے حکم تحریر کیا ہے اس قابل ہے کہ ناظرین رسالہ ہذا بھی اس سے مطلع کئے جائیں کیونکہ یہ اس امام برحق کے الفاظ ہیں جنکا ایک ایک لفظ ہمارے لئے جواہرات سے بڑھکر قیمت رکھتا ہے۔ ایڈیٹر

حضرت نے یہ جواب دیا

السلام علیکم۔ الہام خدا تعالےٰ کا فعل ہے۔ بندہ کی الہام میں فضیلت نہیں بلکہ اعمال صالحہ میں فضیلت ہے اور اسمیں کہ خدا تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے سو نیک کاموں میں کوشش چاہئے تاکہ موجب نجات ہو والسلام۔ مرزا غلام احمدؐ۔

چونکہ کچھ مدت سے حضرت کی طبیعت دن کے دوسرے حصے میں اکثر خراب ہو جاتی ہے اسلئے نماز مغرب اور عشا گھر میں باجماعت پڑھ لیتے ہیں باہر تشریف نہیں لاسکتے ایک دن نماز مغرب کے بعد

چند عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا جو سننے کے قابل ہے ۔ ایڈیٹر

فرمایا کہ کوئی یہ نہ دل میں گمان کرے کہ یہ روز گھر میں جمع کر کے نماز پڑھا دیتے ہیں اور باہر نہیں جاتے ۔ یہ نبی کریم نے پیشگوئی کی تھی کہ آنیوالا شخص نماز جمع کیا کریگا سو چھ مہینہ تک تو باہر جمع کرواتا رہا ہوں اب میں نے کہا کہ عورتوں میں بھی اس پیشگوئی کو پورا کر دینا چاہیئے چونکہ بغیر ضرورت کے نماز جمع کرنا ناجائز ہے اسلئے خدا نے مجھکو بیمار کر دیا اور اسطرح سے نبی کریم کی پیشگوئی کو پورا کر دیا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ آنحضرت صلعم کے قول کو پورا کرے کیونکہ وہ پورا نہو تو آنحضرت صلعم نعوذ باللہ جھوٹے ٹھہرتے ہیں اسلئے ہر ایک کو وہ بات جو اس کے اختیار میں ہو نبی کریم کے کہنے کے موافق پوری کر دینی چاہیئے اور خدا خود سامان بھی مہیا کر دیتا ہے ۔ جیساکہ مجھکو بیمار کر دیا تاکہ آنحضرت صلعم کے قول کو پورا کر دے ۔ جیساکہ ایک دفعہ نبی کریم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ تیرا اسوقت کیا حال ہوگا جبکہ تیرے ہاتھ میں کسریٰ کے سونے کے کڑے پہنائے جائیں گے ۔

آنحضرت کی وفات کے بعد جب کسریٰ کا ملک فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سونے کے کڑے جو لوٹ میں آئے تھے پہنائے حالانکہ سونے کے کڑے یا کوئی اور چیز سونے کی مردوں کیلئے ایسی ہی حرام ہے جیساکہ اور حرام چیزیں لیکن چونکہ نبی کریم کے منہ سے یہ بات نکلی تھی اسلئے پوری کیگئی ۔ اسیطرح ہر ایک دوسرے انسان کو بھی آنحضرت صلعم کے قول کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔

فرمایا کہ دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت صلعم نے پیشگوئی کی تھی جو اسیطرح وقوع میں آئی ۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اتریگا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہونگی سو اسیطرح مجھکو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول ٭ ہمارے مخالف مولوی اس کے معنے یہ کرتے ہیں کہ وہ سچ مچ جوگیوں کی طرح دو چادریں اوڑھے ہوئے آسمان سے نیچے اتریں گے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ معبروں نے ہمیشہ زرد چادر کے معنے بیماری ہی لکھے ہیں ہر ایک شخص جو زرد چادر دیکھے یا اور کوئی زرد چیز تو اس کے معنے بیماری کے ہی ہوں گے اور ہر ایک شخص جو ایسا دیکھے آزما سکتا ہے کہ اسکے معنی یہی ہیں

دو عورتوں کے جھگڑہ پر فرمایا کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ والصلح خیر ۔ اسلئے

(بقیہ صفحہ ۵۸)

بدر اب میں اخبار بدر کی رائے کو آپ لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اخبار ہفتہ وار قادیان دارالامان سے باوجود نہایت عمدہ مضامین کے صرف تین روپیہ سالانہ قیمت پر جاری کیا جاتا ہے۔ اسمیں بھی ہمارے رسالہ کی نسبت ایک زبردست ریویو کیا گیا ہے۔ جس کے چند فقرات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

"اس رسالہ (تشحیذ الاذہان) کا پہلا نمبر یکم مارچ سنہ ۱۹۰۶ء کو شائع ہوگیا۔ یہ رسالہ اول سے آخر تک دلچسپ اور قابل مطالعہ ہے۔ مگر سب سے زیادہ کم یاب اور بیش قیمت حصہ اس رسالہ کا وہ ہے جو اس کے سب سے آخری صفحوں میں درج کیا گیا ہے۔ یعنی حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ نصائح جو آپ گھر میں عورتوں کو دیا کرتے ہیں۔ اس ڈائری کو صرف اسی رسالہ کا لائق اور قابل عزت ایڈیٹر ہی نباہ سکتا ہے۔ اور دوسرے کا کام نہیں۔ اس رسالہ میں اگر دوسری کوئی مفید بات بھی نہ ہوتی تب بھی ان دو صفحوں کے لحاظ سے یہ رسالہ اس قابل ہے۔ کہ اس کو سر آنکھوں پر رکھ لیا جاوے۔ لیکن اس کے سوائے دوسرے مضامین مفید اور دلچسپ ہیں قیمت صرف ۲ ہے۔ اور رسالہ سال میں چار دفعہ نکلے گا۔ بہتر ہوتا کہ یہ رسالہ ماہوار نکلتا۔"

نیر اعظم:۔ یہ اخبار مراد آباد سے ہفتہ وار نکلتا ہے۔ اور ہندوستان کے قدیم اور زبردست اخباروں میں سے ہے اس کے ایڈیٹر کی بے تعصبی بیشک داد دینے کے قابل ہے۔ کیونکہ یہ اخبار سلسلہ عالیہ احمدیہ سے کوئی مذہبی تعلق نہیں رکھتا اسلئے اسکی رائے بہت وزن دار ہے۔ اس رسالہ کے اغراض وغیرہ بیان کرنے کے بعد جو فقرہ لائق ایڈیٹر نے لکھا ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ ناظرین تک اس کو پہنچایا جائے۔ اور وہ یہ ہے۔ "ہمارے پاس اس کا پہلا نمبر پہونچا ہے۔ جسمیں سات مضامین ہیں۔ بلامبالغہ اسلامی رسالوں میں ریویو آف ریلیجنز کے بعد اس کا شمار کرنا چاہیئے۔ مذہب اسلام کو اس کے اجراء سے بہت مدد ملے گی۔ ضخامت ۸۰ صفحے ۲۰×۲۶/۸ کی ہے قیمت ۲ سالانہ کچھ بھی نہیں" ؁ اس ریویو میں ایڈیٹر صاحب ہم کو صلاح دیتے ہیں

کہ اس رسالہ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے علیحدہ کیا جاوے جس سے ہمکو اتفاق نہیں ہے۔ اور ہم اس کے متعلق آئندہ پرچہ میں انشاء اللہ کچھ لکھ سکیں گے۔

اخبار خبردار - یہ ہفتہ وار اخبار لاہور سے نکلتا ہے۔ اور اس کے لائق اڈیٹر نے بھی نہائت بے تعصبی سے ریویو کیا ہے۔ لیکن آخری فقرہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ خدا جانے اس سے اڈیٹر کی کیا مراد ہے۔ وہو ہذا۔ "امید ہے کہ مرزا صاحب کے وسیع مریدوں کے حلقہ میں خوب ہر دلعزیزی حاصل کریگا گو عوام کو اس سے دلچسپی نہ ہو" کیا اسلام کی سچائی کو دشمنوں پر ثابت کرنا ایک ایسا کام ہے جس سے اہل اسلام کو کچھ بھی نفرت ہے۔ بلکہ ہر ایک مسلمان کا سب سے بڑا فرض یہی ہے کہ خدائے واحد کا نام دنیا میں پھیلایا جائے۔

البیان - یہ ایک نہائت مفید رسالہ عربی اور اردو زبانین لکھنؤ سے نکلتا ہے۔ اسمیں نہائت عمدہ اسلامی مضمون چھپتے ہیں۔ ایکماہ میں دو دفعہ شائع ہوتا ہے قیمت للعہ سالانہ ہے۔ اسمیں تشحیذ الاذہان کی نسبت یہ ریویو کیا گیا ہے "تشحیذ الاذہان - مارچ سنہ ۱۹۰۶ء سے یہ رسالہ قادیاں ضلع گورداسپور ماہوار اردو زبانمیں شائع ہوتا ہے جس غرض کیلئے یہ رسالہ جاری ہوا ہے وہ نہائت اہم ہے لیکن جس طرز پر اسکی ابتدا ہوئی ہے اس سے امید ہوتی ہے کہ اپنے مقصد میں ضرور اس کو کامیابی ہوگی۔ مضامین زوردار ہیں اور بڑی قابلیت سے لکھے گئے ہیں۔ اس رسالہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایک پیشوائے مذہب کے گھر سے شائع ہوتا ہے اور امام وقت کے صاحبزادے اسکو اڈیٹ کرتے ہیں"

ریویو - لغات القرآن - ہماری دفتر میں ایک کتاب اس نام کی بغرض ریویو آئی ہے جس کے مصنف سید عبدالمحیی صاحب عرب ہیں اسکی قیمت عہ ہے۔ یہ کتاب درحقیقت ایک نہائت ہی عمدہ اور مفید کتاب ہے جسکی کہ ہندوستان کو سخت ہی ضرورت تھی اسمیں قرآن شریف کے اکثر الفاظ کہ جنکی ضرورت ہو سکتی تھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ایکطرف عربی ہیں اور ایکطرف اردو میں۔ ہمنے اسکو کئی جگہ سے دیکھا ہے۔ اور جہانتک میں خیال کرتا ہوں یہ ان لوگوں کیلئے جو عربی نہیں جانتے نہائت ہی مفید ہے۔ کون مسلمان ہے جسکو قرآن شریف پڑھنے کا شوق نہیں اور اسمیں کوشش کیگئی ہے کہ ایک ان پڑھ بھی اس کے ذریعہ سے قرآن شریف باترجمہ پڑھ سکے۔ اس کا ترجمہ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب نے کیا ہے اور خود انکے نام سے ظاہر ہے۔ کہ کس محنت اور عمدگی سے یہ کام انجام پذیر ہوا ہوگا۔ یہ وہی ہیں جو کہ مباحثہ مد میں بطور رسول رسول اللہ کے پیش ہوئے تھے جیسا کہ اعجاز احمدی میں مرقوم ہے۔

درخواستیں بنام سید عبدالمحیی عرب قادیاں آنی چاہئیں

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب مالک مطبع انوار احمدیہ پریس میں بنیجر رسالہ تشحیذ الاذہان کیلئے چھاپا گیا

آزمایش صدق کے محققین حقیقت پر نظر ڈالتے ہیں. عوام جلدی سے کسیکو کافر اور کسیکو بیدین کہدیتے ہیں اور محققین اسکی ذرا پرواہ نہیں کرتے اگر ہم صدیقی اور فاروقی خدمات کو جو اپنی زندگی میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کیں لکھیں تو بلاشبہ وہ ایک دفتر میں بھی ختم نہیں ہوسکتیں ۔ لیکن اگر ہم امام حسین رضے اللہ عنہ کی خدمات کو لکھنا چاہیں تو کیا ان دو تین فقروں کے سوا کہ وہ انکار بیعت کیوجہ سے کربلا میں روکے گئے اور شہید کئے گئے ۔ کچھ اور بھی لکھ سکتے ہیں؟ بے شک یہ کام ایسا عمدہ ہوا کہ ایک فاسق دنیادار کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت نہیں کی مگر اعتراض تو یہ ہے کہ وہ اپنے باپ بزرگوار کے قدم پر کیوں نہ چلے باپ نے تو بقول شیعوں کے تین فاسق آدمیوں کے ہاتھ پر جو بزعم ان کے مرتد سے بھی بدتر تھے اور بقول ان کے صرف معمولی بادشاہوں میں سے تھے بیعت کرلی اور بیٹے نے تو اپنے باپ کے طریق سے اعراض کرکے ایک فاسق کی بھی بیعت نہیں کی اور انکار ہی میں جان دی ۔ بہرحال یہ اتفاقی حادثہ تھا جو امام صاحب کو پیش آگیا اور بڑا بھاری ذخیرہ ان کے درجہ کا صرف یہی ایک حادثہ ہے جسکو محض غلو اور ناانصافی کی راہ سے آسمان تک کھینچا جاتا ہے اور وہ بزرگوار صحابہ جو رسول کی طرح دنیا میں کام کرگئے اور ہر میدان میں جان فدا کرنے کے لئے حاضر ہوئے ان سے بقول آپ کے لاپرواہی تو آپکا طریق ہے ۔ یہ فیصلہ تو آسانی سے ہوسکتا ہے چونکہ دنیا دارالعمل ہے اور میدان حشر میں مراتب بلحاظ اعمال ملیں گے ۔ پس جس کے دلمیں امام حسین و حسن کی وہ عظمت ہے کہ اب وہ دوسرے صحابہ سے لاپرواہ ہے اس کو چاہیے کہ انکی خدمات شائستہ دین کی راہ میں پیش کرے اگر انکے خدمات کا پلہ بھاری ہے تو بلاشبہ وہ دوسرے صحابہ سے افضل ٹھہریں گے ورنہ ہم اس بات کے تو قائل نہیں ہوسکتے کہ خواہ نخواہ کسی کو افضل ٹھہرایا جاوے اور یہ خیال کرنا کہ انکی فضیلت یہی کافی ہے کہ وہ نواسے ہیں یہ خیال کوئی عقلمند نہیں کرسکتا کیونکہ میں ابھی بیان کرچکا ہوں کہ نواسہ ہونا کچھ بھی چیز نہیں ایک ذرا سا رشتہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کئی لڑکیاں تھیں اور نواسے بھی کئی تھے کس کس کی ہم پرستش کریں یہ آیۃ کریمہ ہمارے لئے کافی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم مجھے اللہ جلشانہ نے کھولدیا ہے کہ اس زمانہ کا اتقا صدیق اکبر ہے بعض لوگونکو یہ بھی وہم ہوکہ لگا ہوا ہے

وہ کورانہ تقلید پر چلتے ہیں یہ سراسر غلط ہے۔ تمام صحابہ کرام کے مناقب سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور قرآن کریم شامل ہے۔ صدیق اکبر اور عمر فاروق کے حق میں اس قدر تعریفی کلمات نبوی پائے جاتے ہیں کہ گویا ان دونوں بزرگواروں کو نبی قرار دیا گیا ہے۔ مگر ہماری نظر میں مجرد مناقب کوئی چیز نہیں صرف طرح طرح کے پیرایوں میں سچے مومنوں کی تعریفیں کی ہیں اور اس بات کا فیصلہ کہ ان میں سے زیادہ بزرگ کون ہے ان بزرگوں کی خدمات سے کرنا چاہیئے۔ کہ اسی کی طرف اللہ جلشانہ ہدائت فرماتا ہے۔ اب اصل کلام یہ ہے۔ کہ بیعت کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ انسان ہر ایک قولی و فعلی و اعتقادی ناانصافی سے بکُلّی دست بردار ہو جاوے۔ کیوں کہ راہ راست حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اگر بہر حال اسی راہ پر قائم رہنا ہے۔ جو تقلیدی طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ تو پھر بیعت سے حاصل ہی کیا ہے۔ ؎

ہر کجا شمع ہدائت یافتی پروانہ باش ✣ گر خرد مندی پے راہ ہدا دیوانہ باش

(۴) اگرچہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا اور دست بستہ کھڑا ہونا قانون فطرت کے رو سے بھی بندگی کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے لیکن اگر ہاتھ چھوڑ کر بھی نماز پڑھتے ہیں تو نماز ہو جاتی ہے۔ مالکی بھی شیعوں کیطرح ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ مسنون وہی طریق ہے جو اوپر بیان ہوا اسقدر اختلاف بیعت کا کچھ ہارج نہیں اگرچہ احادیث صحیحہ میں اسکا نام و نشان بھی نہیں

(۵) یہ ہمیشہ سے قاعدہ رہا ہے کہ نشانوں کے چاہنے والے دو ہی قسم کے آدمی ہوتے ہیں یا غائت درجہ کے دوست یا غائت درجہ کے دشمن یعنی جب کوئی انسان مقبول خداتعالیٰ سے غائت درجہ کی دوستی و محبت اختیار کرے یہانتک کہ اسکی راہ میں قربان ہو جائے اور اسکی خاکپا ہو جائے تو وہ اپنے حوادث اور مصائب کے وقت یا تکمیل مدارج کے لئے رحمت کے آثار دیکھتا ہے اور اسکی برکت اور محبت سے جذبات نفسانی کم ہوتے جاتے ہیں اور ذوق اور محبت بڑھتی جاتی ہے اور دنیا کی محبت کم اور ٹھنڈی ہوتی جاتی ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے نشانوں کے ذریعہ سے اسپر ظاہر کرتا جاتا ہے کہ یہ شخص محبوبان اور مقبولان الٰہی میں سے ہے اور عادت اللہ قدیم سے ایسی ہی جاری ہے کہ جب اس درجہ پر کسی کی ارادت پہونچ جائے تو اس کا ایمان کامل کرنے کیلئے کسی قسم کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پیشتر

بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ ہم قرآن شریف سے اسی قدر محبت اور عشق پیدا کریں گے جس قدر ہمیں ان بزرگوں کے امین ہونے پر ایمان ہوگا اگر ہم ذرا بھی کمالات ایمانیہ میں ان کو کم سمجھیں گے تو وہ ہی کمی قرآن شریف کی عظمت کے بارہ میں ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائیگی یہی وجہ ہے کہ جس پیار اور محبت سے سنت جماعت کے لوگ قرآن شریف کو پڑھتے ہیں اور بعد اس کے حفظ کر لیتے ہیں یہ بات شیعہ لوگوں میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ مثلاً مجھے تخمیناً معلوم ہے کہ ہمارے ملک پنجاب میں ایک لاکھ سے زیادہ سنت جماعت میں سے قرآن شریف کا حافظ ہوگا مگر کیا کوئی اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ اس ملک میں شیعہ لوگوں میں سے دس۱۰ پندرہ۱۵ بھی حافظ ہیں ؟ مگر میرے خیال میں ایک حافظ بھی نہیں اس کا کیا سبب ہے ؟ وہی ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم پس اس سے معلوم ہوا کہ ان بزرگواروں کو بنظر تخفیف دیکھنے میں سراسر ایمان کا گھاٹا ہے۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ ۔ پانچویں بیعت کے لئے یہ ضروری عقیدہ ہے کہ شرک سے کُلّی پرہیز کرے اگر یہ تمام عقائد کسی شیعہ میں پائے جاویں تو بلاشبہ اس کی حالت اچھی ہے اور وہ اس لائق ہے کہ بیعت میں داخل ہو۔

بیعت کے مقاصد میں سے ایک بھاری مقصد یہ ہے کہ انسان راہ راست پر آوے اور خداتعالے کے غضب سے ڈر کر ہر ایک طریق ناانصافی کو چھوڑ دیوے جو شخص عمداً ناانصافی پر جما رہنا چاہتا ہے وہ دراصل حقیقت بیعت سے غافل ہے ہم اس مسافر خانہ میں تھوڑے عرصہ کے لئے آئے ہیں اور اس غرض سے بھیجے گئے ہیں کہ اپنے اخلاق اور عقائد اور اعمال کو درست کر کے اور حسب مرضیات الٰہی اپنے نفس کو بنا کر اس مولیٰ کریم کی رضامندی حاصل کریں۔ سو ہر ایک بات میں یہ دیکھ لینا چاہیئے۔ کہ کیا ہمارے قول اور فعل ظلم اور زیادتی سے خالی ہیں۔ یا ہم انصاف کا خون کر رہے ہیں جن بزرگ لوگوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضعف و ناتوانی اور تنہائی اور غربت کے ایام میں آں جناب کی رفاقت اختیار کی اس رفاقت اور اس ایمان کے پاس کے لئے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں اپنی ریاستوں ملکیتوں سے بے دخل کئے گئے وطن سے نکالے گئے اور اعلاء کار اسلام کے لئے صدہا نے اپنے تئیں معرض ہلاکت میں ڈالا ان کی شان کو جیسا چاہئے نہ سمجھنا سخت درجہ کی ناانصافی ہے درحقیقت اگر ہم انصاف سے دیکھیں اور عدالت کی نگاہ سے نظر کریں

تو ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ لوگ اعلیٰ درجہ کے مقدس ہیں ہر ایک شخص کی فضیلت باعتبار اس
کے حسن خدمات کے اور ذاتی لیاقتوں کے ہوا کرتی ہے۔ سو جیسے صحابہ کرام کی فضیلت اس قاعدہ
مستمرہ کی رُو سے بپایۂ ثبوت پہنچ گئی ہے کسی اور دوسرے کی فضیلت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔
مثلاً امام حسین رضی اللہ عنہ نے جو بھاری نیکی کا کام دنیا میں آکر کیا وہ صرف اس قدر ہے۔ کہ
ایک نابکار دنیادار کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت نہ کی۔ اور اسی کشاکش کی وجہ سے شہید ہو گئے۔
مگر آیا یک شخصی ابتلا ہے جو انہیں پیش آیا اگر اس کو حضرت صدیق اکبر کی ان جانفشانیوں کے ساتھ جانچا
جاوے جو انہوں نے تمام عمر محض اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے اکمل اور اتم طور پر پوری کی تھیں۔ تو کیا
شخصی ابتلا کو کچھ اس سے نسبت ہو سکتی ہے۔ اللہ جلشانہ کا کسی سے رشتہ نہیں ہے۔ جو شخص اعلیٰ
درجہ کی وفاداری اور خدمتگذاری کرے گا وہی اس کا مقرب ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا۔ البتہ نواسے زندہ رہے ہیں۔ جیسے حضرت فاطمہ کی اولاد یا دوسری بیبیوں
کی اولاد۔ سو خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کے مدارج ان کے اعمال کے موافق ہیں۔ خواہ نخواہ کا درجہ
کسی کو دیا نہیں جاتا۔ جو شخص محض خدا تعالیٰ کے لئے کسی سے محبت کرتا ہے اس کو چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ
سے خوف کر کے دیکھے۔ کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اس نے کیا کیا عمدہ کام کیا ہے ناحق فضیلت ان کو
نہ دیوے کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ محض رشتہ سے کیونکر فضیلت پیدا ہو جاتی ہے خاص کر کے ذرا سے
رشتہ سے۔ جو نواسہ ہوتا ہے۔ کنعان حضرت نوحؑ کا بیٹا تھا اور آذر حضرت ابراہیمؑ کا باپ پس کیا
انہیں یہ رشتہ کام آیا؟ پس یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اہل بیت ہونا اپنے نفس میں کچھ بھی چیز نہیں ہے
بے شک امام حسن و حسین ان لوگوں میں سے ہیں۔ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے ان کی راستبازی
کی وجہ سے کامل کیا ہے نہ اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ کیونکہ
نواسے تو اور بھی تھے نواسہ ہونا خدا تعالیٰ کے نزدیک یا خلقت کے نزدیک کیا حقیقت رکھتا
ہے۔ لیکن بلاشبہ کمالات صدیقی و فاروقی کے مقابل پر حسینی کمالات تنزّل ہیں۔ ان بزرگواروں
نے اسلام پر بڑا احسان کیا اور اسلام کی شوکت کو دنیا میں قائم کیا۔ اور وہ جانفشانی کے کام
کئے جو نبی اور رسول کرتے ہیں۔ جو شخص ان کے احسانات کا منکر ہووے وہ خدا تعالیٰ کا کافر
نعمت ہے اگر ہم ذبح بھی کئے جاویں۔ تو ہرگز راستی کو نہیں چھوڑ سکتے۔ عوام کا قاعدہ ہے کہ

ہم یہاں پر وہی مسائل درج کریں گے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اس حکم کے فیصلہ یا عمل کے مطابق ہونگی اور حق کی تائید میں وہ راہیں اختیار کرینگے جو کہ اس امام برحق اور حکم عدل نے اختیار کی ہیں اور جو مسائل ہم بیان کریں گے بجز کسی خاص ضرورت وقتی کے ہم انکو با ترتیب بیان کریں گے اور سب سے پہلے ایمانیات پر مختصر بحث کرینگے مسائل دینیات تین قسم کے ہوتے ہیں ایمانیات - اعمال - اخلاق - اور ہر ایک پر چار قسم کی بحث و تحقیق ہوتی ہے - کیفیت - اثبات - اسرار - آثار -

ایمانیات

ایمانیات کا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ خدا ہے اور وہ سب نقصوں سے پاک اور سب کمالوں سے متصف ہے اور یہ وہ مسئلہ ہے کہ دہریہ کے سوا سب مذاہب اسپر اتفاق رکھتے ہیں اگرچہ تفصیل کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ بعض مذاہب ایسے راہ چلے ہیں کہ جس سے ثابت نہیں ہوتا کہ ہے بلکہ بعض ایسی راہ اختیار کرتے ہیں کہ جس سے اسقدر بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ہونا چاہئے اور بعض ایسی باتیں خدا کے لئے ثابت کرتے ہیں جو فی الحقیقت نقص ہیں اور بعض امور کی نفی کرتے ہیں جو فی الحقیقت کمال ہیں اور یہ اثبات و نفی انکی مسلم مسئلہ کے مخالف ہوتے ہیں - ہاں اسلام ہی ایک ایسا مذہب تھا جو ان سب نقصوں سے مبرا اور منزہ تھا پر جب سے اس کے پیرو رجحان خدا کی کتاب کو تقویم پارینہ کیطرح مہجور و متروک کرکے دیگر مذاہب سے متاثر ہوئے اور خصوصاً یونانی مشرکوں کے ناپاک دماغوں کا نچوڑ چاٹکر اور مشرکانہ خیالات کو اسلامی فلسفہ کے نام سے موسوم کرکے اپنی اور اپنی نسل کا گرانمایہ سرمایہ اسپر تصدق کرنے لگے اور جس کتاب کے ذریعہ سے ان کے آباء نے سب پر فتح پائی تھی اسکو پاس رکھکر پھر بھی اپنے بین اور مبرہن اور فطرتی مذہب کے ثبوت اور تائید میں اپنے آپ کو یونانی مشرکوں کے سطحی خیالات کے محتاج ماننے لگے تو انہیں بھی مذکورہ بالا خرابیاں آگئیں - پر چونکہ خدا نے اس پاک مذہب کی حفاظت اور تائید اپنے ذمہ رکھی ہوئی ہے اور اس کا وعدہ ہے کہ ہر ایک صدی کے سر پر ایک مجدد بھیجکر اس کے براہین کو روشن اور نشانوں کو تازہ اور غلط فہمیوں کو رفع اور اعتراضوں کو دور کرونگا لہٰذا اس نے اسوقت حضرت مرزا صاحب کو اپنے وعدہ کے مطابق بھیجکر اسکی

تائید اور حفاظت کی اور آپ نے حکم ہو کر اس مسئلہ میں یہ فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے بتایا کہ سچے اور مسلم مسئلہ میں سب سے گرا ہوا مذہب آریہ ہے کیونکہ اگرچہ وہ اس امر کے قائل ہیں کہ خدا ہے پر اول اسکے اثبات کی جو راہیں ہیں اور جنکو سب راست بازوں نے استعمال کیا ہے یہ سب انسے منکر ہیں اور وہ راہیں خدا کی وحی اور تازہ نشان ہیں اور پھر اس کے بعد فلسفیانہ دلائل کا طریق تھا اگرچہ ان کے مقدمات کلیہ انسانی ناقص استقرا کا نتیجہ ہونے اور تناقض آرا کا سیاہ داغ اپنی پیشانی پر رکھنے سے ظنی ہوتے ہیں اور علی سبیل التسلیم پھر اسی نتیجہ پر پہونچاتے ہیں کہ ہونا چاہئے نہ یہ کہ ہے پر ان کا سب دار و مدار حدوث اور احتیاج پر ہے اور آریہ مذہب اس بات کا قائل ہے کہ مادہ کائنات اور ارواح اپنے سب قوا اور خواص کے ساتھ قدیم اور غیر محتاج ہیں۔ لہذا وہ فلسفیانہ دلائل سے بھی اس نتیجہ تک نہیں پہونچ سکتے کہ کوئی خدا ہونا چاہئے کیونکہ جب مادۂ عالم اور ارواح اپنے وجود اور قوا اور خواص میں غیر محتاج ہیں تو پھر ممکن ہے کہ خالی ترکیب میں بھی خدا کے محتاج نہوں بلکہ انکی ترکیب میں خدا کا دخل دینا مداخلت بیجا ہے خدا کا ان سے اب تعلق ہی کیا ہے یا ان کو خدا کے دخل بیجا سے فائدہ ہی کیا ہے یہی کہ جونوں کے چکر میں بے گناہوں اور غیر ممنون احسانوں کو قید کرے بلکہ جس عدل کے قائم کرنے کے لئے وہ اس دائمی چکر کے قائل ہوئے ہیں وہ خدا کو کب اجازت دیتا ہے کہ اپنی سلطنت اور احسان سے باہر کی چیز و نپر ایسا بیجا اور ظالمانہ اور مضر تصرف کرے۔

ان سے دوسرے مرتبہ پر فلسفی ہیں ان کا اس مسئلہ میں وہی نقص بتایا ہے جو میں بیان کر چکا ہوں۔

تیسرے درجہ پر یہود و نصاریٰ ہیں ان کے پاس خدا کا کلام اور خدا کے نشان تھے پر چونکہ نہ خدا نے انکی کتابوں کی حفاظت اپنے ذمہ لی اور نہ ان کے مذہب و ملت کی لہذا پہلا کلام تو محفوظ نہ رہا اور نہ آئندہ انہیں کوئی کلیم اور ذی نشان پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کے وہ امیدوار ہیں نئے کلام اور نشان کے نہ وہ قائل نہ ان کے پاس ہے پہلا کلام تو اول محفوظ نہیں دوم وہ خود علمی اور قومی رنگ میں فیصلہ کر چکے ہیں کہ بائبل اب تقویم پارینہ ہے اور پرانے نشان بھی عجیب فسانوں سے زیادہ اثر اور وقعت نہیں رکھتے پس یوں سمجھنا چاہئے کہ اس مسئلہ کے

اثبات ہیں ان کے پاس کچھ تھا پر اب وہ فلانش محض مہدی تذکرہ پر یوں پانی پھیر کہ کچھ تھا استعداد زمانہ نے ہاتھ پھیرا اور باقی پر انھوں نے خود پانی پھیر دیا اور خود نہ کچھ پیدا کیا اور نہ پیدا کرنے کے امیدوار رہے بلکہ عیسائیوں نے تو بیٹا منوانے منواتے باپ سے بھی انکار کرا دیا کیونکہ مثل مشہور ہے الولد سر لابیہ اور اردو کا بھی مشہور مقولہ ہے۔ جیسا دیکھا سالا ایسی ہی سالے کی بہن۔ بیٹے کی سرگذشت سے تو ہر کہ ومہ واقف ہو ہی گیا ہے پس لائق بیٹے سے باپ کی لیاقت کا اندازہ بھی لوگوں نے کر لیا اور یقین کر لیا کہ جب بیٹا یہود کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس کے باپ کی کیا طاقت ہو سکتی ہے کہ سب کا خالق اور قادر مطلق ہو یا اسکی یہ طاقت ہو کہ اپنے انکار پر کسیکو مواخذہ کر سکے اور پھر خصوصاً ایسے لوگوں کو جو اس کے بیٹے کے قاتلوں سے ہزار ہا درجہ طاقت ور ہیں یہی وجہ ہے کہ بیٹے کے ماننے والوں نے جب سے نظر کھولی ہے اور بیٹے کے حالات سے بکلّی واقفیت پیدا کی ہے تو اسیوقت سے انمیں جسقدر دہریہ ہوئے ہیں اسقدر اور کسی قوم میں نہیں پائے جاتے باپ بیٹے دونوں کے انکار کی کوئی حد نہیں۔

چوتھے نمبر پر شیعہ کا گروہ ہے

یہ لوگ زبان سے تو کہتے ہیں کہ خدا ہے پر اس کے ثبوت کے لئے جو کچھ قرآن مجید نے بیان فرمایا اسپر تو انہوں نے یوں پانی پھیرا ہے کہ موجودہ قرآن مجید کو تو بیاض عثمانی قرار دیکر پس پشت ڈالدیا اور اصل قرآن مجید کی نسبت یہ کہدیا کہ وہ مہدی فاطمی بلکہ حسینی کے پاس چلا گیا ہوا ہے چنانچہ تفسیر صافی جو کہ شیعوں کی ایک معتبر تفسیر ہے اسکی عبارت بلکہ اسکی نقل کردہ حدیث قرآن مجید کی نسبت یہ ہے۔ المقدمۃ السادسۃ فی نبذ مما جاء فی جمع القرآن وتحریفہ وزیادتہ ونقصہ عن ابی جعفر قال لولا انہ زید فی کتاب اللہ ونقص ما خفی حقنا علی ذی حجی پھر ایک لنبی حدیث نقل کی ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو حضرت علیؓ نے قرآن جمع کیا اور مہاجرین اور انصار پر پیش کیا تو جب ابو بکرؓ نے اس کو کھولا تو پہلے ہی صفحہ پر مہاجرین اور انصار کی فضیحتیں پائیں تو عمرؓ کو دیدیا اور کہا اے علی اس کو لیجا ہمیں اسکی کوئی حاجت نہیں۔ پس حضرت علیؑ اس کو

لیکر واپس چلے گئے پھر عمر نے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ علی تو ایسا قرآن لایا تھا جسے ہم نے رد کر دیا ہے اب تم بناؤ جو ایسی باتوں سے پاک ہو تو اس نے منظور کر لیا پر یہ کہا کہ اگر میں بنا لایا اور علی نے وہ نکالا تو ہماری ساری کارروائی باطل ہو جائے گی عمرؓ نے کہا پھر اس کا کیا حیلہ ہے اس نے کہا حیلہ تو تم ہی اچھا جانتے ہو تب عمرؓ نے کہا اس کے قتل کے سوا اور کوئی حیلہ نہیں ہو سکتا پس آپ کے قتل کے لئے خالد بن ولید کو مقرر کیا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

پھر جب عمرؓ خلیفہ بنا تو اس نے حضرت علیؓ سے وہ قرآن مانگا تاکہ اسکو محرف مبدل کر دیں پس علیؓ کو کہا اے ابو الحسن تو ابوبکر کے پاس لایا تھا لیکن اب ہمارے پاس لا تاکہ ہم سب اسپر اتفاق کریں تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اب تو وقت چلا گیا میں تو اسوقت بھی اسیوجہ سے لایا تھا کہ تم پر حجت پوری ہو جائے تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھے یا یہ کہ تو ہمارے پاس نہ لایا تھا اس قرآن کو تو بجز پاک لوگوں اور وصیوں کے جو میری اولاد میں سے ہیں کوئی نہ چھوئیگا تب عمرؓ نے کہا فهل وقت لاظهاره معلوم قال علی علیه السلام نعم اذا قام القائم من ولدی یظهره ویحمل الناس علیه فیجری السنة به غرضکہ ایسی بہت سی حدیثیں روایت کر کے پھر صاحب تفسیر ان سے نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتا ہے۔

اقول المستفاد من مجموع هذه الاخبار وغیرها من الروایات من طریق اهل البیت علیهم السلام ان القرآن الذی بین اظهرنا لیس بتمامه کما انزل علی محمد بل منه ما هو خلاف ما انزل الله ومنه ما هو غیر محرف وانه قد حذف عنه اشیاء کثیرة منها اسم علی علیه السلام فی کثیر من المواضع ومنها لفظة آل محمد غیر مرة ومنها اسماء المنافقین فی مواضعها ومنها غیر ذلک وانه لیس ایضا علی الترتیب المرضی عند الله وعند رسوله۔

اور آپ کی وفات کے بعد خلافت بھی دبا لی اور علاوہ اس کے فتوحات کو اسقدر وسیع کیا کہ جس کا اقرار سب دنیا کو ہے پس اس اعتقاد فاسد سے اس قسم کے نشان بھی ہاتھ سے دیدیئے اب یہ تازہ نشانات تو وہ سب کے سب غار والے مہدی کے حصہ میں رکھے ہوئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

اور تم میں سے ایک گروہ ہو جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مصلح ہونگے

رسالہ تشحیذ الاذہان

جلد (۱)

نمبر (۳)

ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

باہتمام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان یکم ستمبر ۱۹۰۶ء کو قادیان دارالامان سے شائع ہوا۔

ضروری اطلاع

یہ اطلاع ایک اشد ضرورت کیوقت دیجاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ کچھ مدت سے زکوٰۃ کا روپیہ قادیان دارالامان میں ایک الگ فنڈ کے طور پر جمع ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ بعض اُن غریب طلبا کی مدد کیجاتی ہے جو کالجوں اور مدرسہ تعلیم الاسلام میں تعلیم پاتے ہیں اور بعض وقت ابن السبیل کو راہ خرچ دیا جاتا ہے اور بعض غربا بیکسوں کا کفن دفن کیا جاتا ہے۔ یہ تمام اخراجات زکوٰۃ فنڈ سے دیئے جاتے تھے۔ مگر اسوقت فنڈ میں روپیہ ختم ہوگیا ہے۔ جس سے ان تمام اخراجات کے وقت سخت مشکل ہوتی ہے۔ اس لئے ہر ایک صاحب کو چاہیئے۔ کہ زکوٰۃ کا جتنا روپیہ ہو وہ حضرت مولوی نورالدین صاحب (امین زکوٰۃ فنڈ) کے نام زکوٰۃ کا روپیہ بھیجا کریں۔ منیجر۔

معذرت

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب حقیقۃ الوحی بڑے زور شور سے چھپ رہی ہے۔ جسکی وجہ سے پریس اور کاپی نویس خالی نہیں ہیں۔ اسلئے رسالہ میں کسیقدر توقف ہوا۔ اور جلدی کیوجہ سے اسمیں بعض نقص رہ گئے ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین معاف فرمائیں گے۔ والسلام۔ منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسیح موعودؑ

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ جب اس دنیا میں ہر طرح سے فسق و فجور کو راہ مل جاتا ہے۔ اور مخلوق ناگفتہ بہ کارروایاں کرنی شروع کر دیتی ہے۔ چوری۔ غیبت۔ جھوٹ۔ زنا۔ رشوت ستانی غرضیکہ کل بدکاریوں کو شیر مادر خیال کر لیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا خوف اور اسکی ہستی پر ایمان اور فرشتوں اور حشر نشر پر اعتقاد لوگوں کے دلوں سے اٹھ جاتا ہے۔ تو خدائے وحدہٗ لاشریک اپنی لاتبدیل سنت کے موافق۔ اپنی طرف سے کسی بندہ کو مبعوث فرما کر دنیا میں بھیجتا ہے اور اس ضلالت اور گمراہی کو دور فرماتا ہے۔ جیسا کہ اُس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیا۔ جبکہ انکی بعثت سے پہلے دنیا میں ظھر الفساد فی البر والبحر کا نقشہ نظر آ رہا تھا۔ عیسائیوں نے ایک انسان ضعیف کو جو نو ماہ تک ایک عورت کے رحم میں خون حیض کہ جس کے لگ جانے سے کپڑا ناپاک و پلید ہو جاتا ہے کھاتا رہا۔ خدائے پیدا کنندہ زمین و آسمان کا فرزند بنایا ہوا تھا۔ اور آریہ دیش میں جہاں وید کا دور دورہ تھا تینتیس کروڑ خدا تجویز کئے گئے تھے۔ اور عرب میں خدا کی جگہ لات منات وغیرہ نے لے رکھی تھی۔ اور فارس میں آتش پرستی رائج تھی۔ غرضیکہ تمام جہان شرک و بت پرستی میں غرق اور قسم قسم کی بدکاریوں میں مبتلا تھا۔ اسوقت اللہ تعالیٰ نے عرب میں جو بت پرستی کا مرکز ہو رہا تھا اپنے ایک بندہ کو کھڑا کیا اور اس کی ذریعہ سے

نور وحدانیت کو چار دانگ عالم میں پھیلا دیا۔ عرب میں نہیں بلکہ تمام جہان میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند کرایا۔ وہ شرک و بدعت جو نبی کریم کے زمانہ میں دنیا سے اُٹھ گئے تھے اُنکی پیشگوئی کے مطابق چوتھی صدی سے پھر پھیلنے شروع ہوئے۔ اور اس زمانہ میں جبکہ دجالیت کمال کو پہونچ گئی ہے اور خدا تعالیٰ کے کلام کو ہنسی اور مذاق کا نشانہ ٹھہرایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو اپنی نصرت اور مدد سے مالا مال کر کے مبعوث فرمایا ہے تاکہ وہ اسکی ہستی کا زندہ نمونہ ٹھہرے اور بے باک لن ترانیاں مارنیوالوں پر حجت قائم ہو۔

چونکہ ہمیشہ سے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی سنت چلی آئی ہے کہ اگر کسی آئندہ زمانہ میں اس نے اپنا بندہ بھیجنا ہوتا ہے۔ تو وہ اپنے پہلے رسولوں کے مونہہ سے اسکی بعثت سے مدت دراز پہلے پیشگوئی کرا دیتا ہے۔ اور یہ اسکی بہت نہایت شفقت اور مہربانی ہے۔ لیکن سعید الفطرت انسان اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور شقی اسوجہ سے کہ شقاوت اور نور میں سخت دشمنی ہے اور بھی طرح طرح کے شبہات میں پڑ جاتا ہے تاکہ سعید اسوقت فائدہ اٹھا دیں اور شقی اپنی ضلالت میں اور بھی بڑھیں۔ اور انکی شقاوت کیوجہ سے اس نبی معصوم کے پوشیدہ جوہر اور قابلیتیں عام لوگوں پر اور بھی کھلے طور سے ظاہر ہو جاتی ہیں سو اس سنت کے موافق اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کی بابت بھی پیشگوئیاں کرائی ہیں جو ہم اسلام عیسائیت اور سناتن دہرم سے علیحدہ علیحدہ مشتے نمونہ از خروارے کبطور پر دکھلاتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم اسلام کو لیتے ہیں جو کہ آج ایک ہی زندہ مذہب ہے اور جس کے پیرو ثابت کر سکتے ہیں کہ سچا مذہب صرف ہمارا ہی ہے اور کوئی دوسرا مذہب خواہ ویدک ہو یا انجیلی اس سے لگا نہیں کھا سکتا ہے کیونکہ یہ سب مذاہب مردہ ہیں کہ انمیں وحی الٰہی جو خدا کی ہستی کا ایک پکا اور سچا ثبوت ہے بالکل مفقود ہے اور ان کا خدا بہرہ اور گونگا ہے۔ اگر کوئی اس بات کا انکار کرتا ہے تو وہ میدان میں آوے اور ثابت کرے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ ہمارے نبی کریم فداہ ابی وامی کو مثیل موسیٰ قرار دیتا ہے اور اس سلسلہ محمدیہ کو سلسلہ موسویہ کا مثیل فرماتا ہے۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا (یعنی خدا وند مکہ والوں کو مخاطب کرتا ہے۔ کہ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کیطرف بھیجا تھا۔ اور ایک اور موقع پر سورہ نور میں یوں ارشاد ہے۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت

لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ۔ یعنی اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ تم میں سے جو مومن اور اعمال صالحہ کرنیوالے ہیں۔ میں انہیں زمین میں خلیفہ بناؤنگا۔ جیسا کہ میں نے اُن سے پہلوں کو بنایا۔

سو واضح ہو کہ آیت اول میں تو اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ ٹھہراتا ہے اور دوسری آیت میں سلسلہ محمدی کو سلسلہ موسوی سے نسبت دیتا ہے اور خود مولویصاحبان اس بات کو مانتے ہیں اگر ایک چیز کا شروع دوسری چیز کے شروع سے مشابہ ہو اور اس کا درمیانی حصہ دوسری چیز کے درمیانی حصہ کے مشابہ ہو تو ضروری اور لازمی امر ہے کہ مشابہت تامہ پیدا کرنے کے لیئے اُس کا اخیر دوسرے کے اخیر کے مشابہ ہو سو اسیطرح سلسلہ محمدی کا شروع سلسلہ موسوی کے شروع سے مشابہ ہے اور دونوں کا درمیانی حصہ بھی مشابہ ہے جسکی طرف یہ حدیث بھی اشارہ کرتی ہے جسمیں رسول کریم نے فرمایا ہے کہ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل ۔ یعنی میری امت کی علما بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہوں گے پس اس کا آخیر بھی اُس کے اخیر سے مشابہ ہونا چاہیئے یعنی جیساکہ حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد حضرت عیسیٰ تشریف لائے اسیطرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے چودہ سو برس بعد حضرت عیسیٰ کا کوئی مثیل آنا چاہیئے۔ اور اسوقت وہ آبھی گیا ہے جسکی آنکھیں ہوں وہ دیکھے اور جس کے کان ہیں سُنے ۔ جو ایسا نہیں کرتے ۔ سو وہ یاد رکھیں کہ ان کو ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ کا مزا چکھنا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جس قوت کو مناسب موقع پر استعمال نہ کیا جاوے وہ بیکار اور نکمی ہوجاتی ہے جیساکہ بسا اوقات ہندو سادھوؤں کے بازو خشک لکڑی کی مانند سوکھے ہوئے دیکھے جاتے ہیں اور جیساکہ چالیس دن یا کچھ اس سے زیادہ مدت آنکھوں کو بند کرنیسے ان کا نور جاتا رہتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم ۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ اُسدن تمہارا کیا حال ہوگا کہ جب تم میں عیسیٰ بیٹا مریم کا اللہ کا رسول اُتریگا اور وہ تمہیں میں سے تمہارا امام ہوگا ۔ اسمیں دو باتیں بہت غور کے قابل ہیں جنپر میں نے نشان لگا دیئے ہیں ۔ اول نزول ہے جس سے ایک عربی نہ جاننے والیکو دھوکھا لگتا ہے سو خیال کر لینا چاہیئے کہ نزال کے معنے بہت وسیع ہیں جب کوئی مسافت طے کر کے ایک جگہ قیام کر تاہی

وہاں نزل کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اونچی جگہ سے نیچے کو اترنے کے موقع پر بھی بولا جاتا ہے اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انزلنا الحدید۔ یعنی ہم نے ہی لوہا اُتارا ہے۔ جسطرح اُترتا ہے ناظرین بخوبی جانتے ہیں۔ اور دوسری بات امامکم منکم والی اسمیں رسول کریم ان تمام کے خیالات کارد کرتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی باہر سے مثلاً یہود یوں وغیرہ سے ہمارا عیسےٰ آویگا بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور تمہیں میں سے ہوگا کہیں باہر سے نہیں آوے گا۔

اب اس تمام بحث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں ایک رسول کے آنیکا وعدہ ہے اور وہ حضرت عیسٰیؑ جو یہودیوں میں آئے تھے اُن کا مثیل ہوگا۔ اور حدیثوں میں ایک مہدی کے آنیکی بھی بڑے شد و مد سے خبر دیگئی ہے۔ یہانتک کہ اُس کا مقام اور طرف سب کچھ بیان کیا گیا ہے اور پھر ایک حدیث میں رسول کریم نے فرمایا کہ لا مھدی الا عیسیٰ کہ کوئی مہدی نہیں مگر عیسےٰ یعنی مہدی آخرالزمان ہی عیسےٰ ہوں گے اور یہ نہیں ہوگا کہ عیسےٰ کوئی اور ہو اور مہدی کوئی اور۔ اسیطرح حضرت مسیح کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کی خبر انجیل میں بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ انجیل متی باب ۲۴۔ آیت ۳۰ میں یوں لکھا ہے۔ "اُس وقت ابن مریم کا نشان آسمان پر دکھا دیگا۔ اور اس وقت زمین کے سارے فرقے چھاتی پیٹینگے۔ اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے"۔

سناتن دھرمی صاحبان کی کتاب بڑی مدبھاگوت گیتا ترجمہ اردو صفحہ ۶۶۷ پر یوں درج ہے رتب پرمیشر دھرم کی رچھیا لیئے سنبل دلیش میں گوڑ برہمن کے بڑے بلے ورجہ کے خاندان کے گھر کلنکی اوتار ہوں گے اور اس کے بعد اس کے درشن سے لوگ پاپ اور گناہ کو ترک نیک کردار ہوجاویں گے۔

اب ہم تینوں مذہبوں سے ایک نبی کے آنے کی پیشگوئی ناظرین کے گوشگذار کرچکے ہیں اور پیشتر اس کے تینوں مذہبوں کے مقرر کردہ نشانات سنائیں ایک غلطی کو دور کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں جو مسلمانوں میں قلت تدبر سے رائج ہوگئی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ حضرت عیسےٰ کو زندہ آسمان پر چڑھا مانتے ہیں۔ ان کا نہ قرآن موید نہ حدیث نہ اجماع نہ صحابہ نہ تاریخ۔ ناظرین پوچھیں گے اگر انمیں سے کوئی بھی

اس بات کا مؤید نہیں تو یہ غلطی کسطرح واقع ہوئی۔ ہم بتا دیتے ہیں کہ یہاں ہندوستان ہی میں دیکھو کہ جو قومیں مسلمان ہوئی ہیں مثلاً راجپوت وغیرہ انمیں ابھی تک بعض ایسی رسمیں رائج ہیں جن رسومات کی وہ تبدیلئے مذہب کے پہلے عامل تھے۔ اور باوجود کئی پشتیں گذرنیکے ابھی تک انہوں نے اپنے بعض قدیم اعتقادات نہیں چھوڑے۔ اسیطرح اسلام میں جب یہ عیسائی فوج در فوج داخل ہوئے تو یہ بعض اعتقاد اپنے ساتھ لائے اور آہستہ آہستہ وہ مسلمانوں میں پھیل گئے۔ قرآن شریف نے تو فلما توفیتنی کہکر ان کا کام تمام کر دیا۔ یعنے قیامت کے دن خدا تعالےٰ حضرت عیسےٰ سے سوال کریگا کہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ تو حضرت عیسیٰ انکی جواب میں یہ فرماویں گے۔ تو تو پاک ہے میں کیونکر وہ بات کہوں جسکا مجھے حق نہیں اگر میں نے کہا ہوگا تو تحقیق تجھے معلوم ہوگا۔ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے۔ اور میں نہیں جانتا جو تیرے دل میں ہے۔ تحقیق تو پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ میں نے ان کو کچھ نہیں کہا مگر جسکا تو نے مجھے حکم دیا۔ یہ کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے۔ میں ان سے خبردار تھا جبتک میں انمیں رہا جب مجھے تو نے وفات دی تو تو ہی انپر نگہبان تھا۔ یہ حضرت عیسےٰ کا جواب ہے۔ اے میرے دوستو! غور تو کرو کہ یہ جواب اس صورت میں کیونکر درست ہوسکتا ہے جبکہ ہمارے مخالف مانتے ہیں کہ وہی حضرت عیسےٰ قیامت سے پہلے چالیس برس اگر زمین پر رہیں گے اور سوروں کو قتل کریں گے۔ اور صلیبوں کو توڑیں گے۔ اگر خدانخواستہ یہ عقیدہ صحیح مان لیا جائے تو اس سے حضرت عیسےٰ کا قیامت کے دن خدا کے سامنے جھوٹ بولنا ثابت ہوتا ہے۔ ان کو تو مندرجہ ذیل جواب دینا چاہیئے تھا کہ اے خدا میں نے تو لوگوں کو نہیں کہا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ۔ انہوں نے از خود ہی یہ عقیدہ گھڑ لیا تھا جب میں آسمان سے اتر کر دوبارہ دنیا میں گیا اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ گندہ عقیدہ میری قوم نے بنایا ہوا ہے تو میں نے ان کو مارا اور انکی صلیب وغیرہ کو توڑا۔ اب آپ مجھ سے یہ سوال کیوں فرماتے ہیں۔ چونکہ وفات کا مضمون بجائے خود ایک بڑا بھاری مضمون ہے اسجگہ میں اسپر مفصل نہیں لکھ سکتا۔ ہاں ایک دو باتیں بتائے بغیر بھی نہیں رہسکتا۔ اور وہ یہ ہیں کہ مخالف لوگ فوراً ما قتلوہ وما صلبوہ والی آیت پیش کرکے کہدیتے ہیں کہ تم تو پھر مانتے ہو صلیب دیئے گئے۔ سو واضح خاطر عاطر ہو کہ ہم ایسا ہرگز نہیں مانتے

ہاں ہم اصل واقعہ کو مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو یہودیوں نے دار پر لٹکایا۔ مگر دار پر لٹکانے سے مصلوب ہونا کہاں سے نکل آیا۔ دار پر لٹکانا تو مصلوب کرنیکا وسیلہ تھا جسمیں وہ ناکامیاب رہے۔ مثلاً کاغذ قلم دوات وغیرہ کا مہیا کر لینا اس بات پر دال نہیں ہے کہ ضرور لکھا بھی گیا بلکہ لکھا تو اسوقت جاویگا جبکہ ان سب چیزوں کو استعمال کرکے لکھ دیں گے۔ صلیب پر انہوں نے لٹکایا مگر وہ صلیب پر ان کو مار نہیں سکے جو واقعات سے ثابت ہے جن کا اس جگہ لکھنا باعث طوالت ہوگا۔ اور جو دوسری آیت وہ بسا اوقات پیش کیا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے وان من اھل الکتاب الا لیومنن به قبل موته اس آیت کی تفسیر کرنے میں علماء سلف و خلف کا اختلاف عظیم ہے کوئی موته کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کیطرف لگاتا ہے اور کوئی اہل کتاب کیطرف مگر جو بات اس کا صحیح فیصلہ کرتی ہے وہ اس آیت کی قرأۃ ثانی ہے چنانچہ تفسیر ابن جریر صفحہ ۱۳ میں یوں مرقوم ہے۔ کہ ابی ابن کعب کے لکھے ہوئے قرآن شریف میں جو انہوں نے خود رسول کریمؐ سے پڑھا تھا بجائے موته کے موتهم ہے جو اس بات پر صریح دلالت کرتی ہے کہ خواہ ہم قرآن شریف میں موته پڑہیں یا موتهم پڑہیں ضمیر اہل کتاب کیطرف پھیرنی چاہیئے جس صورت میں معنے یہ ہونگے کہ یہ اہل کتاب بھی عجیب قسم کے لوگ تھے۔ جو باوجود دلائل کے پھر بھی یہی مانتے چلے جاتے ہیں کہ مسیح ابن مریم صلیب پر فوت ہو گئے۔ لیکن یہ باتیں اُنکی صرف موت ہی تک ہیں۔ موت کے بعد سب حقیقت کھل جائیگی + اگرچہ میں نے یہاں بہت سی باتوں کا ذکر کرنا تھا۔ مثلاً رسول کریمؐ کا حضرت عیسیٰؑ کو شب معراج میں مردوں میں دیکھنا۔ رسول کریمؐ کی وفات کے بعد صحابہ کا اجماع ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل پر ہونا۔ مرہم عیسیٰ کا ذکر طب میں ہونا۔ جو حضرت عیسیٰ کے صلیب والے زخموں کے لئے حواریوں نے طیار کی تھی۔ اس حدیث کا ہونا کہ ان عیسیٰ عاش عشرین ومائة سنة جو حضرت عائشہ سے مروی ہے اور المواہب اللدنیہ مصنفہ قسطلانی کے صفحہ ۴۲ پر درج ہے۔ اور دوسری حدیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین الخ جس کے معنے ہیں اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو میری اطاعت کرتے۔ ... وغیرہ وغیرہ۔ مگر بخوف طوالت مجبور ہوں۔

اب ہم وہ نشان بیان کرتے ہیں جو کہ کلام اللہ میں پائے جاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ کلام اللہ میں

حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ آنیکا کوئی ذکر نہیں۔ سو ان صاحبان کو ذرا غور کرنے کے بعد صاف پتہ لگ جاوے گا۔ کہ عیسیٰ کا دوبارہ دنیا میں آنا کوئی چھوٹا اور معمولی مسئلہ نہیں ہے جس کا فیصلہ کئے بغیر خدا تعالیٰ چھوڑ دیتا۔ ہم کو احادیث سے پتہ لگتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ کی آمد کے فلاں فلاں نشان ہیں۔ مثلاً اونٹوں کا بیکار ہونا اور اسکی طرف قرآن کریم بھی اشارہ فرماتا ہے۔ تو پھر ان نشانات کو جو قرآن شریف میں بیان ہوئے اور اسوقت پورے بھی ہو گئے ہیں کیوں مسیح کے نشانات نہ مانیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اذا الشمس کورت۔ جب سورج لپیٹا جاویگا۔ یعنی جبکہ علم الٰہی دنیا سے اٹھ جاویگا اور جہالت کی تاریکی چھا جاویگی واذا النجوم انکدرت۔ یعنی جب تارے میلے ہو جاویں گے یعنی علمائے دین کے دلمیں کدورت ہو جاویگی واذا الجبال سیرت جبکہ پہاڑ چلائے جاویں یعنی پہاڑوں میں سے چیر چیر کر ٹنل وغیرہ نکالی جاویں۔ واذا العشار عطلت۔ جبکہ اونٹ بیکار ہو جاویں گے جیسا کہ اب مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہونے سے بیکار ہوئے۔ اور تمام جہان میں بھی ریل کی کثرت سے ہو رہے ہیں۔ آئے دن نئی نئی لائنیں طیار ہو رہی ہیں واذا الوحوش حشرت۔ یعنی جسوقت وحشی جمع کئے جاویں۔ جیسا کہ آجکل چڑیا گھروں میں لوگ دیکھتے ہیں اور دوسرا اس کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ جب وحشی قومیں مہذب قوموں سے ملائی جاویں۔ جیسا کہ آجکل ہو رہا ہے واذا البحار سجرت جبکہ دریا چیرے جاویں۔ یعنی انمیں سے نہریں نکالی جاویں۔ جیسا کہ ان دنوں قریباً تمام دریاؤں سے جنمیں پانی کثرت سے ہے نہریں نکالی گئی ہیں اور جنمیں سے نہیں نکالی گئیں انمیں سے نکالنے کی لگاتار کوششیں ہو رہی ہیں۔ واذا النفوس زوجت جبکہ قسم قسم کی جانیں ملائی جاویں یعنی بوجہ ریل جہاز تار برقی و پوسٹل ڈیپارٹمنٹ کے تمام جہان ایک ہو جاوے۔ واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت۔ یعنی جبکہ یہ تفتیش کیجاوے کہ کس گناہ کیوجہ سے زندہ لڑکی گاڑی گئی ہے۔ سو آجکل سب دیکھتے ہیں کہ تمام جہان میں اس بات کی پرسش ہونے لگ گئی ہے۔ واذا الصحف نشرت۔ یعنی جب صحیفے یا کتابیں پھیلائی جاویں۔ جیسا کہ آجکل رسالجات کتب و اخبارات کی اسقدر کثرت ہو گئی ہے کہ اسکی نظیر زمانہ گذشتہ میں ملنا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ واذا الجحیم سعرت اور جبکہ دوزخ

دہکا دیا جاوے گا جیساکہ طاعون سے وہ دوزخ دہکایا گیا ہے جو سب کو معلوم ہی بیان کی ضرورت نہیں ہے واذا الجنۃ ازلفت اور جسوقت بہشت نزدیک کیجاوے گی یعنی حضرت مسیح پر یقین لانے اور مومن بننے سے دوزخ سے بچایا جاویگا اور جنت میں رکھا جاویگا اور قرآن شریف میں مختلف جگہوں پر نشانات بیان ہوئے ہیں جو اسجگہ بیان نہیں کئے جا سکتے اور اب ہم احادیث سے کچھ نشانات بیان کرتے ہیں۔

اسجگہ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ جو نشانات حضرت مہدی علیہ السلام کے بارے میں ہیں وہ سب حضرت عیسےٰ ہی کے نشانات ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہو کہ لا مھدی الا عیسےٰ یعنی عیسےٰ ہی مہدی ہونگے تصدیق اس بات کی ایک مسلمان بزرگ نے بھی کی ہے جسکی وفات کوکئی سو سال گذر چکے ہیں وہ فرماتے ہیں۔ ؎

مہدیٔ وقت عیسےٰ دوراں ہر دو را شہسوار می بینم

حدیث شریف میں ہے ان لمھدینا ایتین لم تکونا منذ خلق السمٰوات والارض ینکسف القمر فی اول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی نصف منہ ولم تکونا منذ خلق اللہ السموات والارض رواہ الدارقطنی فی سننہ من محمد بن علی۔ تحقیق مہدی کی تصدیق کیواسطے دو نشان ہیں نہیں ہوئے جب سے پیدا کئے گئے آسمان اور زمین۔ چاند گرہن ہوگا اول رات میں رمضان کے مہینے میں اور سورج گرہن ہوگا نصف میں اور نہیں ہوئے یہ کسوف خسوف جب آسمان وزمین پیدا ہوئے ہیں دارقطنی نے اپنی سنن میں اسکو روایت کیا محمد بن علی سے۔

اس حدیث کے معنے کرنیمیں بعضوں نے غلطی کھائی ہے۔ کیونکہ انہوں نے سمجھا ہے کہ رمضان کی اول تاریخ ہی کو کسوف لگیگا حالانکہ اول رات کے چاند کو عربی میں ہرگز قمر نہیں کہتے بلکہ ہلال کے نام سے تعبیر کرتے ہیں ویسے عقل سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ پہلی رات کا چاند تو پہلے ہی باریک ہوتا ہے اس کو کسوف کیا لگیگا۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی فعل نے ظاہر کیا ہے کہ چاند کو کسوف سوائے تین رات کے نہیں لگتا اور وہ راتیں تیرہ چودہویں اور پندرہویں تاریخ کی۔ سو اس حدیث میں اول رات سے مراد ۱۳ تاریخ رمضان کی ہے

اور اوہر خسوف ستائیس اٹھائیس و انتیس کو لگتا ہے اور اس کی نصف سے مراد اٹھائیسویں ہے چنانچہ سنہ ۹۴ء میں اسیطرحسے وقوع میں آیا۔

ایک اور حدیث میں جو بوجہ طوالت نہیں لکھی گئی حضرت عیسےٰ و مہدی (ایک ہی شخص) کے آنیکا نشان قرن ذو السنین کا نکلنا بیان ہوا ہے۔ جسمیں لکھا ہے کہ وہ ستارہ کسوف خسوف کے بعد نکلیگا اور اس وقت تم زمانہ کے شر سے پناہ مانگنا یہ ستارہ دنبالہ دار سنہ ۱۲۹۹ھ میں نکلا دیکھو اخبار جریدۂ روزگار۔

ایک اور حدیث یوں آئی ہے۔ عن کعب قال یطلع من المشرق قبل خروج المھدی نجم لہ ذنب یضئی اخرجہ نعیم۔ یعنی کعب سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہدی کے خروج سے پہلے ایک ایسا تارہ چڑہیگا جسکی دم ہوگی اور وہ چمکیگا۔ نکالا اس حدیث کو نعیم نے۔ یہ تارہ بھی سنہ ۱۸۹۶ء میں نکل چکا ہے۔ دیکھو اخبار الحامی جلد سوم نمبر ۵ مورخہ ۱۳ دسمبر سنہ ۹۶ء و آزاد جلد ۱۲۔ ۱۴ دسمبر سنہ ۹۶ء۔

مسیح کے نشانات میں سے دجال کا ہونا بھی ہے جو مشہور اور عام بات ہے اس کو عام مسلمان جانتے ہیں۔ کہ دجال ایک شخص ہوگا ایک آنکھ سے کانا اور وہ تمام دنیا پر حکومت کریگا۔ اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ ہوں گے۔ جب چاہیگا بارش برسالیگا وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان احادیث کو ظاہر پر محمول کرکے یہ لوگ دجال کانے کو وہ صفات دیتے جنمیں سے بعض کلیۃً اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور یہ صریح شرک ہے اور شرک کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الشرک لظلم عظیم

ہم اب دیکھتے ہیں کہ دجال سے مراد کیا ہے دجال لفظ دجالہ سے نکلا ہے جس کے معنے قاموس اور اسکی شرح میں ایک فرقہ عظیمہ یعنے کمپنی کے لکھے ہیں جو اپنے مال و متاع کو تجارت کے لئے لئے پھرتے ہیں اور یہ بات ان یوروپینز پر خوب چسپاں ہوتی اور اور بھی مستحکم ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہم کو رسول کریم نے فرمایا ہے کہ سورہ کہف کی پہلی اور پچھلی ان آیتوں کی تلاوت کیا کرو تاکہ تم دجال کے فتنہ سے محفوظ رہو سو ہم دیکھتے ہیں کہ ان آیتوں میں کیا ذکر ہے۔ ان آیتوں میں ہم یہ لکھا پاتے ہیں وَیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا اور

ڈرسنا وے ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ اللہ رکھتا ہے اولاد ان کو کچھ علم نہیں ہے اور نہ ان کے باپوں کو۔کیا بری بات نکلتی ہے ان کے مونہہ سے۔نہیں کہتے مگر جھوٹ۔سو ناظرین اس آیت سے خوب سمجھ سکتے ہیں کہ دجال کیا چیز ہے۔دجال ان لوگوں کا نام ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے سو یہ لوگ پادری صاحبان ہیں۔

اب غور فرما ہے کہ ان کے ساتھ دوزخ تو اچھی طرح سے ہے کیونکہ جو انکی مانے گا ناک کی سیدھ دوزخ میں جاویگا۔اور روٹیوں کے چھکڑے بھی ان کے پاس ہیں کیونکہ جو عیسائی ہوتا ہے خوب دولت کماتا ہے۔اور یہ صاحب آنکھ سے کانے بھی ہیں یعنی انکی دنیا کی آنکھ بڑی روشن اور تیز ہے اور دوسری آنکھ یعنی دین کی پھوٹی ہوئی ہے کہ ایک ضعیف انسان کو خدا بنا چھوڑا ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ اس کے ماتھے پر لکھا ہوگا کافر سو ایں خیال است و محال است و جنون۔کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت کے خلاف ہے۔کیونکہ وہ قرآن شریف کے شروع ہی میں یؤمنون بالغیب کا اشارہ فرماتا ہے ہاں اس سے یہ مراد ہے کہ ان عیسائیوں کا دجل ایسا اظہر من الشمس ہوگا کہ سب کو ظاہرا معلوم ہوگا یہ کافر ہیں کیونکہ معمولی سمجھ کا آدمی بھی جانتا ہے کہ خدا کا بیٹا وغیرہ نہیں ہوسکتا اور نہ خدا خود کسی کے جسم میں آسکتا ہے کیونکہ یہ اسکی قدوسیت کے خلاف ہے دیہ جو لکھا ہے کہ دجال کے ماتھے پر کافر لکھا ہوگا یہ پیشگوئی اسطرح بھی خوب واضح اور بین طور سے پوری ہوتی ہے کہ انگریزوں کی ٹوپی کے اگلے چھجے کو انکی زبان میں کو رکہتے ہیں اور ایسی ٹوپی کل عیسائی قومیں پہنتی ہیں۔اور عربی میں چونکہ و ف سے بدلجاتی ہے اس لئے کافر سے مراد وہ چھجہ ہے جو کہ ان کے ماتھے پر ہوتا ہے اور ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے۔از ایڈیٹر) اور یہی قوم یاجوج ماجوج ہے کیونکہ یہ الفاظ اجّ سے مشتق ہیں۔اور اج کے معنے آگ کے ہیں اور یہی قوم ہے جو آگ سے آجکل اسقدر فائدہ اٹھا رہی ہے کہ پہلے کسی قوم نے نہیں اوٹھایا۔اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ یہ انگریزی قوم یاجوج ماجوج ہے ہم کو اسقدر دور جانے کی ضرورت نہ تھی۔کیونکہ لنڈن کے گلڈ ہال میں اب تک ان کے سٹیچو بطور یادگار کے موجود ہیں۔اور یہ یادگار اس امر کی ہے کہ یاجوج ماجوج نے ہی اس شہر لنڈن کی بنیاد رکھی تھی۔اگر مفصل دیکھنا منظور ہو تو دیکھو کتاب "نورالدین" سوال نمبر ۸

اسلام میں نشانات بہت بیان ہوئے ہیں اور وہ سب کے سب پورے ہو چکے ہیں۔ ہم نے صرف چند ایک اوپر دکھلائے کیونکہ اس جگہ ایسا کرنے سے مضمون بہت لمبا ہو جاوے گا۔ اب ہم انجیل سے ان کے آنے کے نشانات لکھتے ہیں وہ جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا تو اس کے شاگرد اس کے پاس آکر بولے ہمیں تو بتا یہ باتیں کب ہونگی۔ اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا کیا نشان ہوگا یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ "خبردار تمہیں کوئی گمراہ نہ کر دے کیونکہ بہت میرے نام سے آویں گے اور اپنے آپ کو مسیح کہیں گے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار گھبرانا نہیں کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے۔ لیکن اسوقت خاتمہ نہ ہوگا" بہت سارے آدمیوں نے مسیحیت کا دعوےٰ کیا مگر سب کے سب واصل جہنم ہوئے کسی کا پتہ نہیں جو ان کے کذب کی بھاری دلیل ہے اور لڑائیوں کی افواہیں تو کثرت سے سنی جاتی ہیں چنانچہ ایک آدمی نے جسکی عمر اکیس بائیس سال کی ہو جب سے اس نے ہوش سنبھالا ہے یہ لڑائیں متواتر سنی ہونگی اول وہ جنگ جو انگریزوں اور پٹھانوں کے درمیان ہوئی۔ جنگ یونان و ٹرکی۔ چین اور دیگر تمام بڑی بڑی طاقتیں۔ جنگ جنوبی افریقہ۔ سپین اور امریکہ کی لڑائیاں جنگ جو مشرقی افریقہ کے ملاں اور انگریزوں کے درمیان ہوئی۔ جنگ روس و جاپان۔ روس کا بادشاہ اور اسکی رعایا۔ ابھی چند دن ہی گذرے ہیں کہ ہم اخبار دنیں باب عالی اور دوسری طاقتوں کی کشمکش کا ذکر پڑھتے تھے اور آجکل ہم سنتے ہیں۔ کہ جرمن اور فرانس میں مراکو کے بارے میں سخت پیچیدگیاں پیدا ہو رہی ہیں شاید انہیں میں جنگ ہو جائے "قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کریگی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آویں گے"۔ اب ہم سنہ ۱۸۶۷ء سے لیکر آج تک دکھلاتے ہیں کہ کون کون سے قحط پڑے۔ اڑیسہ کا قحط۔ بنگالہ اور بہار کا قحط۔ جنوبی ہند کا قحط۔ احاطہ بمبئی کا قحط۔ مدراس کا کال سنہ ۷۶ و ۸۸ و ۸۹ء میں تمام ہندوستان کا قحط سنہ ۹۵ء کا قحط۔ پھر سنہ ۹۶ء سے لیکر سنہ ۱۹۰۰ء تک ہندوستان کا مشہور قحط جسمیں لکھوکھہا خلقت فاقہ کشی سے راہی ملک عدم ہوئی۔ علاوہ بریں روس کا عالمگیر قحط اور ٹرکی کی گرانی اناج اور آجکل جاپان میں بھی سخت قحط سنا جاتا ہے۔ اور اس عرصہ میں کثرت سے کال مختلف ملکوں میں

پڑتے رہے ہیں جو ہسٹری کے پڑہنے والوں کو اچھی طرح سے معلوم ہوں گے۔ اور اسوقت بہت سارے ٹھوکر کہائیں گے اور ایکدوسرے کو پکڑوائیگا۔ اور ایکدوسرے سے عداوت رکھیگا۔ اور بے دینی کے بڑھ جانیکے سبب بہتوں کی محبت ٹھنڈی پڑجائیگی۔ (اس بات کے ثبوت کے لئے میں ایک پادریصاحب کی نظم کا خلاصہ لکھتا ہوں جو انگلینڈ کے اخبار میں چھپی تھی۔ اور وہ یہ ہے۔ بعض گرجے میں سیر کے لئے آتے ہیں اور بعض وقت ضائع کرنے کے لئے اور بعض دوستیاں لگانے کے لئے ..... بہت تھوڑے ہیں جو خدا کے لئے آتے ہیں) اور بادشاہت کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں پر گواہی ہو" (خدا کے فضل سے اب ہمارے مسیح کی منادی تمام جہان میں گونج رہی ہے

اب ہم گیتا میں سے نقل کرتے ہیں کہ نکلنکی اوتار کے آنے کی علامات مندرج ہیں۔

"کل جگ میں سنساری آدمی ہر روز دیا اور سچائی چھوڑنے سے کم طاقت ہوجائیں گے۔ عمر چھوٹی ہوجائیگی۔ راجہ لوگ پرجہ پر یعنی رعایا پر ظلم کریں گے برسات کم ہوگی۔ قحط سالی بہت ہوگی پرجا لوگ ہر ک سے تنگ آکر اپنا دہرم چھوڑ دیں گے۔ اور جسوقت کوئی ایسا راجہ یا بادشاہ نہیں ہوگا کہ جسکی ہفت اقلیم پر حکومت ہو اسوقت راجے اس امر کو غنیمت سمجھیں گے کہ جسقدر ملک اول ان کے قبضہ میں ہے وہی قائم رہے۔ لوگ باوجود اس یقین اور علم کے کہ عمر تھوڑی ہے مال اور دولت کے لئے لڑائی کریں گے اور روپیہ کے لالچ میں آکر دھرم وعدل کو چھوڑ دیں گے اور روپیہ دینے والے کی حمایت کریں گے چوری اور بدکاری کریں گے کوڑی اور دمڑی کے لئے جھوٹ بولیں گے۔ گائے کا دودھ بکری کے برابر ہوگا (یعنی گھاس وغیرہ نہ ہونے سے یا کم ہونے سے بھوکی رہینگی اور دودھ بہت کم دیں گی) برہمنوں کا کوئی ایسا چھن نہ رہیگا جسے دیکھکر آدمی پہچان سکے کہ یہ برہمن ہے۔ دولتمند کی ہر شخص عزت و قدر کریگا کچھ اونچے نیچے ذات کا بچار نہ رہیگا۔ بیوپار میں چھل بہت ہوگا (ایک بنئے کی دوکان پر اس کے گرو صاحب بیٹھے تھے ان کے روبرو اس نے ۱۰ سیر کے بہاؤ گندم خریدی اور فروخت بائع کرنیوالے کے جانے کے بعد ایک خریدار آگیا اس خریدار کو اس بنئے نے کہا کہ مجھے گرو کی قسم ہے کہ تین سیر کے بہاؤ ابھی اس گندم کو خرید کرچکا ہوں وہ آدمی گندم خرید کرکے چلا گیا اس کے بعد گرو صاحب نے اس بنئے سے پوچھا

کہ میرے سامنے ہی میرے نام پر جھوٹی قسم کیوں کھائی۔ اس نے کہا کہ اگر آپ سے جیتے جی بھی اسقدر فائدہ نہ ہوا تو بعد مرنے کے کیا خاک ہوگا) استری اور پرش کے چت ملنے سے اونچ نیچ ذات آپسمیں بھوگ کریں گے۔ برہمن لوگ اپنا دہرم چھوڑ دیں گے (یعنی عمل نہ کریں گے) مورکھ آدمی جھوٹ بنانیوالا سچا اور گیانی سمجھا جاویگا۔ چور اور ڈاکو بکثرت موجود ہوں گے دس برس کی لڑکی کے لڑکا پیدا ہوگا۔ گرہست لوگ اپنے ماتا پتا کو چھوڑ کر سسرال میں جا رہیں گے۔ نزدیک کے تیرتھوں کو چھوڑ کر دور کے تیرتھوں پر جاویں گے اوران کے پہلو بہان کا دھرم نہ رہیگا۔ سب لوگ بخیل اور تنگ دل ہو جاویں گے سنیاسی لوگ اپنا کرم دہرم چھوڑ کر گیروا کپڑے پہن لینے سے ڈنڈی کہلائیں گے اس کے بعد شکر یوجی نے کہا کہ اے راجہ پریکھت جب اخیر کل جگ میں بڑا پاپ ہوگا تب پرمیشر دہرم کی رچھا لینے سنبل دیش میں گوڑ برہمن کے اعلیٰ درجہ کے خاندان کے گھر کلنکی اوتار لیں گے۔ اس کے بعد ان کے درشن سے لوگ پاپ اور گناہ کو ترک کر کے نیک کردار ہو جاویں گے شری مدبھاگوت مترجم اردو صفحہ ۶۷۰

اب ناظرین ایک مرسل من اللہ کے آنے کے نشان سُن چکے ہیں اور وہ سب ظاہر کرتے ہیں کہ آجکل آنا چاہیے۔ اور زمانہ کی حالت بھی سخت تاریکی میں پڑی ہوئی ہے عالم صرف نام کے رہ گئے ہیں خشیت بالکل نہیں رہی اور اسیطرح جسے حضرت محمد مصطفے اللہ علیہ وسلم کو فوت ہوئے چودھواں سو سال گذر چکے ہیں۔ اب محمدی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آنا چاہیے۔ جیساکہ اسرائیلی مسیح علیہ السلام حضرت موسیٰ سے ۱۴ سو سال بعد تشریف لائے تھے کیونکہ محمدی اور موسوی سلسلہ میں مشابہت تامہ ہے جو اوپر ثابت ہوئی ہے۔ اب اسرائیلی مسیح تو آنہیں سکتے کیونکہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں۔ کہ وہ فوت ہو گئے ہیں اور یہ خیال بالکل خام اور غلط ہے کہ وہ واپس آئیں گے مردہ واپس نہیں آیا کرتا اور حدیث شریف میں بھی دونوں مسیحوں میں حلیہ کا فرق بیان ہوا ہے جو پورے پورے طور پر یہ ثابت کرتا ہے کہ محمدی مسیح اور موسوی مسیح دو ہیں نہ کہ ایک محمدی مسیح کا حلیہ ہے کہ آدم اللون ہوں گے اور آپ کے بال سیدھے ہوں گے جبکہ مسیح موسوی احمر اللون تھے اور ان کے بال گھنگرالے تھے (بخاری) چنانچہ اس حدیث کے مضمون پر مسیح محمدی فرماتے ہیں۔ ے

رنگم چو گندم است و بمو فرق بین است | زانساں کہ آمد است در اخبار سرورم
ایں مقدمم نہ جائے شکوک است والتباس | سید جدا کند ز مسیحائے احمرم

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ اس زمانہ میں علیحدہ علیحدہ ہر ایک قوم میں نبی نہیں آسکتے کیونکہ پچھلے زمانہ میں سوسائٹی کی حالت اور تھی اور اب اور ہے پچھلے زمانوں میں تو نبی مختص الزمان ومختص المکان آتے رہے یہانتک کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لئے ایک اور کامل اور مکمل شریعت لیکر آئے کیونکہ اسوقت تمام دنیا مختلف طرز سے ایک ہو چکی تھی۔ اور اسکی طاقتیں اور سمجھیں اس حد تک پہونچ گئی تھیں کہ ان کو ایک نبی ہی کافی ہو اور اب اس کے بعد ضرورت نہیں ہے کہ علیحدہ علیحدہ نبی آویں۔ تمام روئے زمین کے باشندے بمنزلہ قوم واحد کے ہیں ہر ایک نئی چیز جو دنیا کے کسی حصہ میں واقع ہوتی ہے۔ فوراً چند ہی دن میں اس کا تمام جہان میں تذکرہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ سچائی ایک ہے اور اس کو لیکر ایک وقت میں ایک ہی لیکر آسکتا ہے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ سو مرزا غلام احمد صاحب مسلمانوں کے لئے مہدی عیسٰے اور عیسائیوں اور یہودیوں کے مسیح اور ہندوؤں کے کلنکی اوتار اور بدھوں کے بدھ ہیں اب ہم چند ایک معیار بیان کرتے ہیں۔ جن کو موجودہ مسیح کو پرکھا جاوے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا۔ یعنی ہم اپنے رسولوں اور ان کے ساتھ والوں کی مدد کرتے ہیں۔ سو اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کی مدد کی ہے یا نہیں۔ اب سب کو معلوم ہوگا۔ کہ پہلے پہل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کفر کا فتویٰ لکھکر تمام ہندوستان میں پھرایا اور حتے الوسع اُس نے لوگوں کو مرزا صاحب کے پاس آنے سے روکا اور دیگر مولوی صاحبان نے بجائے خود وعظ و نصیحت کرنے اور گندے اور جھوٹے اتہام مرزا صاحب پر لگانے سے ہر چند لوگوں کو مرزا صاحب سے نفرت دلائی۔ مگر دیکھو کہ اب مرزا صاحب کی جماعت خدا کے فضل سے چار لاکھ کے قریب ہے۔ مولوی مذکور کی جو رہی سہی شہرت تھی جاتی رہی۔ کوئی جانتا ہی نہیں کہ اب کہاں ہیں۔ اور سب مخالفین کو مرزا صاحب ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا انی مھین من اراد اھانتک ترجمہ۔ میں اس کو جو تیرے ذلیل کرنے کا ارادہ کرے ذلیل خوار کروں گا۔ بہت سارے مولوی اس الہام کے مطابق ذلت کا م

چکلہ چکے ہیں۔ بہت ابھی چکھینگے۔ سو اس کسوٹی پر تو مرزا صاحب ٹھیک اترتے ہیں
سورہ الحاقۃ اخیر کے رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل
لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ
حاجزین۔ ترجمہ۔ اگر باندہ لیوے اوپر ہمارے بعض باتیں البتہ پکڑلیں ہم اس کا داہنہ
ہاتھ پھر کاٹ ڈالتے اس سے رگ گردن کی۔ پس نہ ہووے تم میں سے کوئی اس سے باز رکھنے
والا + اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ ہمارے ہادی ہمارے سید کی بابت فرماتا ہے کہ اگر
وہ ہماریطرف سے کوئی بات بناوے تو ہم داہنہ ہاتھ سے پکڑکر رگ گردن کاٹ دیں گے یعنی ہلاکو
ہلاک کردیں گے۔ اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے فمن اظلم ممن افترا علی اللہ کذبا۔ یعنی
اس شخص سے زیادہ تر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔

ناظرین اب دیکھتے ہوں گے ایک شخص گورنمنٹ پر جھوٹ بولکر چند دن سے زیادہ فائدہ
نہیں اٹھا سکتا۔ مثلاً جب کوئی دارو غہ صفائی یا دارو غہ آبکاری بنکر گاؤں میں سے کچھ لیتا
ہے تو کوئی نہ کوئی نمبردار اس کو پکڑکر آخر تحصیل میں لے آتا ہے جہاں پھر وہ کم از کم چھ ماہ کے
لئے بڑے گھر کی روٹیاں کھاتا ہے اور چکی کو گھماتا ہے۔ تو پھر کیونکر ہو کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ
باندھ کر آدمی بچ رہے ہرگز نہیں اگر ایسا کبھی ہوا ہے تو ثابت کرو۔ مرزا صاحب چھبیس ستائیس
سال سے الہام کا دعوای کر رہے ہیں اور ابتک خدا نے ان کو ہلاک نہیں کیا یہ انکی سچائی
کی دلیل ہے۔

تیسری آیت جو میں پیش کرنی چاہتا ہوں یہ ہے قل یقوم اعملوا علی مکانتکم
انی عامل فسوف تعلمون من تکون لہ عاقبۃ الدار انہ لا یفلح
الظلمون۔ یعنی اے رسول کہدے کہ اے میری قوم اپنے اپنے گھروں پر عمل کرو میں بھی
کرتا ہوں پس قریب ہی جان لیں گے کہ آخرت کا گھر کس کے لئے ہے تحقیق ظالم لوگ فلاح نہیں
پاتے۔ اسپر بھی مرزا صاحب نے مولویوں کو بلایا ہوا ہے جس کا جی چاہے مباہلہ کرے اور
جلدی ہی فیصلہ کرلے۔ چنانچہ مولوی غلام دستگیر قصوری اور اسمٰعیل علیگڈھی نے خوب
فیصلہ کیا ہے اور دوسروں کے لئے عبرت ہو گئے ہیں۔ اب کوئی مولوی مقابلہ پر نہیں آتا۔

کیونکہ دو تین ہاتھ دیکھ چکے ہیں۔ اب بھی یہ راہ کھلا ہے کسی مولوی کا مقابلہ پر نہ آنا اور جو آوے اس کا جلدی ہی ہلاک ہو جانا اسبات کی صریح دلیل ہے کہ مرزا صاحب خدا کیطرف سے ہیں نبی کی بڑی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ پیشگوئیاں کرتا ہے۔ اور اسکی پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں۔ اب ہم دکھاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے پیشگوئیاں کیں اور وہ سب کی سب پوری ہوئیں۔ پیشگوئیوں کے متعلق میں ٹھنڈے اور بے طرفدار دل کے ساتھ بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ اسقدر ہیں کہ میں انکو اسجگہ احاطہ تحریر میں نہیں لاسکتا مشتے از خروارے کے طور پر چند پیشگوئیاں میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

براہین احمدیہ کا وہ زمانہ ہے کہ جب مرزا صاحب کو ایک فرد بھی نہیں جانتا تھا اور ان کی حالت کو دیکھکر جو اسوقت تھی کبھی آدمی یہ بات وہم وگمان میں بھی نہیں لاسکتا تھا۔ کہ کبھی ان کے پاس دور و دراز سے لوگ آویں گے۔ اور سال بھر میں کبھی ایک کارڈ بھی بمشکل آتا تھا۔ اسوقت براہین میں یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کے الہام سے کیگئی۔ یاتیک من کل فج عمیق۔ یاتون من کل فج عمیق۔ یعنے تجھے دور و دراز سے مالی خدمات پہونچیں گی اور دور دراز ملکوں میں سے لوگ آویں گے اور پھر آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس۔ یعنی جب یاتیک من کل فج عمیق و یاتون من کل فج عمیق کا سمان بندھ جاوے اسوقت اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بدخلقی نہ کرنا اور لوگوں سے نہ گھبرانا۔ یعنی کثرت کے ساتھ لوگ تیرے پاس آویں گے انکی ملاقات سے نہ گھبرانا اور نہ کوئی بدخلقی دکھانا۔ یہ پیشگوئی اسطرح پوری ہوئی ہے اور ہو رہی ہے کہ کسی ذراسی عقل والے اور سمجھ والے کو انکار کی گنجائش نہیں۔ میں بھی تھوڑا سا عرصہ قادیاں رہا ہوں راس کماری سے آئے ہوئے لوگ اور مدراس نظام حیدر آباد سے برما سے اور دوسریطرف کابل سے افریقہ اور اعظم اسٹریلیا سے آئے ہوئے لوگ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بات سچ ہے اگر کوئی اب بھی نہ مانے قادیان جا کر کچھ زمانہ اور دیکھ لیوے۔ اب بتاؤ کہ ایسی پیشگوئی کرنا اور ایسے زمانہ میں کرنا کہ اس کے پاس کوئی بھی شخص دین کی غرض سے نہ آتا اور نہ ہی اسکو جانتا ہو خدا تعالےٰ کے سوا کس کا کام ہے اگر ہے تو ایسی

مثال پیش کرو۔ اور یقینی جانو کہ ہرگز ہرگز تم پیش نہ کر سکو گے۔ دوسری پیشگوئی جو میں ہدیہ ناظرین کرنی چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ بمقام گورداسپور حضرت اقدس کو الہام ہوا زلزلہ کا دھکا [ح۱] اور یہ الہام انہیں دنوں الحکم میں شایع ہوا۔ مگر چونکہ اس کے ساتھ کوئی تفہیم علیم و قدیر کیطرف سے نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت اقدس اور ان کا جنہوں نے اسکو سنا خیال معًا اسی طرف گیا کہ یہ الہام طاعون کے متعلق ہے کیونکہ انہیں دنوں طاعون زوروں پر تھی۔ اگر اس الہام پر اور ان معنوں پر جو اس وقت کئے گئے۔ سرسری نظر بھی ڈالی جاوے تو صاف کھل جاتا ہے کہ ملہم نے اس کو ہرگز اپنی طرف سے نہیں بنایا۔ اگر یہ جھوٹا الہام ہوتا تو ضرور ہی اس کے الفاظ ایسے ہوتے کہ ان سے طاعون مترشح ہوتی۔ پھر چار اپریل ۱۹۰۵ء والے زلزلہ سے کچھ عرصہ پہلے بطور یاد دہانی اللہ جلشانہ نے محض کرم و فضل سے صاف اور کھلے الفاظ میں فرمایا عفت الدیار محلها و مقامها [ح۲]۔ مگر اس کو بھی پہلے الہام کی طرح طاعون کے متعلق ہی خیال کر لیا گیا۔ اور جب یہ الہام پورے ہوئے یعنے ۴ اپریل کو زلزلہ آیا تو سب کو معلوم ہو گیا کہ یہ الہام اسی کے متعلق تھے۔ اب یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اجتہاد کا غلط ہونا کسی ملہم یا الہام کی شان کو کم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ رسول و نبی آخر بشر ہوتے ہیں۔ بلکہ اس سے الہام اور ملہم کی صداقت مضبوط ہوتی ہے۔ اور اسمیں یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ مخلوق میں سے سعید اور شقی کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ بھی خوب یاد رکھ لینا چاہیے کہ یہ معاملہ صرف ہمارے حضرت مرزا صاحب پر ہی بس نہیں بلکہ دوسرے نبیوں کے حالات سے بھی پتہ لگتا ہے کہ ان کو بھی یہ مشکلات درپیش آئی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح نے حضرت داؤد کے تخت والی پیشگوئی کے معنے کرنے میں دھوکا کھایا۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید اس دنیا کی بادشاہت کا تخت مجھکو ملیگا۔ تب ہی تو انہوں نے اپنے شاگردوں کو لنگوٹی بیچکر ہتھیار خریدنے کی ہدایت فرمائی تھی مگر وہاں پیشگوئی میں تخت سے مراد یہ دنیا کی بادشاہت نہ تھی اس لئے انکو نہ ملی۔

ح۱ دیکھو اخبار الحکم ۲۴ر دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۔ اخبار بدر یکم جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۶

ح۲ اخبار الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۹۔ اخبار بدر یکم جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۵

اسیطرح ایکدفعہ ہمارے سرکار عالی تبار فداہ ابی و امی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ رویا صادقہ ہوئی کہ آپ معہ اصحاب کبار مکہ معظمہ بغرض حج تشریف لے گئے ہیں۔ چونکہ ان دنوں حج قریب تھا آپ نے سمجھا کہ اسی دفعہ چلنا ہوگا۔ سو آپ نے صحابہ کو جمع کیا اور مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے مگر راستے میں مکہ کے قریب مکہ والوں نے روکدیا کہ ہم آپ کو حج نہیں کرنے دیں گے۔ آخر چند شرائط کر کے واپس آنا پڑا۔ مگر دیکھنا چاہیے کہ یہ رویا بعینہٖ بعد میں پورا ہوا یا نہیں؟

تیسری پیشگوئی حضرت اقدس کے اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔ آپ نے دافع البلاء میں ۲۳۔ اپریل سنہ ۱۹۰۲ء کو چراغدین کی نسبت یہ تحریر فرمایا:۔

چراغدین کی نسبت یہ مضمون لکھ رہا تھا کہ تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھکو خدائے عزوجل کیطرف سے یہ الہام ہوا۔ نزل بہ جبیز یعنی اسپر جبیز نازل ہوا اور اسی کو اس نے الہام یا رویا سمجھ لیا۔ جبیز دراصل خشک اور بے مزہ روٹی کو کہتے ہیں جسمیں کوئی حلاوت نہ ہو اور مشکل سے حلق میں سے اتر سکے اور مرد لئیم اور بخیل کو بھی کہتے ہیں۔ جسکی طبیعت میں کمینگی اور فرومایگی اور بخل کا حصہ زیادہ ہو۔ اور اسجگہ لفظ جبیز سے مراد وہ حدیث النفس اور اضغاث الاحلام ہیں جن کے ساتھ آسمانی روشنی نہیں اور بخل کے آثار موجود ہیں اور ایسے خیالات خشک مجاہدات کا نتیجہ یا تمنا اور آرزو کے وقت القائے شیطان ہوتا ہے یا خشکی اور کرداری سودا کیوجہ سے کبھی الہامی آرزو کے وقت ایسے خیالات کا دل پر القا ہو جاتا ہے اور چونکہ ان کے نیچے کوئی روحانیت نہیں ہوتی اس لئے الٰہی اصطلاح میں ایسے خیالات کا نام جبیز ہے اور علاج توبہ اور استغفار اور ایسے خیالات سے اعراض کلی ہے۔ ورنہ جبیز کی کثرت سے دیوانگی کا اندیشہ ہے خدا ہر ایک کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔" رات کو عین خسوف قمر کے وقت میں چراغدین کی نسبت مجھے یہ الہام ہوا۔ انی اذیب من یریب۔ میں فنا کردونگا میں غارت کردونگا۔ میں غضب نازل کرونگا۔ اگر اس نے شک کیا اور اسپر ایمان نہ لایا۔ اور رسالت اور ماموریت کے دعوی سے توبہ نہ کی اور خدا کے انصار جو سالہائے دراز سے خدمت اور نصرت میں مشغول اور دن رات صحبت میں رہتے ہیں ان سے عفو تقصیر نہ کرائی کیونکہ اس نے جماعت کے تمام مخلصوں کی توہین کی اپنے نفس کو سب پر مقدم کر لیا حالانکہ خدا نے بار بار براہین احمدیہ

ہیں انکی تعریف کی۔ اور ان کو سابقین قرار دیا۔ اور کہا اصحاب الصفۃ وما ادراک ما اصحٰب الصفۃ" اور جبیر اس ردی ٹھنٹھک کو کہتے ہیں کہ دانت اس کو توڑ نہ سکیں اور وہ دانت کو توڑے اور حلق سے مشکل سے اترے اور امعاء کو پھاڑے اور قولنج پیدا کرے۔ پس اس لفظ سے بتایا کہ چراغدین کی یہ رسالت اور یہ الہام محض جبیر اور اس کے لئے مہلک ہیں مگر دوسرے اصحاب جنکی توہین کرتا ہے ان پر مائدہ نازل ہو رہا ہے اور ان کو خدا کی رحمت سے بڑا حصہ ہے"

۴ر اپریل ۱۹۰۶ء کو جب وہ تباہ ہوا ...... اور حضرت اقدس کو اطلاع پہونچی تو آپنے یہ تحریر فرمایا :۔

"ایک شخص چراغ الدین نام جموں کا رہنے والا جو ابتدا میں میرا مرید تھا مرتد ہوگیا اور پادریوں کے ساتھ اس کا خطرناک اختلاط ہو گیا اور اس نے پیغمبری کا دعوٰے بھی کیا تب میں نے اسکی نسبت بد دعا کی اور مجھے خدا تعالیٰ سے الہام ہو کہ خدا اسے فنا کریگا اور اس کو غارت کر دیگا اور اسپر غضب نازل کریگا اور اشارہ کیا گیا کہ وہ طاعون سے مریگا۔ اس لئے میں نے طاعون کے رسالہ میں بھی (جو طاعون کے بارہ میں میں نے لکھا تھا) جس کا نام دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء ہے یہ پیشگوئی درج کی۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب منارۃ المسیح کے ایک برس کے بعد (جسمیں اس نے مجھے دجال قرار دیا ہے) اس قہر میں گرفتار ہوا کہ اوّل دو لڑکے ایک لڑکی اسکی طاعون سے مری اور پھر ۴ر اپریل ۱۹۰۶ء کو خود طاعون میں مبتلا ہو کر اس جہان سے گذر گیا"

"اور اس کے ساتھ ہی ایک اور نشان ظہور میں آیا کہ اس نے اپنی طرف سے صریح لفظوں میں مباہلہ کیا اور اپنا ذکر کرکے اور میرا نام لیکر خدا سے یہ دعا کی کہ ہم دونوں میں سے جو مفتری اور حق کا دشمن ہے خدا اس کو فنا کر دے اور حق اور باطل میں فیصلہ کر دے۔ اسکی دعا پر صرف دو تین روز اس کو گذرے تھے کہ وہ خدا کے مواخذہ کے نیچے آگیا اور ایک دردناک عذاب کے ساتھ مرا کیونکہ اس سے زیادہ دردناک کونسا حادثہ ہوگا کہ پہلے اس نے اپنے عزیز دو بیٹے اور ایک بیٹی اپنی آنکھ کے سامنے مرتے دیکھے اور اس مصیبت کے حادثہ کو مشاہدہ کر لیا کہ اب اسکی قطع نسل ہوگئی اور کوئی اسکی نسل سے باقی نہیں رہا اور بعد اس کے اسی طاعون سے بعد حسرت

آپ بھی موت کا پیالہ پیا اور ایمانی حالت کا یہ نمونہ دکھایا کہ وہ تو لوگوں نے مرنے کے بعد اس کے کلمات یہ تھے "کہ اب خدا بھی میرا دشمن ہو گیا"

اِین سٹر ایک ایسی صاف پیشگوئی ہے کہ ایک صاف اور سلیم فطرت والے آدمی کے لئے کافی ہے اب بعض کمینہ فطرت اور غبی الطبع یہ اعتراض کریں گے کہ اتنی دیر کے بعد کیوں پوری ہوئی ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس نے واقع البلاد کے بعد ایک توبہ نامہ الحکم میں شائع کیا تھا جسمیں اس نے اس اپنی رسالت وغیرہ سے انکار کیا اور اسی وجہ سے اسقدر تاخیر ظہور میں آئی۔ مگر بعد میں اس نے پھر گستاخی کی اور اپنی کتاب منارۃ المسیح میں حضرت اقدس کو نعوذ باللہ دجال کے نام سے یاد کیا۔ اور خدا کے غضب میں آکر تباہ ہوا۔

پیشگوئیاں ہزاروں ہیں جو حضرت اقدس نے مختلف تصانیف میں درج فرمائی ہیں اور خاصکر انکا بہت سا مجموعہ تریاق القلوب میں ہے شائقین وہاں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ان ہزاروں ہزار پیشگوئیوں کو پیش کرنے کے بعد میں ایک سوال کر کے ناظرین کو چھوڑتا ہوں تاکہ وہ اسپر غور کر کے مرزا صاحب کے متعلق اپنا معاملہ صاف کریں۔ کیونکہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں خواہ جوان ہو یا بوڑھا۔ پہلے زمانہ میں تو جوان لوگ خیال کیا کرتے تھے کہ چلو جی اب تو مزا اڑا ئے جب بوڑھے ہوں گے دینی معاملات کی بابت سب کچھ دیکھا جاویگا مگر آجکل تو جوانوں کی موت بوڑھوں سے پہلے کھڑی ہے کیونکہ طاعون پہلے انہیں پر ہاتھ صاف کرتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی اس دنیا کا مالک اور رب ہے اور اگر کوئی رحمٰن اور رحیم ہے۔ اگر اس دنیا کا کوئی رکھوالا ہے جس کے قبضہ قدرت میں سب کی جان مال آبرو عزت ہے تو وہ ایسے جھوٹے شخص کو جسکا قریباً پیشہ ہی جھوٹ ہو گیا ہے اور جو نئے سورج سناتا ہے کہ اس دنیا کے مالک نے رات مجھے یہ کہا وہ کہا حالانکہ اس نے کچھ نہیں کہا۔ اور جس نے اس مالک رب رحمٰن رحیم کی مخلوق سے چار لاکھ سے زیادہ کو گمراہ کر دیا ہے تباہ کر دیا ہے انکو کیوں اتنی مہلت دی گئی ہے اور کیوں اسکو اسقدر مدت دراز سے تباہ نہیں کیا گیا اے مخالفین ذرا سوچو تو سہی۔ کیا اگر تمہاری گدھی کو بھی کوئی غیر آدمی مارے تم اس کو منع کرتے ہو یا نہیں یا تمہارے بیل پر کوئی تمہارے سامنے اسقدر بوجھ لادے کہ وہ اسکی طاقت سے باہر ہو تم اس کو کم کراؤ گے یا نہیں اگر تم ایسا نہ کرو گے تو یقیناً جانو تمہیں سب لوگ ظالم کے لفظ سے ملقب کریں گے تو

جب خدا کی پیدا کردہ مخلوق میں اسقدر سمجھ ہے کہ اپنی ادنے سے ادنے چیز کی حفاظت کرتی ہے اور اس کو غیر کی دست برد سے بچاتی ہے تو کیا خدا تعالیٰ میں اسقدر بھی سمجھ نہیں کہ وہ اپنی مخلوق کو ایسے آدمی سے بچا دے۔ جیساکہ وہ نامعلوم زمانہ سے جھوٹے اور کاذبوں کو تباہ و نابود کرکے دنیا کو انکی دست برد سے بچاتا رہا ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ وہ بھی تو اللہ کی ہی مخلوق میں سے ہے ہم مانتے ہیں کہ ایسا ہی ہے۔ کیا اگر تمہارے پاس بہت سے جانور ہوں اور انمیں سے ایک تمہارا کتا باؤلا ہو جاوے اور دوسروں کو وہ کاٹے تو تم اس باؤلے کتے کو گولی سے مارو گے یا نہیں۔ یقیناً مارو گے۔ اسیطرح خدا تعالےٰ بھی دوسروں کو اس کے شر سے بچانے کے لئے اس کو مار دے گا۔ بشرطیکہ وہ جھوٹا ہے گر دیکھو کہ کچیس برس سے خدا اسکی حفاظت کر رہا ہے اور اتنا عرصہ کبھی کسی جھوٹے کو مہلت نہیں دی گئی پس ثابت ہے یہ شخص خدا کیطرف سے ہے۔

اخوت اسلامی نمبر ۲

احسن کما احسن اللہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان اللہ لا یحب المفسدین

اسلام کی یہ تعلیم کہ خدا ایک ہی ہے اور دنیا کی تمام چیزیں متفق ہو کر اس ایک طاقتور اور رحیم خدا کی فرمانبرداری اور عبادت کریں انسان کے دل پر ایک عجیب تسلی بخش اثر ڈالنے والی ہے جبکہ ایک انسان کو یہ تعلیم دیجاتی ہے کہ تمام دنیا کا حقیقی معبود ایک ہی ہے جو اس دنیا کا خالق ہے اور وہ علٰی کُلِّ شَیئٍ قَدِیر ہے اور تمام دنیا ایک ہی حکومت ایک ہی انتظام اور ایک ہی مرضی کے ماتحت ہے تو اس کے روح میں ایک عجیب تحریک ہوتی ہے جو اس کو تمام مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کرنے اور اتحاد کرنے کے لئے مجبور کرتی ہے لیکن اسلام نے صرف توحید باری تک ہی بس نہیں کی بلکہ وہ انسان کو اور بھی اعلےٰ طبقات میں لے جاتا ہے اور اسماء و صفات الٰہیہ کے پاک اور خوشی دینے والی جنات کی سیر کراتا ہے اور وہ لوگ جو کہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء و صفات کا غور سے مطالعہ کرتے ہیں جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں تو وہ اس مشاہدہ کے ذریعہ محبوب حقیقی کا چہرہ دیکھ لیتے ہیں اور اس دنیا کی زندگی میں ان جنات میں داخل ہو جاتے ہیں

جلکی دنیا مرکر خواہش کرتی ہے۔ قرآن شریف ایسے عجیب طرز پر صفات الٰہیہ کا بیان کرتا ہے کہ پڑھنے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہی دیکھ رہا ہے جب ایک مسلمان الحمد پڑھتا ہے اور وہ سوچتا ہے کہ میرا اللہ وہ ہے جو رب ہے جو تمام جہانوں کا خالق اور تمام جہانوں کا پرورش کرنیوالا ہے اور میرا خدا وہ پیارا خدا ہے جو الرحمٰن ہے جس نے بہت سی چیزیں بغیر ہماری کسی قسم کی درخواست وسوال یا محنت کے ہمارے فائدہ کے لئے پیدا کر دی ہیں اور میرا خدا رحیم خدا ہے جو دعاؤں کو سنتا ہے اور میری سچی محنتوں کو ضائع نہیں ہونے دیگا میرا خدا مالک خدا ہے جس نے بہت سی چیزوں کا مجھے مالک بنا دیا ہے اور میرے اعمال کی جزا رخیر یا سزا جو دیتا ہے یا دیگا وہ ایک مالکانہ رنگ میں ہوگی اور اس کا سلوک میرے ساتھ ایسا ہے جیسا کہ ایک حکیم و دانا غفور الرحیم مالک کا سلوک اپنی مملوک چیز کے ساتھ ہو سکتا ہے تو بے اختیار اس عبداللہ کے مُنہ سے یہ آواز نکلتی ہے وجدناک رحمانا فما اللھم بعدہٗ دُنیانا یا حبیبی بعین تنود۔ اے ہمارے خدا ہم نے تجھے پایا پس اس کے بعد کوئی غم نہ رہا۔ اے پیارے ہم نے تجھے اس آنکھ سے دیکھا ہے جو روشن کیگئی ہے ایسی صفات حسنہ والے اور ہر عیب سے منزہ خدا پر ایمان لاکر جو اثر انسان کی طبیعت اور اخلاق پر پڑتا ہے اس کا بیان انسان کی طاقت سے باہر ہے اس مضمون کو کتاب مبین نے بہت سے مقامات پر خود بیان فرمایا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند آیتیں درج کیجائینگی ۔ خدائے حکیم نے جو اپنی صفات قرآن شریف میں بیان فرمائی ہیں اونکی اور لا انتہا خوبیوں کے علاوہ ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک صفت دوسری صفت کے مخالف نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کی مؤید ہے اور انکا آپسمیں ایسا تعلق ہے کہ ایک کو چھوڑ دیا جاوے تو باقی صفات خود تقاضا کرینگی کہ وہ صفت بھی ہم میں ہونی چاہیے۔ ہر ایک صفت اپنا علیحدہ علیحدہ کام بھی کر رہی ہے لیکن وہ دوسری صفات کے ساتھ ایسی ملی ہوئی ہے کہ ہم اس کو اور صفات سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اپنا کام کر رہی ہے لیکن رحمانیت اسکی مخالفت نہیں کرتی بلکہ رب کے لئے ضرور ہے کہ وہ رحمان بھی ہو اسیطرح رحیمیت اور مالکیت کا حال ہے اس سے ہم یہ سبق سیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کے بہت متعدد صفات ہیں تاہم وہ ہر ایک اپنا اپنا کام کر رہے ہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے ضروری ہے

اور وہ کبھی آپسمیں مخالفت نہیں کرتیں اور نہ کبھی آپسمیں اُنکا جھگڑا ہوتا ہے۔ اسیطرح ہمیں جو ہم اس اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں آپسمیں ایک ہوکر اور ملکر کام کرنا چاہیئے خواہ ہمارے وجود علیحدہ علیحدہ ہیں اور کبھی آپسمیں جھگڑا اور فساد نہ ہووے خواہ ہم مختلف کام کرتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس خوبصورت پیرایہ میں اپنی پاک صفات کا ذکر فرما کر پھر انسان کو حکم دیتا ہے احسن کما احسن اللہ الیک تو بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کر جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے اور زمین میں فساد اور بغاوت نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ جسکی پاک صفات تیرے سامنے بیان کی گئی ہیں فساد کرنیوالوں سے پیار نہیں کرتا اور وہ پسند کرتا ہے کہ تو اسکی مخلوق کے ساتھ اُسی ہمدردی اور سلوک کے ساتھ پیش آئے اور مفت بغیر کسی قسم کی غرض کے ان کے ساتھ احسان کرے جیسا کہ ان کے رب نے جو تیرا بھی رب ہے تیرے ساتھ احسان کیا۔ اور تو خدا کی نعمتوں کا اسطرح شکریہ ادا کرسکتا ہے کہ ان نعمتوں سے دوسروں کو بھی حصہ دے اور تیری خوشی میں دوسرے بھی شریک ہوں اور چاہیئے کہ تو بہتوں کی مفت میں ربوبیت کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری ربوبیت کی اور بہتوں کو بغیر غرض کے کھلائے اور پلائے جیسا کہ اللہ تعالےٰ تجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور اسیطرح بہت سے لوگوں کے ساتھ بغیر اُن کے سوال کے نیک سلوک کر۔ اور کسی کے مناسب سوال کو رد نہ کر اور اگر تیرے ماتحت کسی کے مالک ہوئے ہیں تو تو اس سے ایسا سلوک کر کہ جیسا اللہ تعالیٰ نے تیرا مالک ہوکر کیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ باتیں صرف کہنے کی نہیں ہیں بلکہ ایسے نمونے مسلمانوں میں ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں اور اب بھی پائے جاتے ہیں۔ مثال کے رنگ میں ہم تھوڑا سا ذکر اپنے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا لاتے ہیں جو ان تمام صفات کا کامل مظہر تھے آپ بڑے فیاض تھے اور بہت سے لوگوں کی پرورش کیا کرتے تھے آپ کا جود وسخا تمام لوگوں سے بڑھا ہوا تھا اور آپ کے دسترخوان پر غربا پرستوں کی ایک بڑی جماعت پرورش پاتی تھی جو اصحاب الصفہ کے نام پر مشہور ہیں آپ بہت سے لوگوں کو بغیر سوال کے دیدیا کرتے تھے بلکہ آنحضرتؐ کے سوانح پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت دفعہ لوگوں کو بغیر سوال کے دیدیا کرتے تھے اور آپ کے لئے سوال کرنیوالوں کو نہ دینا یہ تو غیر ممکن تھا۔ یہ وہ باتیں ہیں جنکی شہادت آج تک اور اسوقت کے دشمن اور دوست متفق ہوکر دیتے ہیں اور ان

باتوں کی شہادت میں اتنے واقعات درج کرسکتے ہیں کہ انکی علیحدہ ایک کتاب بن سکتی ہے غلاموں اور نوکروں اور بیویوں سے ایسا سلوک کیا کہ تمام کے تمام آپکے عاشق صادق ہوگئے اور یہ عشق انکو ایسا مزے دار معلوم ہوا کہ اس کے مقابلہ میں انہوں نے تمام دنیا کو ہیچ اور ناچیز سمجھا آپ کے ساتھ تمام تکالیف کو اوٹھانا گوارا کیا۔ حضور کا ایسا کوئی غلام نہ تھا کہ آپنے اُس کو آزاد نہ کردیا ہو۔ اسی طرح آپنے زید کو بھی آزاد کردیا۔ جبکہ اس کے والد نے سنا کہ زید رض آزاد کردیا گیا ہے تو وہ آپ کو لینے کے واسطے مکہ میں آیا۔ لیکن زید نے اپنے باپ کے ساتھ اپنے پیارے وطن کو جانے سے انکار کیا اور کہا کہ میں تو اپنے اس محسن کے قدموں میں جان دونگا اور واقعی اس نے رسول اللہ کے ہی قدموں میں جان دی۔ حضرت انس رض جو مشہور صحابی ہیں آپ کی والدہ نے ان کو حضرت رسول کریم کی خدمت میں دیدیا تھا۔ اور حضرت انس رض نوکروں کیطرح نبی کریم کے پاس رہتے تھے انکی گواہی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں دس برس تک رہا ہوں مگر حضرت نے مجھے کبھی نہ کہا کہ تو نے یہ کام کیوں نہ کیا۔ یا ایسا کیوں نہ کیا۔ رسول اللہ ص کو جب پہلی دفعہ خدا تعالیٰ کیطرف سے اطلاع دیگئی کہ آپ تمام جہان کیطرف رسول کرکے بھیجے گئے ہیں تو آنحضرت کی طبیعت پر کام کی بڑائی کو دیکھکر رعب پڑا خدیجہ رض سے اس کا اظہار کیا جواب کیا ہی حق اور حقیقت کا بھرا ہوا ہے جو اس تجربہ کار عورت نے دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر آپ کی بیوی پر کیا تھا کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق وتصدق الحدیث۔ ترجمہ ۔ ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم تجھے اللہ تعالیٰ کبھی شرمندہ نہیں کریگا تو رشتہ داروں سے ملاپ کرتا ہے تکلیف زدہ کا دکھ اٹھاتا ہے گم گشتہ اخلاق تیری صحبت سے ملتے ہیں تو مہمان نواز ہے عمدہ اور ضروری کاموں میں امداد دیتا ہے اور تو راستباز ہے۔

عایشہ رض صدیقہ جو آپ کی آخری عمر کی گواہ ہیں اُن سے کسی نے آپ کے خلق کی بابت سوال کیا آپ رض نے کہا کان خلقہ القرآن آپ کا وہ خلق تھا جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے اور آپ قرآن کا عملی نمونہ تھے۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ اگر انسان تھوڑی دیر تک سوچے تو

رسول کریم کی محبت دل میں گھر کر جاتی ہے اور یہ ایسی صفات ہیں کہ ہر ایک خُلق کا بنیادی پتھر ہیں۔ جس قوم کے ہر فرد میں یہ خلق پائے جاتے ہوں کبھی انمیں نااتفاقی اور ناچاقی نہیں ہو سکتی۔ کیا کوئی منکران محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اپنے پیشوا کے متعلق اس کے ہمعصر دوست و دشمنوں کی کوئی ایسی گواہی پیش کر سکتا ہے ہرگز نہیں اور کبھی نہیں۔ فاتوا بسورة من مثله۔ الایہ۔ کیا عیسائی صاحبان اس بات کو ثابت کر سکتے ہیں کہ یہودیوں نے متفق ہو کر الامین کا خطاب حضرت مسیح کو دیا۔ خیر یہودیوں کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت مسیح کے دشمن تھے۔ لیکن مسیح کی بداخلاقی جو انجیل سے ثابت ہوتی ہے وہ بھی ایک معمولی انسان کو ڈرانے کے واسطے کافی ہے۔ انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عام طور پر لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے طیش میں آجاتے تھے اور جھنجلا جاتے تھے اور لوگوں سے نہایت بدسلوکی سے پیش آتے تھے۔ بہت سے واقعات کے علاوہ انجیل میں یہ قصہ درج ہے۔ کہ مسیح کی والدہ صاحبہ اور ان کے بھائی جب ان کے ملنے کے واسطے آئے تو مسیح نے کہدیا کہ میری کوئی والدہ نہیں اور نہ کوئی بھائی ہے۔ اور آپ نے اپنی ماں کو ملنے سے انکار کر دیا۔ شائد یہ اسواسطے کیا ہو کہ کہیں آپ کی خدائی پر دھبہ نہ آجائے۔ دیکھا گیا ہے کہ اکثر لوگ جو دوسری جگہ میں اجنبیوں کے سامنے اپنے آپکو اونچی ذات کا یا بڑا آدمی ظاہر کرتے ہیں۔ جب اُن کے اصلی رشتہ دار ملنے آتے ہیں تو وہ یا تو ملنے سے دل چراتے ہیں اور اُن سے ملتے ہی نہیں یا سرے سے اس رشتہ کا ہی انکار کر دیتے ہیں۔ باوا دیانند نے بھی اپنے حسب و نسب اور جنم بھوگ کو چھپایا ہے۔ شائد اونکی یہ خواہش ہوگی کہ پرانے گمنام و نشان رشیوں کے ساتھ اُنکی مشابہت پوری ہو جاوے پھر آپکی تعلیم نیوگ وغیرہ اور برہمو سماج اور سناتن دھرم لوگوں نے جو گواہی دی ہے اُس سے بھی آپکی خوب قلعی کھلتی ہے۔ محمد صلعم کی حالت اس سے بہت اعلےٰ اور بلند ہے۔ کوئی بداندیش آپ پر اسطرح کے اعتراض کرے جس شخص پر عرب جیسی نکتہ چین قوم اعتراض نہیں کر سکی اسپر تیرہ سو برس کے بعد کسی شخص کو کسی قسم کے اعتراض کرنیکا حق نہیں رہا۔ جو اس زمانہ میں ایسا کرے اسکی بات قابل سماعت نہیں ہے اور وہ پاگل ہے جو اس قسم کی کوشش کرتا ہے ہم رسول اللہ صلعم کی ہمعصر لوگوں کی گواہی ماننے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ وہ آپکی زندگی کے سچے شاہد ہیں اور گواہی دینے والے صرف دوست ہی نہیں ہیں بلکہ رسول اللہ کے اخلاق حسنہ کے وہ لوگ بھی معترف ہیں جو مذہبی مخالفت کے باعث آپکے خون کے پیاسے تھے۔ اور ان مخالفین میں یہود اور نصاریٰ بھی شامل ہیں۔ اور ان لوگوں نے بھی اخلاق نبوی پر کسی قسم کا

کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ بعض یہودیوں نے آپ کے اخلاق کو دیکھکر آپ کو رسول اللہ مان لیا جس طرف کان لگاؤ محمد صلعم کی حمد کے گیت کانوں میں گونج رہے ہیں اور جسطرف دیکھیں محمدؐ کا جمال نظر آتا ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ جو آپ کا تعلق تھا اس سے آپ اپنے مخالفوں سے عشق محمد علی ربہ کا (محمد اپنے رب کا عاشق ہے) خطاب پایا۔ انسانوں سے جو آپ کا احسان وسلوک تھا اُس سے آپ نے تمام جہان سے الامین کا خطاب پایا۔ اب کسی مدہوش اور شراب خوار کفارہ کے ماننے والے یا ہنوگ پر ایمان رکھنے والے کا کوئی حق نہیں کہ تیرہ سو برس کے بعد اس پاک اور معصوم انسان پر فیصلہ کرنے بیٹھ جاوے۔ رسول اللہؐ کے اخلاق ایسے اعلیٰ درجہ کے تھے کہ آپ نے تمام مخاطبوں کو زور سے کہا کہ قد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا یعقلون۔ پس ضرور میں ایک عمر تم میں اس سے پہلے رہ چکا ہوں کیا تم سمجھتے نہیں یعنے ایک بڑا عرصہ جو کم از کم چالیس برس ہے تم میں رہا ہوں۔ کیا تم مجھپر کسی قسم کا دہبہ لگا سکتے ہو یا میری کوئی اخلاقی کمزوری ثابت کر سکتے ہو کہ کبھی میں نے کوئی جھوٹ بولا ہو۔ تو لوگوں نے کہا کہ ماجربنا علیک الکذب (ہم نے آجتک آپ پر کبھی جھوٹ تجربہ نہیں کیا) رسول اللہ نے کہا کہ جب تم جانتے ہو کہ میں ایسا پاک اور صاف راستباز آدمی ہوں تو پھر تم میری نبوت کے بارے میں کیوں شک کرتے ہو اور اس دعوے میں کیوں جھوٹا خیال کرتے ہو کیا اتنی بڑی موٹی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بات کہ حضور علیہ السلام کے اخلاق بڑے اعلیٰ تھے اور حضور کبھی جھوٹ نہیں بولے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے نبی صادق ہونے کے ثبوت میں پیش کرتا ہے جس سے عرب انکار کرتے تھے لیکن مقابلہ میں ہم کسی عرب کی آواز نہیں سنتے جو حضور کے اخلاق حسنہ سے انکار کرتا ہو اس دلیل کو چھوڑنیکی کوشش کرتا ہو۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمن جھوٹا الزام لگانے سے بھی ڈرتے تھے۔ اور خیال کرتے تھے کہ اگر ہم محمدؐ کی مذمت بیان کریں گے تو دنیا میں کوئی ہمارے ساتھ متفق نہیں ہوگا اور ہم خود جھوٹے قرار دیئے جاویں گے اور اس پاک محمدؐ کی مذمت کرنیسے خود مذموم ہو جائیں گے یہ ہے محمدؐ کی پاک اخلاق کا مضبوط قلعہ جسپر دشمن حملہ کرنیسے ڈرتا ہے اور اب بھی اگر کوئی بد اندیش اس زمانہ میں ان اخلاق کے عرش عظیم پر چڑھنے کی کوشش کریگا تو اُسکو محمدؐ کی معصومیت کے انوار ایسے جلد جلاویں گے جیسے شہاب ثاقب شیطانوں کو جلا دیتے ہیں۔

خدا خود سوزد آں کرم دلی را — کہ باشد از عدوان محمدؐ

الغرض محمدؐ اللہ کے اُن صفات کامل کا مظہر تھا جو قرآن شریف میں بیان کیگئی ہیں اور اُس نے اپنے

اقوال اور افعال کے آئینہ میں اس محبوب حقیقی کے چہرہ کو دکھا دیا تھا۔ اور آپکی اس حالت ہی نے عائشہ صدیقہ رض کو جواب دینے کے لئے یہ ایک پُرمعنی اور عجیب فقرہ سکھا دیا اور یہی وجہ تھی کہ آپنے بے تکلفی سے اور بغیر سوچنے کے کہدیا کہ کان خلقه القرآن + یہ جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میری صفات کا مطالعہ کرو اور اس کے مطابق لوگوں سے سلوک کرو اور میرے صفات تمہارے اخلاق کا معیار ہیں اور یہ ایک عمدہ اور سیدھی راہ ہے جس سے تم اللہ کی رضامندی حاصل کر سکتے ہو اسبات کا اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر ذکر فرمایا ہے اور عموماً اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ جب کوئی حکم دیتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اپنی اُن پاک صفات کا ذکر فرماتا ہے جو اس حکم کے متقضی ہوتی ہیں یہ ایک عجیب اور مفید طرز ہے جو قرآن کریم پڑھنے والے اور اسکو بغرض عمل مطالعہ کرنیوالے کو مجبور کر دیتی ہے کہ وہ اپنے خالق کی نقل کرے یہ ایک بڑی آرام دہ اور تسلی بخش بات ہے اور اس سے نیکی کرنا آسان ہو جاتا ہے اور یہ باتیں یونہی نہیں لکھی گئیں بلکہ مسلمانوں میں ہمیشہ تخلقوا باخلاق اللہ کے فقرہ پر عمل کرنیکی کوشش کیگئی ہے مسلمانوں میں اس قسم کے نمونے پائے جاتے ہیں اور عاجز راقم کو بھی اس بات کا ذاتی تجربہ ہے کہ جب کوئی انسان خلاف طبع کام کرتا ہے یا بیجا تکلیف دیتا ہے تو اسوقت طبعاً جوش آتا ہے اور بدلہ لینے کو دل چاہتا ہے لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ میرا رب غفور رحیم ہے اور اُس ستار نے میری بہت سی کمزوریوں سے درگذر کی ہے مجھے بھی چاہئے کہ میں اس کے بدلہ میں اپنے ہمجنس سے درگذر کروں یہ ایک ایسا پاک اور خوشی دینے والا خیال ہے کہ وہ تکلیف راحت سے بدلجاتی ہے اور جوش نرمی سے۔ انسان معاف کر کے وہ خوشی حاصل کرتا ہے جو بدلہ لینے سے حاصل ہونی بالکل غیر ممکن ہے + اللہ تعالیٰ عفو اور درگذر کی تعلیم دیتا ہے اور فرماتا ہے لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم وکان اللہ سمیعا علیما ان تبدوا خیرا او تخفوہ او تعفوا عن سوء فان اللہ کان عفوا قدیرا۔ کسی بری بات کو پکار کر کہنا اللہ کے نزدیک ناپسند ہے ہاں مگر جسپر ظلم کیا گیا اس کو فریاد کرنیکی اجازت ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ تم یونہی لوگوں کے عیب بیان نہ کرتے پھرو۔ جب اللہ تعالیٰ ہر ایک شخص کے عیبوں اور خوبیوں کو جانتا ہے + لوگوں کی عام عادت ہے کہ یونہی ایک دوسرے پر بدظنی کر کے عیب لگاتے ہیں اور لوگوں کی بری باتیں مشہور کرتے ہیں اس سے دنیا میں بڑا فساد پڑتا ہے اور بہت سے انسانوں پر بیجا ظلم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ناپسند کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم دوسروں کی برائی کیوں مشہور کرتے ہو جس پر ظلم کیا گیا ہے وہ خود فریاد کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود بھی ایسے ظالموں کو پہنچتا ہے

اور وہ مظلوموں کی آواز کو سنتا ہے اس نے اس دنیا میں بہت سے ایسے انتظام بھی کر دیئے ہیں جن سے ظالموں کو سزا ملتی رہتی ہے اور آگے ان کے لئے جہنم طیار ہے۔ اگر تم نے کوئی بھلی بات دیکھی ہے تمہارا اختیار ہے کہ مناسب موقعہ دیکھکر اس کا اظہار یا اخفا کرو۔ بہر حال اگر تم برائی سے درگذر کرو تو اچھی بات ہے پس ضرور اللہ بھی درگذر کرنیوالا اور بڑا قادر ہے اگر تم اللہ کیواسطے اپنے بھائی سے درگذر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں سے درگذر کریگا۔ اور اگر کسی نے تمکو کچھ نقصان پہونچایا ہے تو عفو کیصورت میں وہ قدیر اپنی قدرت سے اس نقصان کو دور کر دیگا۔ اور جسطرح خدا قدیر ہو کر پھر بھی معاف کر دیتا ہے اسیطرح اگر تم بھی بدلہ لینے کی قدرت رکھتے ہو تو بدلہ لینے سے درگذر کرو۔ اللہ تعالیٰ شکر کرنیکی تعلیم دیتا ہے اور فرماتا ہے مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و آمنتم فکان اللہ شاکراً علیم۔ اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دیکر کیا کریگا اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ۔ اللہ بھی شکر کرنیوالا ہے اور شکر کرنیوالونکو جانتا ہے۔ دوسرے سیپارہ کے ۱۴ رکوع میں اللہ تعالیٰ عورتوں کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کے وعظ کرتے ہوئے فرماتا ہے واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ و اعلموا ان اللہ غفور حلیم۔ اور تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بات تمہارے دلوں میں ہے۔ یعنے تم دل میں بھی برا خیال نہ کرو۔ اور منصوبے باندھنا چھوڑ دو۔ اور علیم بذات الصدور سے ڈرو۔ اور جان لو کہ اللہ ہی بخشنے والا اور حلیم ہے تم بھی عورتونکی کمزوریوں سے حد مناسب تک ضرور درگذر کیا کرو۔ اور تحمل سے پیش آیا کرو۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کو صدقہ اور فقراء پر خرچ کرنیکا حکم دیتا ہے اس کے بعد فقراء کے ساتھ جو بدسلوکی کیجاتی ہے اور بعض دفعہ انکو متکبر مالدار ایسے دل کو پھاڑ دینے والے الفاظ سے جھڑک دیتے ہیں جس سے بیچارے فقیر کا دل پھٹ جاتا ہے۔ اس بدی کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون قول معروف خیر من صدقۃ یتبعھا اذی واللہ غنی حلیم۔

وہ لوگ جو اللہ کے رستے میں مال خرچ کرتے ہیں پھر دیکر نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں ہم انکو اُن کو پروردگار اُس کا بدلہ دیگا اور اُنکی خوب پرورش کریگا۔ نہ اُن کو آیندہ کی مصیبتونکا ڈر ہے اور نہ اُنکی گذشتہ زندگی قابل افسوس۔ سائل کو اگر دینے کے لئے پاس کچھ نہیں ہے تو اُس کو جھڑکنا نہیں چاہئیے۔ اور اس کو اچھی بات کہنی چاہئے۔ اور ایسی بات کہنی چاہئے جس سے اس کے دل کو تسلی ہو اس کے لئے

دعا مانگنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مسکنت سے نجات دیوے اور اپنے لئے بھی دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی بری حالت سے بچائے کہ کوئی حاجتمند ہم سے سوال کرتا ہے اور ہم اسکی کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ ایسی بات کہنا اور فقیر کے لئے ایسی دعا کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے کہ صدقہ دینے کے بعد فقیر کو جھڑکنا شروع کر دیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ بڑا غنی اور حلیم ہے۔ اگر تم غنی ہو تو حقیقی غنی کے فضل سے ہو اور اگر وہ غنی چاہے تو اس فقیر کو تم سے زیادہ غنی کر سکتا ہے پھر تم اس مصیبت زدہ ہم جنس کو کیوں جھڑکتے ہو اللہ تعالیٰ تو بڑا حلیم ہے پھر تم کیوں تیزی اور چھچھوراپن دکھاتے ہو اس طرح کی آیات سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے خاصکر میں اپنے ناظرین کو سورۃ الفرقان کا وہ رکوع پڑھنے کی التجا کرتا ہوں جسمیں اللہ تعالیٰ عباد الرحمٰن کے اخلاق کا ذکر کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو رحمٰن مانتے ہیں اور اس کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو رحمٰن ماننے سے انسان ایسے ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے اور جبتک انسان میں ایسی خوبیاں نہوں اُنمیں کبھی محبت اور اخوت نہیں ہو سکتی جہاں ایسے لوگ آپسمیں ملکر رہیں کبھی باہمی حسد اور کینہ یا بغض پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے لوگوں کے رہنے کی جگہ اسی دنیا میں اُس آخری جنت کا نمونہ ہو جاتی ہے جسکی خدا اسطرح تعریف کرتا ہے ونزعنا مافی صدورھم من غلّ اخوانا علےٰ سرر متقابلین۔ اگر ان کے دلوں میں کسی قسم کا کینہ یا غل اور حسد یا بغض وغیرہ تھا وہ ہم نے نکال لیا ہے۔ اور ان کے دل اب بالکل پاک وصاف ہو گئے ہیں اور وہ آپسمیں بھائی بھائی ہو گئے ہیں ایکدوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہوئے آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اسجگہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کا تھوڑا سا ذکر کر دیا جاوے کیونکہ ان آیات کا عملی نمونہ میں نے خود اسجگہ دیکھا ہے۔ شائد دل سے نکلی ہوئی بات کسی اور دل پر اثر کر جائے اور اس کے لئے مفید ہو۔ اس زمانہ میں قادیان ایک ایسا مکان ہے جہاں پر ایسے لوگ پائیجاتے ہیں جن کے اخلاق کا نقشہ اللہ تعالےٰ نے اوپر کی آیات میں کھینچا ہے۔ میں اسجگہ اس بات کا ذکر نہیں کرونگا کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھنے اور حضور کی روزانہ تقریروں اور زندگی کے روزانہ حالات دیکھنے سے انسان پر کیا اثر ہوتا ہے اور مولوی نورالدین صاحب کی صحبت سے کیا کیا فوائد حاصل کر سکتا ہے اور کسطرح یہ پاک انسان دوسرے بچوں سے بھی ایسی محبت کرتا ہے جسطرح اپنے حقیقی بچے کے ساتھ ممکن

ہو سکتی ہے اور کسطرح انکو قرآن شریف کی تعلیم دیجاتی اور دین سکھایا جاتا ہے اور کسطرح انسان کے سامنے عملی نمونے پیش کئے جاتے ہیں جنکا بے اختیار اور بے تکلف اندر ہی اندر ایسا اثر پڑتا ہے کہ انسان بیان نہیں کر سکتا۔ مدرسہ کے اُستادوں کے نیک اخلاق اور عمدہ نمونہ اور بچوں کے ساتھ سچی ہمدردی اور اُن کو نیک بنانیکا سچا جوش اور ان کا اخلاص طالبعلموں کے اخلاق پر ایک عظیم الشان اثر کرتا ہے بلکہ میں تھوڑا سا اس بات کا ذکر کرونگا کہ قادیان کے رہنے والے میرے جیسے آدمی سے بھی کسطرح پیش آتے ہیں۔ میں اسجگہ علیحدہ علیحدہ اشخاص کا ذکر نہیں کرونگا کیونکہ بات پھر لمبی ہو جائیگی اور حق بات یہی ہے کہ میں ان کا حق ادا نہیں کر سکونگا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میری زبان ایسی مبین نہیں کہ میں اس محبت اور عزت کا پورا بیان کر سکوں جو بزرگواروں کے لئے میں بڑے زور سے محسوس کر رہا ہوں نہ میں ان احسانوں کا ذکر کر سکتا ہوں جو انہوں نے مجھ پر للہ کئے۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ انہوں نے صرف للہ کئے اور یہی بات بڑی خوشی دینے والی اور راحت بخشتی ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا صرف للہ اور بغیر کسی غرض کے کیا۔ میری حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ مجھ سے کسی قسم کی امید کر سکیں۔ میں اپنی حالت کو خوب جانتا ہوں اور اُنکی حالت سے بھی خوب واقف ہوں + میں تھوڑی سی اور مجمل بات کروں گا میرے خیال میں ایک شریف طبیعت کے لئے جو بدبختی سے پاک اور دوسرے کو بہتر خیال کرتی ہے۔ اتنا ہی کافی ہے + میں قادیان میں قریباً پانچ برس رہا ہوں فسٹ مڈل میں تھا جب میں تعلیم الاسلام اسکول میں آکر داخل ہوا۔ انٹرینس پاس کرنے کے بعد ۱۵ ر جولائی ۱۹۰۵ء کو قادیان کی مستقل رہائش چھوڑنی پڑی۔ اس عرصہ میں قادیان کے لوگ ایسی محبت اور ہمدردی سے پیش آتے رہے کہ مجھے قادیان سے سخت محبت ہو گئی ہے اور اس کے سوا کوئی اور جگہ پسند نہیں آتی ان لوگوں کی محبت میرے دل میں ایسا گھر کر گئی ہے کہ جبتک مہینے میں ایک دو دفعہ وہاں جاکر ان چہرونکی زیارت نہ کرلوں مجھسے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ گویا کہ ان لوگوں کی ملاقات کرنا اور اُنکی باتوں کو سننا میری روح کی غذا ہو گئی ہے جس کے سوا وہ مردہ ہو جاتا ہے۔ اس کو پھر تازہ اور زندہ کرنے کے لئے اس غذا کی ضرورت ہوئی ہے + میں خوب محسوس کرتا ہوں کہ ان سے ملنا میری روح وجسم دونوں کو قوت دیتا ہے۔ اور دیکھتا ہوں کہ وہ ایک قسم کی غذا ہے جسکو میری جسمانی حسیّں بھی محسوس کرتی ہیں۔ ہر ایک شخص اپنے پیاروں سے ملکر یہ بات محسوس کرتا ہوگا۔ یہ ایسی بات نہیں کہ سمجھ میں نہ آئے۔ کیونکہ ہر ایک شخص

بجائے خود اسباب کو کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ بات مجھ میں کیوں پیدا ہوگئی۔ کیوں ان لوگوں سے جو نہ میرے ہموطن ہیں اور نہ ہم قوم ہیں نہ کوئی دنیاوی رشتہ اور تعلق ہے اور وہ بھی میری طرح مختلف اطراف سے یہاں آکر جمع ہوئے ہیں ایسی محبت کرنے لگ گیا۔ اصل میں یہ اُن لوگوں کی دلی محبت اور سچی ہمدردی تھی جس نے میری اُس مردہ قوت کو پھر زندہ کیا۔ اور مجھے مجبور کیا کہ میں اُن سے محبّت کروں۔ جیسا کہ میں سمجھتا ہوں میری طبیعت میں دو بڑے نقص تھے ایک تو جلد جوش میں آجایا کرتا تھا اور نہایت تھوڑی سی خلاف طبع بات میری لڑائی کا کافی سبب ہو جایا کرتی تھی اور یہ لڑائی صرف لفظوں تک ہی محدود نہ رہتی تھی بلکہ ڈنڈے اور لاٹھی سے گذر کر چاقو تک کی نوبت پہنچی مدرسہ قصور کے میرے کلاس فیلو اس بات کے واقف ہیں۔ دوسری یہ بات کہ کسی آدمی سے مجھ محبت نہ ہوا کرتی تھی اور یہ بات کہ دوسروں کے واسطے انسان کے دل میں رقت پیدا ہوتی تھی میں اس سے بالکل بیگانہ تھا۔ یہ نقص آہستہ آہستہ یہانتک ترقی کر گیا تھا۔ کہ والدین کے لئے بھی کبھی میرا دل اداس نہیں ہوا کرتا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے اللہ کی انپر ہزار ہزار رحمتیں نازل ہوں میرے ساتھ ایسی محبت کی کہ دنیاوی لوگوں میں ایسی مثال کا ڈھونڈنا بالکل عبث ہے اسمیں بڑی اور دلپر بڑا اثر کرنیوالی یہ بات ہے کہ وہ محبّت ہر ایک قسم کی کدورت سے پاک ہے ویسی محبت ہے جس کے بعد کبھی رنج اور پشیمانی نہیں ہوتی اور اُنکی محبّت نے مجھ میں خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے نبی کی محبت اور قرآن کی محبّت میرے دل میں بٹھادی۔ دنیا کی محبتوں کے پھل عموماً کڑوے ہوتے ہیں لیکن یہ محبّت ایسی میٹھی ہے کہ اس کے پھل بھی میٹھے اور نتائج بھی راحت بخش۔ میں خدا تعالیٰ سے بصد عجز و نیاز دعا کرتا ہوں کہ وہ اس محبّت کو قائم و دائم رکھکر اس محبت میں ابدالآباد تک ترقی دیوے۔ علیم بذات الصدور میرا گواہ ہے اور وہ لوگ جو میری اسحالت سے واقف ہیں میرے گواہ ہیں میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور بغیر کسی قسم کی غرض کے کہتا ہوں کہ انمیں سے بعضوں نے مجھ سے میرے والد صاحب سے بڑھکر محبت کی اور ان سے بڑھ کر میری خیر خواہی کی یہ گواہی ہے جس کو میں چھپا نہیں سکتا۔ اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میرے والد صاحب کو مجھ سے محبت نہیں ایسا گمان کرنا بالکل غلط ہے آپ ایک اعلیٰ درجہ کے شریف آدمی ہیں اور شریف والدین سے جو بچوں کی نسبت امید ہو سکتی ہے میرے والد صاحب اس سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرتے ہیں ہمارا تمام گاؤں اور جو لوگ میرے یا میرے والد صاحب کے واقف ہیں

اس بات کو خوب جانتے ہیں اور انہیں کوئی بھی ایسا والد پیش نہیں کر سکتا جو میرے والد صاحب سے زیادہ اولاد سے محبت کرتا ہو اور خیر خواہ ہو۔ جب میں چھوٹا تھا تو آپ کبھی مجھے اپنے آپ سے جُدا نہ کرتے اور جب باہر کھیتوں میں جاتے تو مجھے خود اٹھا کر ساتھ لیجایا کرتے۔ اور پھر تمام دن میں انکی نظروں کے سامنے کھیلتا رہتا تھا اور جب گھر واپس آتے تو پھر واپس ساتھ لے آتے تھے۔ پھر جب میں ذرا بڑا ہو گیا تو ہمارا ایک نوکر ہوتا تھا جسکی شکل مجھے ابتک یاد ہے وہ مجھے آپ کے ساتھ ہی باہر لیجاتا اور ساتھ ہی واپس لاتا۔ مجھے ابتک وہ کھیلیں یاد ہیں جو میرے والد صاحب میرے دل بھلانیکو میرے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے خود مجھے پندرہ سیپارہ قرآن کے اور دوسری جماعت کا اردو اور حساب وغیرہ سکھایا پڑھایا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے قصور کے مدرسہ میں داخل کرا دیا پھر جوں جوں میری عمر بڑھتی گئی انکی محبت اور نرمی اور مہربانی بھی بڑھتی گئی۔ اللہ تعالیٰ اسکو آئندہ بھی زیادہ کرتا رہے + میں نے اپنے والد صاحب کی محبت کا تھوڑا سا ذکر اسواسطے کیا ہے کہ ناظرین اندازہ لگائیں کہ وہ محبت کیا ہی ہوگی جو دار الامان کے لوگوں نے مجھ سے کی۔ وہ ایسے لوگ ہیں گناہوں کو معاف کر کے گناہ چھڑا دیتے ہیں وہ ایسے لوگ ہیں کہ جوشوں کو معاف کر کے جوش گھٹا دیتے ہیں اور ان کے اندر ایک قوت تحمل اور برداشت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جگہ تو شرارت کے بدلہ سزا دیکر شرارت کو روکا جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ ایک حد تک یہ علاج مفید بھی ہوتا ہے لیکن ان لوگوں میں عجیب بات ہو گئی کہ شرارت کو معاف کر کے اس کا علاج کرتے ہیں اور یہ معافی شرارت کرنیوالے کا علاج ہو جاتی ہے اور اس کے بعد ایسے انسان کو شرارت سے دلی نفرت پیدا ہو جاتی ہے ان کا معاف کر دینا سزا دینے سے زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے + یہ واقعات ہیں جن کا میری اپنی ذات سے تعلق ہے اور میں اون کا اثر خوب محسوس کر رہا ہوں انہوں نے ہم سے محبت کر کے ہمیں سکھایا کہ دوسروں سے اسطرح محبت کیا کرتے ہیں انہوں نے ہماری بیمار پرسی کر کے ہمیں بتایا کہ جن کے ساتھ بظاہر کچھ تعلق نہ ہو ان کے ساتھ بھی انسان محض للہ اسقدر ہمدردی کر سکتا ہے اور مدرسوں میں تو اُستاد لڑکوں کو ڈرا کر اور رعب ڈالکر ادب سکھلاتے ہیں لیکن ان استادوں نے اللہ تعالیٰ انپر اپنی برکتیں نازل کرے ہماری جیسوں کا خود ادب کر کے ہمیں سکھایا کہ دوسروں کا کسطرح ادب کیا کرتے ہیں ہمارے جوشوں کا نرمی سے مقابلہ کر کے ہمیں نرم کر دیا اور ہمارے ساتھ عملی طور پر فیاضی کی اور اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ انکی فیاضی کو دیکھکر ہمارے اپنے دلوں کی تنگی دور ہو گئی۔

انہوں نے ہمیں حسن ظن کی اور مخفی ظنی سے ہماری بڑی بڑی عزت کی اور ہمیں سکھایا۔ کہ حسن ظن ایک بڑی نعمت ہے اور بدظنی ایک بہت بری بلا ہے اور اس بات نے ہمارے دل میں حق الیقین کا درجہ کرلیا ہے کہ دنیاوی و دینی بہت سی نقصانات بدظنی سے ہوئے ہیں اگر بدظنی اس دنیا سے اٹھ جاوے تو دنیا جنت ہے۔ انہوں نے ہم سے محبت کر کے والدین سے محبت کرنا سکھادیا۔ قادیان میں جون جون میری عمر بڑی ہوتی گئی والدین نے میری محبت بڑہتی گئی۔ اس سے پہلے میں چھوٹا تھا اور قادیان میں ابھی آیا نہیں تھا۔ تو والدین سے مجھے اس قدر محبت نہ تھی جس قدر اب ہے اور یہ بات عام قاعدہ کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ عام قاعدہ ہے ..... کہ جون جون لڑکا بڑا ہوتا جاتا ہے اس کے دل میں اور اور چیزون کی محبت ہوتی جاتی ہے اور والدین سے تعلق کم ہوتا جاتا ہے لیکن یہان معاملہ بالکل برعکس ہے اور یہ بہت کچھ قادیان کی طینت ہے۔ اب میں اس بات کو یہان ختم کرتا ہون اور وہ لوگ جو چاہتے ہیں۔ کہ ان کے بچے انسے محبت کرین اور ان کے تابعدار رہیں اور سچے دیندار بہی ہون اور دنیا کے معاملات کو بہی اچھی طرح سے سمجھین خالق مخلوق دونون کے حقوق کو خوب ادا کرنیوالے ہون انکو چاہیے کہ وہ اپنے بچون کو تعلیم الاسلام قادیان میں بھیجدیں اگر انسان مردہ نہیں ہوچکا تو انشاء اللہ فائدہ ہوگا اور ضرور فائدہ ہوگا۔

غزل

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مرا نہ زہد و عبادت نہ خدمت و کارے است
ہمیں مرا است کہ جانم رہین دلدارے است

چہ لذتے است بروئیش کہ جان فدائیش باد
چہ راحتے است بکوئیش اگرچہ خون بارے است

مسیح وقت مرا کرد آنکہ دید ایں حال
بہ بین دلایل دعوائے اگرچہ بیکار سم است

دوائے عشق نخواہم کہ آن ہلاکت ما است
شفا دما بہ ہمیں رنج وہ وہ وارائے است

نوٹ - یہ نظم پہلے کبھی شائع نہیں ہوئی

اگر مردی رہ مولیٰ طلب کن ؛ چو نالی روز و شب از بہر مردار ؛
نمے رنجم گر اکنون سر بپیچند ؛ کہ ترک رسم و رہ کارے است دشوار
فلک را بین کہ مہر و مہ سیہ شد ؛ زمین طاعون برآرد بہر انذار ؛

مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پرانی تحریر

میں خوش کیوں ہوں

میرے دل میں تین خوشیاں ہیں جو میرے لئے دنیا اور آخرت میں بس ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ میں نے اس سچے خدا کو پالیا ہے۔ جو درحقیقت خدا ہے۔ جس کی طرف سجدہ کرتے ہوئے ہر ایک ذرہ ایسا ہی جھکتا ہے۔ جیسا کہ ایک عارف جھکتا ہے۔

(۲) دوسری یہ کہ اس کی رضامندی ... میں نے اپنے شامل حال دیکھی ہے اور اس کی رحمت سے بھری ہوئے محبت کا میں نے مشاہدہ کیا ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ میں نے دیکھا اور تجربہ کیا ہے۔ کہ وہ عالم الغیب ہے۔ اور ایسا کامل رحیم ہے۔ کہ ایک رحم اس کا نوعام ہے۔ اور ایک خاص رحم اس کا ان لوگوں سے تعلق رکھتا ہے۔ جو اس میں کھوئے جاتے ہیں اور وہ قدیر ہے۔ جس کی تکلیف کو راحت کے ساتھ بدلنا چاہئے۔ ایک دم میں بدل سکتا ہے۔ یہ تین صفتیں اس کے پرستاروں کے لئے بڑی خوشی کا مقام ہیں

بابأت زيداً	میں نے زید سے کہا کہ میرا باپ تجھپر قربان ہو
ابدأ الرجل	اس شخص نے عجیب بات ظاہر کی
يُدئ الصبي	اس لڑکے کے چیچک نکل آئی
ابدأ الصبي	اس لڑکے کے دانت گرنیکے بعد پھر نکل آئے
رأيت دهلی فبذأته عيني	میں نے دہلی کو دیکھا تو اس صفتوں کے مطابق نہ پایا جو بیان کی گئیں ہیں
تجزأ هذه المرأة	اس عورت کے لڑکیان پیدا ہوتی ہیں۔
اذا اناديت فتجشأ غنمي	جب میں آواز دیتا ہوں تو میری بکریان ٹیں ٹیں کرتی ہیں
اجفأت القدر	ہانڈی پر جھاگ آگئی
اجنأ زيد على بكر يضرب	زید بکر پر جسکو مار پڑ رہی تھی اس غرض سے جا پڑا کہ اسکو مار سے بچائے
جوسقاءكَ فانه حرق	اپنی مشک کو پیوند لگا۔ کہ وہ پھٹ گئی ہے۔
جايأت محموداً في البيت	میں محمود کے ساتھ ایک وقت میں گھر میں داخل ہوا
حصأ الصبي من اللبن	اس بچے نے اپنا پیٹ دودھ سے بھر لیا
اريد ان احتأ كسائي	میں چاہتا ہون کہ کمبل کو کنارہ لگاؤن
احجأني السائل فاعطوه	اس فقیر نے مجھے تنگ کر دیا اسکو کچھ دیدو
خرجتُ فاذا الرجل واقفٌ	میں گھر سے نکلی تو کیا دیکھتی ہون کہ ایک مرد کھڑا ہے
انّ بقرتنا ما سلحت اليوم	آج ہماری گائے نے گوبر نہیں کیا۔
ان ولينا ما تغوط اليوم له حاجت المسهل	آج ہمارے دوست نے پاخانہ نہیں پھرا اسکو جلاب کی حاجت ہے
لاتأكل الحرام وكل خرء الكلب	حرام نہ کھا کتے کا گوہ کھالے۔
اذهب الى الرآس واشتر كراعاً	سری بیچنے والے کے پاس جا اور ایک پایا خرید لا
اعهد الى ان لاتسخر احداً	مجھ سے عہد کر کہ میں کسی سے ٹھٹھا نہ کرونگا
يجع قولك في قلبي	تیری بات نے میرے دل میں اثر کیا۔
اليوم شربت لبن شاة بكيئة	آج میں نے کہا نگڑ (باکڑی) بکری کا دودھ پیا
عشوت ام لا	تو نے رات کا کھانا کھایا۔ یا نہیں

اذا رأى السارق طارت نفسه شعاعا	جب چور نے مجھے دیکھا۔ تو اسکی ہوائیاں اڑ گئیں
سرق الخياط دخريصا من ثوبي	درزی نے میرے کپڑے کی ایک تریز چرا لی
اسقني ماءً اصردا	مجھے ٹھنڈا پانی پلا
ملكنا صردٌ	ہمارا ملک ٹھنڈا ہے۔
اسمع راتبا ما قرءت	کھڑا ہو کر سنا جو تو نے یاد کیا
صاك الطيب بثوبك	تیرا کپڑا خوشبو سے مہک رہا ہے۔
استشر ثم سر	پہلے مشورہ کر پھر سیر کر
اعروريت الفرس	میں ننگے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوا
ضربت الكلب فانبئت عصاي	میں نے کتے کو مارا تو میرا سونٹا خطا گیا۔
العصا علاج من عصى	سونٹا نافرمان کا علاج ہے۔
ناءَ زيدٌ بحملٍ	زید بوجھ کو لے ہی نکلا
استحملت زيدًا فما احمل	میں نے زید کو بوجھ اٹھوائیکے لئے کہا پس اسنے نہ اٹھوایا
تعالوا من يحمل اللبن منا	آؤ دیکھیں کون ہم میں سے پہلے دودھ پیتا ہے۔
تالى زيدٌ وما برّ	زید نے قسم کھائی اور پوری نہ کی
اشلني السلة	مجھے پٹاری اٹھا دے
يا زيد كم وظيفة غذائك	اے زید تو کتنی روٹی کھاتا ہے۔
يا سيدي كفاني عشرة ازكان معها اداما	اے میرے سردار سالن سمیت دس روٹیاں کافی ہیں
يا سيدي ما فتواك في الدعبل	اے میرے سردار مینڈک کے انڈوں کے بارہ میں تیرا کیا فتویٰ ہے
حلالٌ عند الشافعي	شافعی کے نزدیک حلال ہیں۔
يا سيدي ما فتواك في المكن	اے میرے سردار گوہ کے انڈوں کے بارہ میں تیرا کیا فتویٰ ہے
حلال كلوا هنيئا مريئا	حلال ہیں مزہ سے کھاؤ۔
يا سيدي ما فتواك في السرء	اے میرے سردار ٹڈی کے انڈوں کے بارہ میں تیرا کیا فتویٰ ہے
حلال كلوا بغير كراهة	حلال ہیں بغیر کراہت کے کھاؤ۔

نامکمل بات سنی مگر (ضرب المثل) تھوڑا سا نہونے سے بہتر ہوتا ہے کہ مطابق جو کچھ ہے وہ پیش کرتا ہوں شائد کہ خدا کے برگزیدہ بندون پر بات نہی۔ فرمایا کہ یون تو ہر ایک شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ سورج ہے۔ وہ چاند یا ستارہ فلان فلان ہے اور اس طرح گردش کرتے ہیں یہ کوئی خدا کے برگزیدہ ہونے کی نشانی نہیں بلکہ یہ تو ایک معمولی علم کے متعلق ہے۔ خدا کے برگزیدہ بندوں کے لئے تو ایک امتیازی نشان ہونا چاہئے۔ یہ تو ایک معمولی بات ہے۔ کہ ۔ ۔ ۔ ایک چور کا دوست اگر اور کچھ نہیں تو انکی دوستی کی وجہ سے چوری سے بچ جائیگا۔ جب ایک چور اپنے سچے دوست کے ساتھ اتنا سلوک کرتا ہے تو کیا خدا اس چور سے بھی گیا گزرا ہے کیا وہ اسکو کوئی مدد نہیں دیگا نہیں بلکہ جس کے ساتھ خدا کی مدد نہیں سمجھو کہ اس کے ساتھ خدا کا تعلق نہیں ہے۔ فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا نے کس قدر امتیاز رکھا ہے جھوٹے ہیں اور سچے ہیں۔ میں جب باہر نکلتا ہوں تو اس طرح لوگ مکھیوں کی طرح گرتے ہیں کہ حیران رہجاتا ہوں کہ اگر خدا نہیں تو اور کون ان لوگون کو خود بخود کھینچے لئے چلا آتا ہے۔ نہ ہماری طرف سے کوئی واعظ مقرر ہیں نہ کوئی اور سلسلہ ہے خدا ہی ہے کہ خود بخود لئے چلا آتا ہے۔ بلکہ بعض تو اخلاص میں اس قدر بڑھگئے ہیں۔ کہ قریب ہے کہ صحابہ کا نمونہ بن جائیں۔

دیکھو اس وقت اور سیکڑوں پیر ہیں لیکن بعض دفعہ وہ جاتے ہیں۔ اور کوئی مرید تو کھسک جاتا ہے کسی سے وہ لڑ رہے ہیں کہ روپیہ لینا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ آٹھ آنہ لیلو اور وہ بھی بیچارہ بڑی مشکل سے اپنا دامن چھوڑاتا ہے لیکن یہان سیکڑون ایسے ہیں کہ گھر بار چھوڑ کر چلے آئے ہیں

جھوٹ (یہ ایک نہایت ہی غلیظ اور سخت مرض ہے جو کہ آجکل دنیا کی اکثر لوگون کو لگی ہوئی ہے۔ اگرچہ سیکڑون تدبیریں کی گئیں اور بہت تجاویز سوچی گئیں۔ لیکن یہ ایک ایسی مہلک بیماری ہے جو کہ چھوٹے سے لیکر بڑے تک سب کو لگی ہوئی،

ہے اور تعجب ہے کہ اسکا مریض باوجود اس کے کہ اس کو ایک مہلک مرض سمجھتا ہے۔ پھر
بھی اس کو ترک نہیں کر سکتا اور آج کل تو یہ ایک نہایت مہذب لفظ یعنی پالیسی کا نام نقاب
کئے ہوئے دنیا میں فروغ پا رہا ہے۔ یورپین طاقتیں اور عیسائی لوگ باوجود اس کے کہ
یسوع اس کی تردید کرتا ہے۔ اس کو شیر مادر کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور نہیں
جانتے کہ اس طرح ہم اپنے قول اور فعل میں بہت بڑا فرق پیدا کر رہے ہیں نہ صرف عیسائیوں
میں ہی بلکہ دیگر اقوام میں بھی بہت جلدی پھیل گیا ہے۔ جہاں تک تاریخ سے معلوم
ہوتا ہے۔ پہلے زمانہ میں اس کی اس قدر کثرت نہیں تھی اور اس وقت اس کا استعمال
کرنا ایک بڑا عیب سمجھا جاتا تھا لیکن آج کل تو اس کی کوئی حد باقی نہیں رہی یہاں تک
کہ مسلمانوں میں بھی جو کہ ایک ایسے مذہب اسلام کے پیرو ہیں کہ جھوٹ کی سب سے
زیادہ بیخکنی کرتا ہے۔ یہ مرض پھیل گیا ہے۔ ایک لڑکا جب کہ کوئی غلطی کرتا ہے تو اپنے
باپ ماں اور کسی بزرگ کے ڈر سے اس کو چھپانا چاہتا ہے۔ لیکن اس وقت اسکو سوائے
جھوٹ کے اور کوئی طریقہ نہیں ملتا اس لئے اسکو مجبوراً یہی استعمال کرنا پڑتا ہے۔ یا نوکر حاکم کے
آگے کسی سزا سے ڈر کر اس کی آڑ کے پیچھے اپنے آپ کو پناہ دیتا ہے۔ اسی طرح اور ایسے
سینکڑوں موقع ہیں کہ جہاں آج کل کے لوگ یا وہ جبکہ ایمانی حالت میں گرے ہوئے ہوئے
ہیں جھوٹ بولنا ضروری سمجھتے ہیں کاش کہ وہ جانیں کہ خدائے علیم و بصیر کے آگے کس
طرح جھوٹ بول سکینگے جہاں کہ ہر ایک کام کا نقشہ سامنے پیش ہوگا بات یہ ہے۔ کہ ایسے
لوگوں کو خدا پر یقین نہیں ہوتا بوجہ اس کے کہ عورتیں فطرت کی کمزور ہوتی ہیں اور کسی قسم
کے خوف یا دھمکی یا طعنہ و تشنیع کو برداشت نہیں کر سکتیں اس لئے وہ اکثر جھوٹ
بولنے کی عادی ہو جاتی ہیں جہاں دیکھا کہ ہم پر کوئی حرف آتا ہے جھٹ کوئی بہانہ بنا لیا
اور اس طرح اپنا دامن چھوڑا لیا لیکن بات تو یہ ہے کہ۔ اگر خدا پر بھروسہ کیا جائے تو سب کام
خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ حضرت صاحب نے اس کے متعلق گھر میں فرمایا۔ وہ



باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب مالک مطبع انوار احمدیہ پریس میں مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان کے لئے چھاپا گیا

جو تمہارا دشمن ہوگا

(۶)۔ اس میں شک نہیں ہے اور خدا تعالی خوب جانتا ہے کہ یہ عاجز نبیوں کی طرح اصلاح خلق اللہ کے لئے مامور ہو کر آیا ہے اور دل میں بہت جوش ہے کہ وہ کرامات الہی جو یہ عاجز دیکھ رہا ہے مجھے لیکن خدا تعالی اپنے قانون قدیم سے تجاوز نہیں کرتا دوست کامل بننا چاہیئے یا دشمن کامل تا آسمانی نشان ظاہر ہوں ہاں ایک طریق ہے اور اسکو آپ ہی بجا لا سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ کا اب تک یہ عقیدہ ہے کہ بارہ اماموں کو جس قدر فضیلت ہے وہ اصحاب کبار کو حاصل نہیں غایت درجہ اصحاب کبار بادشاہ ہدوں کی طرح ہیں اور اس عاجز کا یہ عقیدہ ہے کہ اصحاب کبار کے مقابل میں بارہ امام کچھ بھی چیز نہیں بلکہ اصحاب کبار کی محبت ان کا فخر اور ان کے ترقی ایمان کا موجب ہے، قرآن شریف میں بجز ابو بکر صدیق رض پر کسی اہلبیت کا ذکر نہیں اور یہی میرا عقیدہ ہے کہ صحابہ کے بعد جس قدر اہلبیت میں امام ہو ہیں۔ وہ اپنے کمالات میں بے مثل نہیں بلکہ ایسے لوگ ہمیشہ ہوتے ہیں یہ میرے لیئے شکر کا مقام ہے اور اسبات کا کہنا اپنے محل پر ہے کہ ان اماموں کے موافق ایک میں ہوں اور ان سے زیادہ بھی مجھ پر انعامات الہی ہیں جس کو آپ سمجھ نہیں سکتے اور نہ اس زمانے کی خلقت سمجھ سکتی ہے۔ اب اگر میں اس دعوے میں راستی پر نہیں تو میری طرف سے عام منادی ہے کہ شیعوں کے بزرگ لوگ میرے اشتہار کے موافق مباہلہ اور مقابلہ کے لئے آویں۔ بیشک اگر وہ آویں تو اللہ جلشانہ ان کی پردہ دری کریگا اور اپنے بندہ کی تائید میں وہ انوار دکھلائیگا جو ہمیشہ اپنے خادموں اور بندوں کے لئے دکھلاتا رہا ہے اس طریق سے آپ کرامات کو مشاہدہ کر سکتے ہیں اور آپ مقدرت رکھتے ہیں کہ کسی شیعہ کے مجتہد کو دو چار ہزار روپیہ دیکر میرے دروازہ پر بٹھاویں اور مقابلہ کراویں — تا سیہ روی شود ہر کہ دو غش باشد۔

(۷) موافق شرائط مطبوعہ کے تحریری بیعت بھی ہو سکتی ہے اگر خدا تعالی کیطرف سے وقت صفا میسر آیا تو انشاء اللہ آپ صاحبان کے لئے دعا کرونگا۔ والسلام علی من اتبع الہدی

که وه مناقب کسی بزرگ کے پیش کر دیا کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں که حضرت علی رضا کے حق میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے اور امام حسین کے حق میں یہ فرمایا ہے مگر یہ خیال که کیونکہ اعلیٰ درجہ کی ارادت و محبت کی نسبت پیدا کی جائے اس کا جواب یہ ہے که در حقیقت طبعی اور حقیقی طور پر اعلیٰ درجہ کی ارادت اور فرمانبرداری بغیر پوری آزمائش کے نہیں ہو سکتی مگر طالب حق اللہ جلشانہ کی توفیق سے کسی قدر قرائن سے یہ تکلف ارادت مندون کا پیراہن پہن لیتا ہے پھر عنایت الہی سے بمشاہدہ برکات حق وہ تکلف طبیعت میں داخل ہو جاتا ہے۔ صحابہ اور اہلبیت بھی آہستہ آہستہ مراتب عرفان کو پہونچے ہیں مگر روز ازل سے انہون نے وہ خدمات اپنے ذمہ لیں جو بجز کامل ارادت کے ظہور میں نہیں آسکتیں یہ غایت درجہ کی دشمنی پرادر جو مرد مقبول کی کرامت کا ظہور ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے که جب دشمن نادان ایک ولی اللہ سے
شروع کرتا ہے اور ہر وقت قول یا فعل سے اس کے درپے آزار ... داخ
ایک دن غیرت الہی جوش مارتی ہے جیسا که خدا تعالےٰ فرماتا ہے ... عادی لی ولیا فقد آذنتہٗ بالحرب اس لئے یہ اصول نہایت صحیح ہے که جس کو کرامات کے دیکھنے کا شوق ہو وہ یا تو غایت درجہ کا دوست ہو جائے یا غایت درجہ کا دشمن کرامات بازیچہ اطفال نہیں ہے که خواہ نخواہ کھیل کی طرح دکھلائی جائیں۔ اللہ جلشانہ اور اس کے وفادار بندے غیر اللہ سے لاپرواہ ہیں اور خواہ نخواہ بازیگرون کی طرح کرشمہ نمائی ان کی عادت نہیں اگرچہ اولیاء اللہ پر کرامت مثل بارش کے برستی ہے لیکن وہ شخص جو که پورا دوست یا پورا دشمن نہو ان انوار کے مشاہدہ سے بے نصیب رہتا ہے اس عاجز نے جو سولہ ہزار اشتہار کرامت نمائی کے لئے شایع کیا تہا اور شرط کی تہی که اگر کوئی مخالف منکر کرامت ہو تو ایک برس تک ہمارے دروازہ پر آکر بیٹھے اس کا ہرجہ دیا جائیگا اس اشتہار سے اللہ جلشانہ کی غرض یہی تہی که اس پابندی سے وہی شخص آکر ایک سال تک بیٹھیگا

ریویو

قرآن کریم کی دعائیں (مصنفہ قاضی محمد ظہور الدین متخلص باکمل) ہمارے پاس بغرض ریویو پہونچی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ جماعت احمدیہ کیلئے خصوصًا دعائیں ہی ہیں۔ اس چھوٹے سے رسالہ میں قرآن کریم کی تمام دعائیں جمع کیگئی ہیں۔ اور پھر ہر ایک دعا کے بعد اس کا ترجمہ اردو نظم میں کیا گیا ہے۔ کتاب واقعی قابل دید ہے قیمت فی جلد ۲؍ ہے

سی حرفی احمدی۔ (مصنفہ فضلدین) یہ ایک بیس صفحہ کی ۲۰×۲۶ تقطیع کی پنجابی نظم ہے جسمیں مسیح موعود کی تعریف کیگئی ہے۔ پنجابیوں کے لئے بہت مفید ہے۔ کیونکہ انکی مادری زبان ہے۔ اور مادری زبان سے ہر ایک کو دلچسپی ہوتی ہے۔ قیمت فیجلد ۰؍ ہے

گلدستہ احمدی۔ یہ بھی ایک چھوٹی سی پنجابی نظم حضرت مسیح موعود کی تعریف میں ہے آٹھ صفحے کی کتاب قیمت فی جلد ۔؍

اظہار الحق۔ یہ بھی ایک پنجابی نظم حضرت مسیح موعود کی تعریف میں ہے۔ کتاب چھوٹی تقطیع پر ۳۲ صفحہ کی ہے قیمت فی جلد ۸؍

خزینۃ المعارف۔ اس کتاب میں حکیم فضلدین صاحب نے حضرت اقدس کی کتابوں میں سے تفسیر فاتحہ نکالکر درج کی ہے۔ کتاب قابل دید ہے۔ اسکی قیمت فیجلد ۵؍ ہے۔

سیف حق (مصنفہ میاں محمد چراغ صاحب احمدی) ۴۴ صفحے کی کتاب پنجابی نظم ہے کتاب قابل دید ہے۔ قیمت فی جلد ۲؍ ہے۔

نوٹ۔ یہ تمام کتابیں سید عبد المحیی صاحب عرب قادیان سے ملسکتی ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اور ہو جاے تم میں ایک گروہ جو نیکی کیطرف بلاۓ اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مظفر و منصور ہوں

رسالہ تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر
صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

جلد (١)

نمبر (٤)

فہرست مضامین

یکم - دسمبر ۱۹۰۶ء کو قادیان دارالامان سے باہتمام مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان شایع ہوا -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہایت ہی ضروری

اطلاع

میں ان تمام ہمدردان رسالہ ہذا کو مبارکباد دیتا ہوں۔ جو اس رسالہ کے ساتھ دل سے محبت رکھتے ہیں اور اس رسالہ کی ترقی کے منتظر ہیں۔ کہ اس رسالہ کا پہلا سال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گذر چکا ہے۔ اور اس کی سالگرہ کے موقعہ پر انجمن تشحیذ الاذہان کا پہلا سالانہ جلسہ ۲۶ و ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ہوگا۔ جس کا اشتہار اور پروگرام آپ اس رسالہ کے صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۸ پر پڑھینگے

یہ رسالہ اپنا پہلا سال ختم کر کے دوسرے سال میں قدم رکھتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا ہمپر بڑا ہی فضل و احسان ہے۔ کہ ہم اسکو دوسرے سال کے شروع سے ماہواری کرنیکا اعلان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمکو اسباب کی توفیق دے کہ ہم اسکو باقاعدہ چلاسکیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم اس رسالہ کا پہلا ماہواری نمبر انشاء اللہ تعالیٰ ۱۰۔ جنوری ۱۹۰۷ء کو شایع ہوگا۔ پھر اسکے بعد ہر مہینہ کی دسویں تاریخ کو یہ رسالہ ماہوار شایع ہوا کریگا۔ یہ تجویز کی گئی ہے۔ کہ اس رسالہ کے جتنے موجودہ خریدار ہیں۔ سب کی خدمت میں جنوری ۱۹۰۷ء کا پرچہ بذریعہ وی پی بھیجکر ایک سال کی قیمت وصول کیجاوے۔ کیونکہ شروع شروع میں اخراجات کی بہت تکالیف ہوتی ہیں۔ اسلئے ان صاحبان کی خدمت میں عرض ہے کہ جو اسکو ماہواری صورت میں خریدنا پسند نہ کریں کہ وہ جلد تر بذریعہ کارڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

چند سوالون کے جواب

وطن کے کالمون میں یہ خبر پڑھکر کہ ایک مسلمان گریجویٹ اپنی آبائی مذہب کو چھوڑنا چاہتے ہیں۔ سخت افسوس ہوا۔ اور حیرانی ہوئی۔ کہ کس بات پر ایسے سچے مذہب کو جس کے تمام اصولون کو کسی نہ کسی مخالف مذہب والون نے صحیح تسلیم کیا ہے۔ چھوڑکر یہ کدہر جانا چاہتے ہیں۔ اِسلئے دل میں یہ جوش پیدا ہوا۔ کہ ایسے شخص سے خط وکتابت کرنی چاہئے۔ شائد کہ کچھ فائدہ حاصل ہو۔ چنانچہ اس خیال پر ایڈیٹر صاحب وطن سے پتہ دریافت کرکے میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ ہذا نے انکو خط لکھا۔ جسکے جواب میں انہون نے ایک خط لکھا ہے۔ اتفاقاً اسکے خط کے پہنچنے پر ایڈیٹر صاحب کا ارادہ ہوا۔ کہ لاہور میں جاکر انکھونکا اپریشن کروائین۔ کیونکہ آپکی آنکھوںمین کوکرے۔ . . . . . . ہیں۔ اسلئے ایڈیٹر صاحب وہ خط جناب مولوی سرور شاہ صاحب ایڈیٹر تعلیم الاسلام کو دے گئے۔ اب انکی بھی آنکھیں دکھنی شروع ہوگئی ہیں۔ لاہور میں ایڈیٹر صاحب کے پاس اصل خط موجود نہ تھا۔ مگر چونکہ طبیعت میں جوش تھا۔ اسلئے آنکھونکا اپریشن ہونے سے پہلے آپ نے مختصراً ان سوالات کا جواب لکھ بھیجا ہے۔ جو اسوقت آپکو یاد آئے۔ یہ جوابات گریجویٹ صاحب کو بھی بھیجے جاچکے ہیں۔ مگر چونکہ یہ مضمون بہت عمدہ معلوم ہوا۔ اسلئے اسکو رسالہ میں چھاپ دیا جاتا ہے تاکہ ناظرین بھی اس سے فائدہ اٹھاوین۔ والسلام ۔ نیّم

السلام علی من اتبع الہدیٰ

آپکے خط کا جواب بوجہ اسکے کہ میں لاہور آگیا - خود تو نہ دیسکا مگر اپنے ایک لائق
دوست کو یہ کام سپرد کر آیا ہون امید ہے - کہ مع چند کتابونکے وہ جواب آپ کو جلدی پہنچ جائیگا
مگر باوجود کم فرصتی کے اور آنکھونکی بیماری کے دلمین ایک جوش پیدا ہوا کہ بعض باتونکا جواب خود
مین بھی لکھ بہیجون - شائد بار بار دہرانے سے کچھ فائدہ ہوجائے - چونکہ ہر ایک شخص کا
نقطۂ خیال الگ الگ ہوتا ہے - اور ہر ایک انسان کسی بات کے ثابت کرنے کے
لئے اپنے خیال کے مطابق اسکے دلائل پیش کرتا ہے اسلئے اگر ایک بات ثابت
کرنیوالے دو شخص ہون اور بعض باتین ایک دوسرے سے الگ ہون - تو وہ قابل
اعتراض نہیں - ہان اگر وہ آپس مین مخالف نہیں اسلئے امید ہے کہ اگر آپ میرے دلائل
اور میرے دوست کے ثبوت کو کچھ مختلف پائین مطلب مین نہیں بلکہ طرز مین تو کچھ نوٹس
نہ لینگے - چونکہ مین آپکا خط چھوڑ آیا ہون اسلئے جو کچھ یاد ہے اسکے مطابق جواب تحریر کرتا
ہون - آپ نے یہ اعتراض کیا ہے - کہ قرآن شریف پچھلی کتابونسے اخذ کیا ہوا ہے حالانکہ
وید سب سے پرانی کتاب ہے - مگر آپ کو اس سوال کے کرتے ہوئے تاریخ کو نظر انداز
نہیں کرنا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ قرآن شریف کا دنیا کے سامنے پیش کرنے والا
کون شخص ہے - آیا وہ عالم فاضل اسوقت کا ایک بڑا پڑھا ہوا مولوی ہے - یا ملک
عرب کا ایک امی - ایک پڑھے لکھے آدمی پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اسنے
یہ یہ کتابیں پڑھین اور انسے اخذ کرکے ایک کتاب بنا کر دنیا کے سامنے پیش کر دی
مگر عربونمیں سے ایک شخص پر یہ الزام لگانا - کہ وہ وید - توریت - انجیل - پران - بدھ
مذہب کی کتابین ژند وستا وغیرہ زردشت کی کتابین چینیونکی کتابیں پڑھا ہوا تھا
اور اسنے ان میں سے ایک کتاب بنا دی اور پھر ایسے شخص پر جو کہ خود اپنی مادری زبان بھی نہ
جانتا ہو کسقدر ظلم کی بات ہے - جو نہ لکھنا جانتا ہو - نہ پڑھنا آج تعلیم یافتہ زمانہ مین
بھی جبکہ ہر زبان میں ہر قسم کی کتابونکے تراجم پائے جاتے ہیں - شائد ایک گریجو

آدمی کے پیچھے ایک آدمی ہو۔ کہ جس نے یہ تمام کتابیں اور دوسرے مذاہب کی تمام
کتابیں پڑھی ہوں۔ بلکہ آج ایسے دس آدمی ملنے بھی ناممکن ہیں۔ پھر یہ بات کہنی کیونکر آسان ہو سکتی
ہے۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کتابوں پر عبور کیا ہوا تھا۔ اور ان سے اخذ کر کے انہوں نے یہ
مسائل درج کئے ۔ قرآن شریف سے یہ ثابت ہے۔ کہ ہر ایک ملک و قوم میں تاریکی کے
زمانہ میں نبی آتے رہے ہیں۔ اور یہ کہ خدا تعالےٰ کی بہت سی کتابیں اس کتاب سے پہلے ایسی گزر
چکی ہیں کہ جو زمانہ و مقام کیلئے مختص تہیں۔ مگر اب یہ کتاب تمام زمانوں کے لئے ہے اور اسمیں کسی
مقام کی خصوصیت نہیں اور خدا تعالےٰ نے فرمادیا کہ الیوم اکملت لکم دینکم
یعنی آج کے دن دین تمپر تمام کمال اُتار دیا گیا۔ اور اب کوئی دین ایسا نہیں آئیگا جو خدا کیطرف سے
ہو اور جو قرآن شریف کو منسوخ کرے اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کسی اور کتاب نے یہ دعوےٰ
نہیں کیا۔ کہ میرے بعد کسی کتاب کی ضرورت نہیں اور یہ کہ میں ہر زمانے اور ہمیشہ کیلئے
ہوں اور مجھ میں تمام کمالات بھر دئے گئے ہیں۔ مگر قرآن شریف نے یہ دعویٰ کیا ہے
اور تیرہ سو برس گزر گئے کوئی اور شخص ایسا نہیں اٹھا جو کہے کہ قرآن شریف آج سے منسوخ
کیا جاتا ہے اور خدا تعالےٰ نے یہ نئی کتاب مجھپر نازل فرمائی ہے۔ حالانکہ نبی کریم کے زمانہ
سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ سیکڑوں نہیں ہزاروں ایسے مذہب پائے جاتے ہیں جن
میں سے ہر ایک اپنی کتاب کو دوسرے کی کتاب سے افضل سمجھتا ہے۔ مگر آنحضرتؐ
کے بعد کسی نے اجتک دعوےٰ نہیں کیا۔ تو کیا یہ خدا تعالیٰ کیطرف سے نشان نہیں جو کہ
ہر ایک ایسے شخص کے لئے کافی ہے جو کچھ بھی چشم بصیرت رکھتا ہو۔ دنیا میں ہر زمانہ
میں ایک نبی کا پیدا ہونا اور ایک نئے مذہب کا قائم ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اس زمانہ میں
ویسا ہی ہونا چاہئے۔ مگر پہلے نبیوں نے اپنے آپ کو خاتم النبیین نہیں ظاہر کیا اس لئے
ان کے بعد کسی اور نبی کا آنا ضروری تہا۔ اگر ایک خاص ملک میں ایک وقت تک
کوئی نبی نہ آیا تو کیا ہوا کل دنیا میں کہیں نہ کہیں آتے رہے۔ جیسا کہ ہند میں کرشن و رامچندر
اور بدھ اسیطرح فارس میں زردشت اور اسکے بعد بعض لوگ اور پھر شام میں اور مصر میں
اور عراق میں عجم میں عرب میں۔ جیسا نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ لوطؑ۔ اسحٰقؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ یوسفؑ۔

صالحؑ - شعیبؑ - موسیٰؑ - ہارونؑ - عیسیٰؑ - اور آخر میں ہمارے نبی کریمؐ - اور
دوسرے ممالک جنکا کچھ ہمکو علم نہیں - یورپ میں اصحاب کہف اور چین میں وہان کی
مذہبی کتابون کے لانیوالے جن کے نامون سے ہم واقف نہیں - مگر جب نبی
کریم نے رسالت کا دعویٰ کیا اور خاتم النبیین ہونے کا اقرار کیا اور بڑے زور
سے اسبات کی منادی کی کہ قرآن شریف کے بعد کوئی کتاب خدا تعالیٰ کی طرف
سے نہیں آئیگی - جو اس کو منسوخ کرے - اور اس کی سچی تعلیم ہر زمانہ ہر مقام
اور ہر حالت کے لئے موزون ہے - اور میری بعد کوئی نبی نہیں آئیگا جو میرے واسطہ کے بغیر خدا تعالیٰ سے
تعلق پیدا کرے - اور دنیا سے کامیابی کے ساتھ جائے - تو ہم دیکھتے ہیں - کہ
کہیں بھی دنیا کے کسی حصہ میں بھی کسی شخص نے ایسا دعویٰ نہیں کیا کہ میں خدا کی
طرف سے ایک کتاب لایا ہون جو قرآن شریف کو منسوخ کرتی ہے - پس دیکھو
کہ یہ ایک بڑی بھاری پیشگوئی ہے جو پوری ہو رہی ہے اور ہر زمانہ ہر حالت
میں اور ہر مقام کے لوگون پر ثابت کر رہی ہے - کہ قرآن شریف کی اثبات پکی اور ہر
دلیل زبردست ہے - امید ہے - کہ اگر آپ اسبات پر غور کرینگے - تو سمجھ لینگے - کہ
قرآن شریف ہی ایک کتاب ہے - جو ہر زمانہ کے لئے کافی ہے - اور جس کی تعلیم
پر چلنے کے بغیر انسان خدا تعالیٰ کو نہیں پا سکتا - اب یہ اعتراض کہ قرآن شریف میں
ایسی باتیں ہیں جو دیگر کتابون سے اخذ کی گئی ہیں - لغو ٹھہرتا ہے - اور یہ اعتراض کرنا اُسپر واجب ہے جسپر خود
یہ اعتراض نہ ہوتا ہو - اہل ہنود کا کوئی حق نہیں - کہ وہ یہ بات کہیں - کیونکہ تاریخ کے
رو سے پارسیون کی کتابین وید کی نسبت پہلے کی ثابت ہوتی ہیں - بلکہ خیال
ہے - کہ وید انہی کی ایک بگڑی ہوئی صورت ہے کیونکہ کئی ایسے مسائل ہیں جو ان
سے ملتے ہیں اور کئی عبارتین وہی پائی جاتی ہین - اور دوسرے یہ کہ یہ لوگ بھی
وہیں سے آئے ہیں - یعنی وسط ایشیا سے اور اہل فارس تو بالکل وسط ایشیا
سے ملتے ہی ہیں - تیسری بات یہ ہے - کہ ویدون میں یہ بات صاف پائی جاتی
ہے - کہ یہ اس وقت بنے ہیں - جب یہ لوگ وسط ایشیا کو چھوڑ کر ہندوستا

کو چلے ہیں - کیونکہ اس وقت ان لوگون کی حالت بہت ردی تھی - اور اسی لئے یہ اپنے وطن کو چھوڑنے پر رضامند ہوے اور دوسری جگہ نہیں جا بسے - ویدون میں ایسی دعائیں پائی جاتی ہیں - کہ اے پرمیشور ہماری گائین اور دہرے ہوئے شیونکے گلون کو بڑہا - اور ہمارے دشمنون کو تباہ کردے - ملک بدر کردے - اور یہ وہ وقت تھا - جب یہ لوگ ہندوستان سے یہان کے اصلی لوگون کو نکال رہے تھے اور وہ وقت ایک محدود وقت ہے - جو سوا چار ہزار برس سے زیادہ نہین بنتا - اور یہ زمانہ حضرت نوح کے زمانہ کے قریب ہے - اہل ہنود خواہ وید کو کتنا ہی قدیمی کہین - مگر خود جو بات وید سے اور تاریخ سے ثابت ہو اس کو ہم کہان تک نظر انداز کر سکتے ہیں - پھر ایک دوسرا ثبوت اور ہے - جو وید کا زمانہ ہمکو بتاتا ہے - اور وہ منو کا دہرم شاستر ہے - وہ ہمکو بتاتا ہے - کہ اس وقت تک ہندون میں کوئی سوشل قانون نہیں تھی جنپر وہ زندگی بسر کرتے اور یہ بات مظہر ہے - کہ یہ مذہب منو کے ہی زمانہ مین شروع ہوا ہے - اور اس کے دو وجوہات بڑے زبردست ہیں ایک تو یہ کہ عرصہ دراز تک بغیر سوشل قانون کے ایک قوم جو فاتح ہو رہ نہیں سکتی - اور دوسرے یہ کہ اس میں شودرون کی نسبت ایسے سخت قوانین ہیں جو ظاہر کرتے ہیں - کہ یہ قریبًا وہی زمانہ تھا - جب پرانی قومون کے ساتھ بڑی بڑی سخت اور لمبی لڑائیاں لڑنیکے بعد اہل ہنود نے ان پر فتح پائی تھی - اور غصہ اور کینہ ان کے دلونمین بھرا ہوا تھا - جس کی جھلک منو کے شاستر میں بار بار پائی جاتی ہے - اور دوسرے برہمنون کا اس قدر عروج بھی ظاہر کرتا ہے - کہ وہ وید کا قریب زمانہ تھا - کیونکہ شروع شروع ہی میں - بانیانِ دین اور ان کے قدم بہ قدم چلنے والون کی بہت عزت ہوتی ہے ورنہ ایک عرصہ دراز گزر جانیکے بعد کچھ امتداد زمانہ اور کچھ مذہبی پیشواون کی اپنی بد اعمالیون کی وجہ سے قوم کے دلون سے ان کی عزت دور ہو جاتی ہے - جیسا کہ آجکل مسلمانون اور عیسائیون اور ہندون میں سیدون اور سجادہ نشینون پادریون راہبون براہمنون اور سادہوٴن کی عزت کسیطرح بھی وہ نہیں رہی جو پہلے تھی - پس یہ باتین

ل جلکر ظاہر کرتی ہیں - کہ منو کے زمانہ کے قریب قریب ہی وید کا زمانہ شروع ہوتا
ہے اور اگر میری منو کے دہرم شاستر والی پہلی دو دلیلون کو خفیف کرنیکے لئے
کوئی ہندو یہ کہے کہ منو کے دہرم شاستر کی تو ضرورت صرف اس لئے تھی
تاکہ وہ نقص جو پیدا ہو گئے ہیں - ان کو دور کیا جاوے - تو یہ اس کی سخت غلطی
ہوگی - اور وہ خود پھنس جائیگا - کیونکہ اس صورت میں ثابت ہوگا - کہ زمانہ نے ایک
پلٹا کھایا تھا - اور وید کی تعلیم ایک ناقص تعلیم رہگئی تھی - اس وقت منو کی عقل
کی ضرورت پڑی - کہ وہ خدائی کلام کے برخلاف اس زمانہ کے مطابق کچھ اصلاحیں
کردے - اب ان پچھلی باتون سے جو نتیجہ نکلتا ہے - میں پیش کرتا ہون - ایک تو
ان سے یہ ثابت ہوتا ہے - کہ وید کے ماننے والے کو کوئی حق نہیں پہنچتا - کہ
وہ قرآن شریف پر اعتراض کرے - کہ اس میں اور کتابون سے کچھ اخذ کیا گیا
ہے - کیونکہ اس پر بھی یہی اعتراض پارسیون اور اہل چین سے ہوتا ہے - کیونکہ یہ
ثابت ہے - کہ چین کا عروج ہندوستان سے پہلے تھا - اس لئے ان کا مذہب
ان سے پہلے ہو چکا ہے - اور پھر یہ کہ وید کا زمانہ حضرت نوح کے زمانہ کی برابر
بلکہ کم ہی ثابت ہوتا ہے - اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت نوح کے ایک بیٹے
یافث کی اولاد میں خصوصیت ہے - کہ وہ سر پر ایک بودی ضرور رکھتے ہیں خواہ
مصنوعی یا بالون کی جیسے ترک چینی جاپانی - اور یہ بات ہندون مین بھی پائی جاتی ہے
کہ وہ سر پر ایک بودی رکھتے ہیں - اور گو کہ یہ بات اب امتداد زمانہ سے ہٹی جاتی
ہے - مگر ابھی تک اس کا عام رواج ہے - اور تیسرے یہ بات ثابت ہوگئی ہے
کہ وید کی تعلیم کی اصلاح کی ضرورت پڑتی رہی ہے - اور فطرت نے لوگون کو مجبور
کیا - کہ وہ ایسی اصلاح کریں - جیسا کہ منو کے دہرم شاستر سے ثابت ہوتا
ہے - اور دوسرے شاسترون سے - اور پھر بعض نبیون کے یہان پیدا
ہونے سے - جیسے کرشن - رامچندر - اور بدھ - پس وید کے ماننے والون
کو نہ تو یہ دعویٰ ہو سکتا ہے - کہ وید سب سے قدیمی کتاب ہے - اور اس میں

کسی مذہب کی کوئی بات نہیں۔ اور نہ یہ کہ اسمیں کسی اصلاحکی ضرورت نہیں یہاں
جملہ معترضہ کے طور پر یہ بات بھی میں کہنا چاہتا ہون۔ کہ اہل ہنود وسط ایشیا سے
آئے۔ تو اس وقت کل ہندوستان پر ایک اور قوم حکمران تھی۔ اور یہ بات ثابت شدہ
ہے۔ کہ ہر ایک وحشی سے وحشی قوم بھی ایک مذہب رکھتی ہے۔ جیسا کہ چوڑہون
تک سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک طاقت کو مانتے ہیں اور ایک نبی (بالا) یا
لال بیگ کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ پس ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان وحشیون کا مذہب بھی
ہندوؤن سے پہلے کا ہے۔ اب میں نے اہل ہنود کا منہہ تو بند کر دیا ہے اور اب
یہ لوگ اپنے مذہب کو قدیمی نہیں ثابت کر سکتے۔ اور نہ اسکی اصلاح سے منکر ہو سکتے
. . . ہیں۔ اور آریہ لوگ جو ان نبیون کو نہیں مانتے۔ وہ بھی کوئی حق نہیں رکھتے۔ کہ
میری بات کا انکار کریں۔ کیونکہ وہ تو خود مانتے ہیں۔ کہ یہ بت پرستی وغیرہ امتداد
زمانہ سے پیدا ہوئی ہے اور اسکی اصلاح کی بھی ضرورت انہون نے سمجھی ہے۔ جس
کے لئے پنڈت دیانند اپنی عمر بھر کوشش کرتا رہا ہے۔ اب میں یہ ثابت کرونگا
کہ آپ نے جس بات کو ایک اعتراض سمجھا تھا۔ وہ درحقیقت ایک خوبی ہے۔
(انشاء اللہ) اپنے فرمایا ہے۔ کہ قرآن مین اور کتابون سے انتخاب ہے۔ مگر یہ
غلط ہے۔ کیونکہ نبی کریم امی تھے۔ یعنی ان پڑھ اور ان پڑھ ایسا نہیں کر سکتا پھر
یہ کیا تھا؟ اصل بات یہ ہے۔ کہ قرآن شریف نے مانا ہے۔ اور نبی کریم نے اپنے پیرون
کو اس بات کے ماننے کا حکم کیا ہے۔ کہ ہر زمانہ میں خدا کیطرف سے ایک نبی ہوتا رہا ہے
اور نہ صرف ہر زمانہ میں بلکہ ہر قوم میں۔ جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے۔
کہ متقی وہ ہوتا ہے۔ جو نیک عمل کرے۔ نماز پڑھے۔ زکواۃ دے۔ خدا پر ایمان
لائے۔ قیامت پر ایمان لائے۔ اور والذین یومنون بما انزل الیک
وما انزل من قبلک۔ کی صفت رکھتا ہو۔ یعنی متقی کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ وہ
جو کچھ تجھپر اتارا گیا ہے (نبی کریم پر) اس پر بھی ایمان لائے۔ اور اس پر بھی جو تجھسے
پہلے اتارا گیا ہے۔ اور قرآن شریف میں یہ ثابت ہے۔ کہ اس وقت تمام دنیا

اندھیرے میں اور تاریکی میں پھنسی ہوئی تھی ۔ اور یہی سبب تھا ۔ آنحضرت کی بعثت کا چونکہ مذہبی کتابوں میں بہت کچھ دست برد ہو چکی تھی ۔ اس لئے ضروری تھا ۔ کہ پچھلی کتابوں میں جو کچھ سچائی تھی ۔ وہ قرآن شریف اپنے اندر رکھتا ۔ تاکہ وہ محفوظ رہے ۔ اور اگر وہ سچائی قرآن شریف میں نہ ہوتی ۔ تو گویا کہ وہ ایک حصہ میں ناکمل کتاب رہتی ۔ حالانکہ اس کا دعویٰ ہے ۔ کہ میں ایک مکمل کتاب ہوں ۔ پس یہ ضروری نہیں ۔ بلکہ قرآن شریف کا فرض تھا ۔ کہ وہ اُن باتوں کو جو سچائی پر مبنی تھیں ۔ اپنے اندر رکھتا اور یہ اعتراض کہ قرآن شریف میں بہت سے قصے لوگوں کی توجہ کھینچنے کے لئے بہت سی لچر کتابوں میں سے لیکر بھر دئیے گئے ہیں ۔ لغو ہی ہیں بلکہ معترض کے لئے قابل شرم بھی ہے ۔ کیونکہ جب نبی کریم کل نبیوں کی نیکی اور کمالات کا مجموعہ ہیں ۔ تو ضروری تھا کہ ان کے بعض حالات ان پر بھی وارد ہوں ۔ جیسا کہ موسیٰؑ کا قصہ بیان کرنے سے یہ مطلب ہے ۔ کہ نبی کریم پر بھی یہ حالات وارد ہونگے اور جس طرح موسیٰ بحر میں سے سلامت نکل گیا ۔ اور باوجود اسکے کہ فرعون کی فوج پاس پہنچ گئی تھی اسکو خدا نے سلامت رکھا ۔ اور فرعون بحر میں غرق ہوا اسی طرح اس نبی کے ساتھ بھی ایک ایسا واقعہ پیش آئیگا ۔ اور تم لوگ جو اسکے پیچھے لگو گے ناکام رہو گے اور ایسا ہی ہوا ۔ کیونکہ آپ کو عربی لغات میں دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ بحر نہ سمندر ہی کو کہتے ہیں ۔ بلکہ ایک بڑے وسیع میدان کو بھی کہتے ہیں ۔ اور آپ کو معلوم ہوگا ۔ کہ کسطرح لوگوں کی مخالفتوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ سے اذن پاکر نبی کریم ایک رات کو مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوئے اور لوگوں نے انکا پیچھا بھی کیا ۔ مگر سر پر پہنچ کر بھی وہ ناکام رہے ۔ اور آخر دوسرے سال فرعون کی طرح بدر کے مقام پر نہایت ذلت اور نامرادی کے ساتھ تباہ اور برباد ہوئے ۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے بندہ کو موسیٰؑ کیطرح بامراد کیا ۔ اور فتح و نصرت سے گھر لایا ۔ اسیطرح حضرت یوسفؑ کا قصہ ہے ۔ کہ اس میں ان کے بھائیوں کے ظلم اور ان کو کوئیں میں ڈالدینے اور پھر دوبارہ ملنے کا ذکر ہے ۔ اور اس وقت حضرت یوسفؑ کا اپنے بھائیوں

کی خطاؤنپر نظر نہ کرنا ۔ اور سب کو بخشدینا ۔ یہ سب معاملہ تھا ۔ جو نبی کریم سے گزرنا تھا ۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے اسکو قرآن شریف میں بیان فرمایا ۔ اور ہوا بھی ۔ اسی طرح جیسا کہ ظاہر ہے ۔ کہ مکہ کے لوگون نے جو آنحضرت کی برادری تھے ان پر سخت سخت ظلم کئے ۔ اور جس وقت وہانسے ہجرت کی تو حضرت یوسف ع کیطرح ان لوگون کی وجہ سے جو نبی کریم کے درپے آزار تھے ۔ آنحضرت کو غار میں رہنا پڑا جس طرح یوسف کو چاہ میں ۔ پھر دیکھو خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو کس طرح مدد دیتا ہے ۔ وہ رات کو بھاگنے والا شخص یوسف کیطرح اپنے بھائیون پر زبردست ہوا ۔ اور آخرکار اسنے یوسف کی طرح ان کو بخشدیا ۔ اور فرمایا ۔ لاتثریب علیکم الیوم ۔ اسی وجہ سے توکل کفار مکہ مسلمان ہو گئے ۔ کیونکہ انہون نے دیکھا کہ اس شخص نے اس وقت جب کہ یہ بالکل ہی کمزور اور اکیلا تھا ۔ یہ پیشگوئی کی تھی کہ میں یوسف کی طرح تمپر غالب ہو جاؤنگا ۔ اور اسی طرح تمسے سلوک کرونگا ورنہ ان لوگون کی جانین تو محفوظ تھیں ۔ اب ایک تیسرے قصہ کو بھی میں بطور نمونہ کے یہان پیش کرتا ہون ۔ اور وہ اصحاب کہف کا قصہ ہے ۔ اُسپر دونون اعتراض آتے ہیں ۔ ایک تو یہ ۔ کہ کسی عیسائی کی کتاب میں مندرج ہے ۔ اور دوسرے یہ کہ قصہ ہے مگر یہ اعتراض بھی کم فہمی کی وجہ سے ہے ۔ کیونکہ وہان اگر ہے ۔ تو ایک قصہ ہے اور قرآن شریف میں اس کی نسبت بہت بڑی پیشگوئی ہے ۔ اور یہ کہ اصحاب کہف یعنی کیپ کے رہنے والے کیپ ایک جگہ ہے ۔ جہان سب سے پہلے گرجا بنا ہے اور یہ جگہ انگلستان کی کارنوالس کونٹی میں ہے ۔ وہان گئے ہیں اور وہ مدت تک آرام کرنیکے بعد کہینگے ۔ کہ آؤ کچھ کام کریں ۔ اور پھر تجارت کی کمپنیان بنائینگے ۔ اور ان کی نشانی یہ ہے ۔ کہ ان کی تجارت کی چیزونپر کچھ نہ کچھ لکھا ہوا ہوگا ۔ جیسا کہ آجکل انگریزونکی چیزونپر ہوتا ہے ۔ جو پہلے نہیں ہوا کرتا تھا ۔ پھر یہ کہ ان کی ساتھ کتا ہوگا ۔ اور یہ بھی بات صاف ہے ۔ اسکے بعد ہے کہ ان کی کوٹھیان اُونچے پہاڑونپر ہونگی اور جو کوئی انمیں جائیگا اسپر ایک ہیبت چھا جائیگی اور یہی حالت اس وقت ان

لوگون کی ہے - اور اسباب کی تاریخ گواہی دیتی ہے - کہ انگلستان مین پہلا گرجہ کیپ میں ہی بنا تھا - اور یہ بات کہ اسباب کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ ایسا ہوگا یہ ہے کہ یہ لوگ دجال ہونگے (ان میں سے وہ گروہ جو پادری ہے) ان سے اور ان کے عقیدہ سے پرہیز کرنا چاہئے - جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے - کہ سورہ کہف پڑھا کرو - تاکہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہو - اب ان دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے - کہ قرآن شریف قصہ نہیں بیان کرتا - بلکہ ان کی تہ میں پیشگوئیاں ہیں - اور خود ہی قصے جنپر مخالف اعتراض کرتے ہیں قرآن شریف کی سچائی کے ایک زبردست موید ہیں - اور یہ کہ قرآن شریف نے جو دوسری کتابوں کی باتین بیان کی ہیں - وہ اسلیئے ہیں - کہ وہ خدا کی کتاب ہے اور چونکہ آخری اور مکمل کتاب ہے - اسمیں علاوہ نئے مسائل کے پہلی باتین بھی ہونی چاہیے تھین اب اگر کوئی چشم بصیرت رکھتا ہے - تو وہ سوچے کہ آیا قرآن شریف پر اور اسکے بانی پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے - کہ انہون نے چوری کی - بلکہ ہر انسان ذرہ سے غور کرنے پر بھی سمجھ لیگا - کہ قرآن شریف کے ہر ایک لفظ میں معرفت اور ہدایت بھری ہوئی ہے - اور وہ قصہ جو یہ بیان کرتا ہے - معمولی قصہ نہیں بلکہ ہر ایک اپنے اندر ایک بڑی پیشگوئی شامل رکھتا ہے ایک سوال تو آپ کا ختم ہوا - دوسرا یہ ہے - کہ نبیون کے آنیکی ضرورت کیا تھی - سو بات یہ ہے - کہ مدت تک جو دنیا میں ترقی ہوتی چلی گئی ہے - اسکی وجہ سے احکام بھی تبدیل ہوتے گئے - چونکہ پہلے زمانون میں جہالت بہت تھی اسی لئے انہیں کے مطابق احکام بھی صادر ہوتے تھے - اور جب زمانہ ایک گونہ ترقی کر جاتا تھا - اور پچھلی کتاب میں لوگ تحریف و تبدیل کر دیتے تھے - اسوقت خدا تعالی ایک اور نبی کو مقرر کر دیتا تھا - اور چونکہ ہر قوم کے حالات الگ الگ ہوتے ہیں - اور اس وقت تو بہت ہی الگ الگ ہوتے تھے - کیونکہ میل ملاپ آپس میں اس قدر ہو نہیں سکتا تھا - اس لئے ہر قوم میں الگ پیغمبر آتے تھے - کوئی ہنود میں - کوئی شامیون میں - کوئی عربون میں - کوئی فارسیون میں وغیرہ وغیرہ - پس ان کی تعلیم مختص زمان و مکان ہوتی تھی - مگر جب کہ خدا تعالی تمام قومون کو ملانے لگا تھا - اور اس کی ارادہ

میں تھا۔ کہ دنیا یکلخت ایک بہت بڑی ترقی کرے۔ اس نے اپنا ایک رسول بھیجا اور
کل علوم دینیہ اس کو بخشے۔ اور دین کو کامل کردیا۔ پس آپ دیکھ سکتے ہیں کیا اس دینی
ترقی کے بموجب دنیاوی ترقی نہیں ہوئی؟ نبی کریم کے بعد سے لیکر جو اس زمانہ
تک دنیاوی ترقی کے سامان مہیا کئے گئے ہیں۔ کیا پہلے پانچ چھ ہزار سال کی
تحقیقات اور کوشش اسکی برابری کرسکتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اور یہ اسلئے ہوا کہ
اب خدا تعالےٰ کا ارادہ تھا۔ کہ جیسا انسان کو دینی طور سے کامل کیا ہے۔ دنیاوی طور
سے بھی کامل کردوں۔ مگر یاد رہے۔ کہ اس سے الہام اور وحی کا دروازہ بند نہیں ہوسکتا
... ہے۔ نئے اصول اور قوانین نہیں بن سکتے۔ مگر الہام اور وحی کسی خاص بندہ کو
ہوسکتے ہیں۔ اور یہ اس لئے ہے۔ تاکہ ہر زمانہ کے لوگوں کے پاس ایک زندہ نمونہ موجود
رہے جسکی طرف دیکھکر وہ یقین کرسکیں۔ کہ بے شک وحی اور الہام بھی کوئی چیز ہوتا
ہے۔ اور دیکھا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی عورتوں کو بھی بکثرت رویا آتے رہے ہیں۔ اور
سچے ہوتے رہے ہیں۔ پس ان لوگوں کا یقین خدا کی ذاتکی نسبت زیادہ پکا ہوسکتا
ہے۔ یا ان لوگوں کا جو خیال کرتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا جب خدا کی زبان تھی۔ مگر اب وہ
نہیں ہے۔ میں تو حیران ہوں کہ یہ کیا عقیدہ ہے۔ کیا اگر خدا سنتا ہے۔ تو وہ بولتا نہیں
انسانوں میں تو ہم خیال کرسکتے ہیں۔ کہ ایک وقت ایک شخص کے زبان تھی۔ مگر
اب نہیں کسی حادثہ کی وجہ سے کٹ گئی یا طاعون وغیرہ کی بیماری سے بند ہوگئی۔ مگر کیا
ہندوؤں کے خدا کو بھی طاعون وغیرہ بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ یا نادانی سے چاقو اس
نے منہ میں ماردیا۔ کیا کھانا کھاتے وقت زبان دانتوں میں آگئی۔ کچھ سمجھ نہیں
آتی۔ کہ اس بیچارہ کو کیا واقعہ پیش آیا۔ ایک صورت اور بھی تھی۔ مگر وہ بھی
انسانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی ہندوؤں کی طرح کسی دیوی دیوتا کو زبان بھینٹ
چڑھادی۔ مگر ان سب صورتوں میں خدا کی زبان ایک محسوس چیز ہوجاتی ہے۔
اور اگر بھینٹ چڑھائی ہے۔ تو ضرور یہ پرمیشور بھی کسی اور خدا کی پرستش کرتا ہے
پس چاہیے۔ کہ اس خدا کی تحقیقات کیجائے شاید وہ بولتا ہو۔ غرض کہ یہ ایک

نہایت لچر اور فضول بات ہے۔ اگر وہ اس وقت بولتا تھا۔ تو اب بھی اسکو لازم ہے
کہ وہ بولے۔ کیونکہ اسکی کوئی صفت معطل نہیں ہوسکتی۔ اگر ہوسکتی ہے۔ تو معطل
کرنیوالا بھی چاہیئے ہاں اگر یہ مان لیا جاوے۔ کہ خدا کی صفت معطل ہوسکتی ہے۔
تو ایک ایسی طاقت کو بھی ماننا پڑیگا جو خدا کی صفات کو معطل کرسکے۔ مگر جب ایسا
نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ خدا بولتا ہے۔ مگر یہ لوگ یعنی اہل ہنود اسکے اس انعام سے
بے بہرہ ہیں۔ اور وہ کسی ایسے شخص سے بولتا ہے۔ جس سے وہ راضی ہے
پس اسکی تعلیم بھی اور ہر زمانہ و ہر مقام کے لئے ہے۔ اور ہر ایک ذی ہوش کو
چاہیئے۔ کہ اسکی پیروی کرے۔ ورنہ اسکا پالا ایک ایسے خدا سے پڑیگا۔ کہ
یا تو وہ یہودیوں کے ہاتھ مار کھا چکا ہوگا۔ یا گونگا اور بہرہ ایک گوشۂ تنہائی میں
بیٹھا ہوا ہوگا۔ ایک ہندو کہہ سکتا ہے۔ کہ جب اسنے اپنی تعلیم پوری کردی پھر اسکو
کیا ضرورت ہے۔ جو وہ بولے اب تو وہ اپنا کام پورا کر چکا۔ مگر اسکو میں ثابت کر
چکا ہوں۔ کہ وید میں اصلاح کی ضرورت پڑی ہے۔ اور یہ کہ وہ کئی کتابوں کے بعد
دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ پس یہ اسکا عذر بجا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ
وہ کتنوں ہی سے بول چکا ہے۔ اور تعلیم بھی ابھی پوری نہیں ہوئی۔ اور اگر بفرض
محال یہ مان بھی لیا جاوے۔ کہ اسکی تعلیم پوری ہوگئی۔ تو پھر بھی یہ ضروری نہیں
کہ وہ کسی سے بولے ہی نہیں۔ اور اپنی ایک صفت کو معطل کردے۔ کیونکہ شریعت
ہی پوری ہوچکی ہے۔ یا کچھ اور بھی! یہ ہوسکتا ہے۔ کہ وہ اپنے کسی بندے سے
خوش ہوکر اس سے کلام کرے۔ تاکہ اسکو اسکی ذات کا اور بھی یقین ہوجائے
کیونکہ یقین تین قسم کا ہوتا ہے۔ علم الیقین۔ عین الیقین اور حق الیقین۔ علم الیقین
وہ جیسا کہ ایک شخص دور سے دہواں نکلتا ہوا دیکھے اور یقین کرے کہ آگ جل رہی
ہے۔ اور دوسرا وہ کہ ایک شخص اس کو دیکھ لے اور یقین کرے کہ آگ جل رہی
ہے۔ اور تیسرا وہ جو اسمیں ہاتھ ڈالکر دیکھے۔ پس ان میں سے کسکو زیادہ پختہ
یقین ہوگا۔ اس شخص کا جسکو اس میں ہاتھ ڈالنے کا اتفاق ہوا ہے یا ان دوسرے

شخص کا جو کہ دور سے دھوآں نکلتا ہوا دیکھتا ہے ...... یقیناً اس شخص کا
جس پر بیتی ہے۔ پس اسی طرح وید کے خدا کا یقین تو علم الیقین سے بھی کم ہے۔
کیونکہ ان شخصوں کا بھی نام معلوم نہیں جنپر یہ نازل ہوا۔ وہ رشی تو معلوم نہیں کون
تھے۔ آجکل کے بیچارے نادان ہندو خواہ مخواہ ویدوں کو اٹھائے پھرتے
ہیں۔ حالانکہ وہ یہ بھی نہیں جانتے۔ کہ الہام ہونا کیا چیز ہے۔ اور یہ کیوں صرف
نادانی سے۔ ان کے خدا کو چاہئے تھا۔ کہ اب جبکہ اتنی مدت گزر گئی ہے۔ کسی
کو الہام سے مستفید کر دیتا۔ اور خصوصًا اسلئے جبکہ تناسخ کا لایعنی چکر لگا رکھا ہے
کیونکہ ایک بیچارہ نے پہلی جون میں بہت عمدہ افعال کئے ہیں۔ تو جب وہ ایک دوسری
جون میں آتا ہے۔ اسوقت ہی اطلاع کر دیا کرے۔ کہ فلان فلان کام نہ کیجیو صرف
فلان گناہ کی وجہ سے تو اس جون میں آیا۔ ورنہ پرکاش کی سیر کرتا ہوتا۔ اور
وہ بیچارہ ایک سخت چکر سے بچ جائے۔ مگر نہیں ہندوؤں کے خدا کو تو صرف دل آزاری
کے سوا اور کوئی کام نہیں۔ اسکا کام تو یہ ہے۔ کہ ایک دنیا چکر میں رہے۔ اور
وہ خالی نہ بیٹھنے پائے۔ خواہ ظلم ہو۔ یا انصاف اسکو اتنی سمجھ نہیں آتی۔ کہ جب روحیں
سے اسنے کنارہ کشی کرلی تو کیا تھا۔ کہ ان جونین بھگتانے کے کام سے بھی فارغ
ہو بیٹھتا۔ مگر کوئی ایسا خدا ہو تو بات ہے۔ وہ ہے ہی نہیں۔ تو ایسا کرے
کون۔ خدا صرف ایک ہے۔ اور وہ صرف اسلام کا خدا ہے۔ اور اسنے اپنے ثبوت
کے لئے الہام کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا رکھا ہے۔ تاکہ ہر وقت اور ہر ملک
میں اُسکا نام روشن رہے۔ اور اسکے بندے گمراہ ہونے بچیں۔ جب آپ میرے
دلائل دیکھینگے اور انصاف پسندی سے غور کرینگے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام کا
خدا ہی ایک سچا خدا۔ اور خدائی کے لائق ہے۔ ورنہ اور کُل مذاہب کے خدا کسی نہ کسی
صفت سے محروم ہیں۔ مگر اسلام کا خدا کل نیک صفات سے متصف ہے۔ اور یہ
قرآن شریف ایک پاک اور الٰہی کتاب ہے۔ اور نبی کریم خدا کے فرستادہ اور خاتم النبیین
ہیں۔ اب ایک آپ کا سوال یہ ہے۔ کہ اسلام زبردستی پھیلایا گیا ہے۔ کچھ تو تلوار

کے زور سے اور کچھ حور و قصور کے دلچسپ مرقع سے - مگر یہ خیال بالکل غلط ہے
تلوار سے اسلئے نہیں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے - کہ لا اکراہ فی الدین - پس جس
دین کے اصول یہ ہوں - کہ قطعاً جبر و اکراہ سے دین مت پھیلاؤ - وہ اس اعتراض
کا مستحق نہیں ہو سکتا - اور جبکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے - کہ اس کافر قوم کے کسی آدمی
کے قتل کرنے پر جو تم سے صلح رکھتی ہے - یا تم کو آزار نہیں دیتی تمہارے لئے سخت
سزا ہے - پس اس صورت میں کب ممکن ہو سکتا ہے - کہ اسلام تلوار کے
زور سے پھیلا ہو - پھر جہاد کا مسئلہ ہی ظاہر کر سکتا ہے - کہ اسلام نے اسبارہ
میں کسقدر احتیاط رکھی ہے - حکم ہے کہ جہاد اس قوم سے چاہئے جو تم پر ظلم کرتی
ہو اور جو تمہارے مذہب میں دخل دیتی ہو - اور چاہتی ہو کہ تم کو زبردستی تمہارے
مذہب سے برگشتہ کرے - ان صورتوں میں ممکن ہی نہیں - کہ اسلام تلوار
کے زور سے پھیلا ہو - بلکہ ممکن ہے - اور قرین قیاس ہے - کہ ہندو مذہب سختی
سے پھیلایا گیا ہے - کیونکہ اسمیں شودروں کے لئے وہ سختی روا رکھی گئی ہے
کہ الامان الامان حالانکہ اسلام غلاموں کے لئے بھی وہ قواعد مقرر کرتا ہے - جو
قریباً آقا کیلئے ہیں - اسکا حکم ہے - کہ وہ کھانا غلاموں کو دو - جو خود کھاتے ہو جو
کپڑا پہنتے ہو - وہ انکو پہناؤ - اور سختی سے کلام تک نہ کرو - اور اسکے برخلاف
ہندو مذہب رعایا تک سے ایسا سلوک جائز سمجھتا ہے - پس یہ جبراً پھیلا
ہے - یا وہ - خود سوچکر دیکھو - جو کچھ انصاف آپ کو سکھاتا ہے - اسکے مطابق
فیصلہ کرو - اور دوسرے یہ بات حور و قصور والی یہ جو آپ نے پیش کی ہے - اسکا
جواب یہ ہے - کہ اسلام نے انسان کی پیدائش کا اصل سبب یہ نہیں بتایا بلکہ
یہ ان انعاموں میں سے ایک انعام ہے - جو خدا تعالیٰ اپنے ان بندوں پر کریگا
جو اسکے احکام پر چلتے ہیں - پس کیا یہ بڑی بات ہے - کہ وہاں انکے نکاح بھی
ہونگے - کیا اس دنیا میں بیاہ کا مسئلہ کسی مذہب کی کمزوری کی دلیل ہو سکتی
ہے - جب نہیں تو اس اگلی دنیا میں اگر بیاہ کئے جائیں - تو اس میں کون حرج

متصور ہوتا ہے؟ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ جب یہ دنیا بھی اسی خدا کی بنائی ہوئی ہے اور وہ بھی تو کیون اس میں شادی ایک عمدہ اور قابل تقلید کام ہو۔ اور اس میں ایک لچر اور لغو۔ اور اگر کسی مذہب میں اس دنیا کی زندگی کا یہی مآل ہو تو بے شک اس صورت میں کہہ سکتے ہیں کہ اس کا الہیات سے کیا تعلق ہے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے انوار و برکات سے مستفیض ہونا اور اسکی خوشی سے خوشی حاصل کرنا اسلام نے اس زندگی کا مآل رکھا ہے۔ تو کیون بیفائدہ ... حور و قصور کا ذکر چھیڑا جائے۔ یہ تو ان انعامون میں سے ہے۔ جو خدا تعالیٰ اپنے بندونپر خوش ہو کر کریگا۔ ہندوؤن عیسائیون اور بدھ مذہب والون نے بھی کچھ انعامات مقرر کئے ہیں۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ انہون نے بھی لالچ دیا۔ مگر نہیں اسکو لالچ نہیں کہہ سکتے۔ جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہون اور میں حضرت میرزا صاحب کے الفاظ میں وہ سچی خوشحالی بتاتا ہون۔ درحقیقت جس کے لئے اسلام ہمکو رہنمائی کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ درحقیقت سچے مذہب کی یہی نشانی ہے۔ کہ وہ اس خوشحالی تک پہنچا وے۔ سو ہم قرآن شریف کی ہدایت سے اس دقیق در دقیق نکتہ تک پہنچے ہیں۔ کہ وہ ابدی خوشحالی خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت اور پھر اس یگانہ و پاک اور کامل اور ذاتی محبت اور کامل ایمان میں ہے جو دل میں عاشقانہ بیقراری کرتی ہے" یہی مطلب ہے جسکے حاصل کرنیکے لئے ایک مسلمان کو دن رات کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ سچی خوشحالی درحقیقت خدا تعالیٰ کے عشق میں ہے۔ پس کیا خدا تعالیٰ کی محبت اور مہربانی کے جویان ہونا اور ہر طرح سے اسکو خوش کرنے کے اسباب ڈھونڈنا ایک بری بات ہے نہیں بالکل نہیں! اور پھر قرآن شریف ہمکو وہی راہ دکھاتا ہے۔ کہ جس سے انسان خدا تعالیٰ تک پہنچ جائے۔ اور ایسا قریب ہو جائے۔ گویا کہ اسکے ساتھ لگ گیا ہے! اور جو کام خدا کی مرضی کے مطابق ہو۔ وہ کرے خواہ وہ اسکے اپنی مرضی کے برخلاف ہی کیون نہ ہو اور اُس کام کو ترک کر دے۔ جس سے خدا نے

پیدا کنندۂ زمین و آسمان ناراض ہو۔ خواہ وہ اسکو بطور خود پسند ہی کیون نہ کرتا ہو۔
پہر قرآن شریف ہمکو اس درجہ تک لیجاتا ہے۔ جہانتکہ انسان کی اپنی تمام خواہشین
مٹ جاتی ہین۔ اور خدا کی مرضی اور انسان کی مرضی ایک ہی ہو جاتی ہے۔ اور انسان
کے دلمین خدا کے کامونسے خلاف پایا ہی نہیں جاتا۔ بلکہ جو کچھ کہ خدا کرتا ہے۔ اس
وقت انسان اسکو عین اپنی مرضی کے موافق ہی سمجھتا ہی۔ یہانتک کہ ایک درجہ آتا ہی کہ خدا تعالیٰ اپنی بندہ کو فرماتا ہی کہ انت
منی وانا منک اور انت منی بمنزلت توحیدی و تفریدی اور اسقسم کا ایک بندہ اسوقت بھی ہم مین موجود ہے جسکو
خدا تعالیٰ نے مندرجہ بالا ارشاد فرمایا ہے۔ پس کیا خوش قسمت ہے۔ وہ
انسان جس کے ساتھ خدا تعالیٰ جو ہر چیز کا پیدا کنندہ ہے۔ اور جو ہر بات پر قادر ہے
اسطرح کلام کرے۔ کیونکہ کسی ایسی شئے کی دوستی جو بڑی محبت کرنیوالی ہو۔
اور جو اس بات پر بھی قادر ہو۔ کہ اپنے دوست کو بدلا دے۔ اور ایسا اجر دے
جس سے وہ خوش ہو جاوے۔ زیادہ قابل قدر ہے۔ یا اسکی جو دوست ہو
مگر بدلا نہ دے سکے۔ پس دیکھو کہ قرآن شریف ہمکو اس ذات پاک سے ملاتا ہے
جو نہ صرف ایک محبت کرنیوالے کی قدر ہی کرتی ہے۔ بلکہ اسکو بدلا بھی دیتی
ہے۔ اور وہ ذات پاک اللہ جلشانہٗ کی ہے۔ اور وید اور دوسرے کتابیں ہم کو
ایک پہر اور لغو خدا کیطرف بلاتی ہین۔ جو ہمکو کوئی فائدہ نہین پہنچا سکتا۔ بلکہ ضرر
پہنچانے پر قادر ہے۔ پس وہ کیا خدا ہے۔ جو اسطرح ظلم کرے اور ظلم پر کمر باندھ
لے۔ اور کسی مظلوم کا ذرہ بہر بھی خیال نہ کرے۔ اور ایسا خدا ہمکو کیا نجات دے
سکتا ہے۔ جبکہ وہ خود خوش نہیں ہر وقت اسکو مکر اور دغا کی فکر رہتی ہے۔ تا
کہ ایسا نہ ہو۔ کہ کوئی شخص ابدی نجات پا جائے۔ اور ہمیشہ کے لئے میرے ہاتھون
سے نکل جائے۔ وہ اپنے جیسی قدیم اور ہمیشہ رہنے والی۔ ایک چیز دیکھتا ہے
جسکے مٹانے اور پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ ایسا خدا ہمکو کب خوش کر سکتا
ہے۔ اور ہمارے لئے کیا خوشی کے اسباب پیدا کر سکتا ہے۔ وہ نہ ہم کو
مٹا سکتا ہے۔ اور نہ مادہ کو پیدا کر سکتا ہے۔ پس اسکا ہمپر کیا زور ہے اور وہ ہمکو کیا دینا چاہتا ہے

ابدی نجات تو وہ ہم کو دے ہی نہیں سکتا۔ ہان اگر اسکے ماتحت آجائیں۔ تو تناسخ کے پھیر میں لانیکے لئے۔ ہر وقت تیار ہے۔ پس ہم اس سے کس طرح خوش ہون۔ اور وہ ہم سے کسطرح بیفکر رہ سکے۔ بات یہ ہے۔ کہ صرف قرآن شریف ہی ہمکو وہ علم و معرفت بخشتا ہے۔ جس سے ہم تسلی پا سکتے ہیں۔ وہ ہم کو ایک قادر خدا سے ملاتا ہے۔ جو ہمارے کاموںکا بدلا دے سکتا ہے۔ جو ہمارے نیک ہونے پر ہم سے خوش ہوتا ہے۔ اور ہم سے پیار کرتا ہے۔ اور ہم کو وہ پاک عشق عطا کرتا ہے۔ جس سے ہم نور ہی نور ہو جاتے ہیں۔ اب ایک آپکا سوال سزا و جزا کے متعلق ہے۔ میں نہیں سمجھتا۔ کہ آپ کو اس میں کیا مشکل پیش آتی ہے جزا وہ نیک بدلا ہے۔ جو خدا تعالیٰ اپنے بندونکو انکے کسی نیک کام کی وجہ سے دیتا ہے۔ اور سزا وہ تنبیہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ اپنے بندونمیں سے ان کو جو شرارت کرتے اور شریعت کی حد سے گذر جاتے ہیں۔ کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے بعض صفات اسی جزا و سزا کے متعلق ہیں۔ مثلاً۔ رحمٰن۔ رحیم اور یہ کہ وہ شدید العقاب ہے پس رحمٰن تو وہ صفت ہے۔ جسکی وجہ سے خدا تعالےٰ اپنے بندونکو بلا۔ ان کے کسی کام کے کچھ نعمتیں عطا کرتا ہے۔ مثلاً عناصر اربعہ۔ اور بعض انسانی قوتین عقل فہم فراست اور اور دیگر کھانے۔ پینے۔ پہننے کی چیزین وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ وہ نعمتیں ہیں۔ جو کہ ہر ایک انسان کو ملتی ہے۔ اور اب اسکے بعد اگر وہ نیک کام کرے۔ تو اسکو نیک جزا ملتی ہے۔ اور اگر برے کام کرے۔ تو اسکو اسکی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ مگر اب دو قسم کا انعام اور دو قسم کی سزا ہوتی ہے۔ ایک وہ کام ہوتے ہیں جنکا انعام یہان بھی ملتا ہے۔ اور وہان بھی۔ اور ایک وہ جنکا انعام اگلے جہان میں ہی ملتا ہے۔ اور یہ ضروری بات ہے۔ قرآن شریف سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ نیک کام کرین۔ اور خدا کو خوش رکھین اور اسکی محبت کے جویان ہون۔ اگرچہ کچھ ابتلا میں وہ ڈالے جاتے ہیں مگر دنیا پر ان کا استقلال اور ہمت اور حق جوئی ثابت کرینگے بعد خدا تعالےٰ انپر مہربان ہوتا ہے۔

کہ خواہ ایک جہان ان کے مقابل ہو - پھر بھی انکو فاتح اور دشمنون کو ذلیل وخوار
کرتا ہے - مگر وہ شخص جو برے ... کامونمیں پھنس جاتے ہیں - اور ایک وقت
تک جو انکو بطور ڈھیل یا مہلت کے ملتا ہے - ہر طرح کی بدیون میں مبتلا رہتے ہین -
ایسے شخص کی خدا تعالی ایک بال برابر بھی پرواہ نہیں کرتا - اور ان باتونسے یہ نہ سمجھنا
چاہیے - کہ خدا تعالی انسان کو بدی کی تحریک کرتا ہے - نعوذ باللہ ایسا ہرگز نہیں
بلکہ خدا تعالے بار بار انسان کو اسباب کا موقعہ دیتا ہے - کہ وہ سمجھ جائے
اور شرارتونسے باز آئے - اور جسوقت انسان اس دنیا میں آتا ہے اسوقت سے
اسکو کچھ قوتین دی جاتی ہیں - کہ جنکے استعمال کرنیکی طاقت اسکو بخشی جاتی
اور یہ اسکی اپنی کوشش پر منحصر ہے - کہ نیکی حاصل کرے - یا بدی - بے شک نیکی
کرنا خدا کے فضل پر منحصر ہے - جو اسکی طرف ایک قدم آتا ہے - خدا اسکی
طرف دو قدم بڑھتا ہے پس بدی کرنا اور نیکی سے محروم رہنا - اس میں انسان کا
سراسر اپنا قصور ہے - نہ کہ خدا کا ظلم خدا ظالم نہیں ہے - بلکہ مہربان ہے - اور خدا تعالے
نے یہانتک آسانی رکھی ہے - کہ ہمیشہ اپنے پاک بندے لوگونکی طرف ہدایت کے
لئے مبعوث کرتا رہتا ہے - تاکہ لوگ ہدایت پائیں - مگر بہت سے ہدایت پاتے
ہیں - اور بہت سے پھر جاتے ہیں - اور شرارتونمیں اور بھی بڑھ جاتے ہیں جیسا
کہ آجکل جبکہ خدا کیطرف سے ایک بہت ہی بڑا مصلح لوگونکی ہدایت کے لئے مامور
ہو کر آیا ہے - اور کچھ لوگ تو اسکو اپنی آنکھون کا نور اور دلکا سرور سمجھکر خوش
آمدید کہتے ہیں اور بعض شریر اپنی شرارتون میں حد سے بڑھ گئے ہیں - مگر خدا تعالے
ایسے لوگونکو چن چن کر تباہ کر رہا ہے - جیسا کہ اسکی سنت ہے - اور طاعون اور
زلزلہ اور دیگر طرح طرح کے عذاب ان مخالفین پر جو اسکے مقابل میں آتے ہیں - ان پر
نازل ہو رہے ہیں - پس اسلام کے خدا پر یہ الزام نہیں لگ سکتا - کہ وہ ظالم ہے
یا ترس ... ہے - بلکہ وہ بڑا ہی مہربان ہے - اور رحیم خدا ہے - جو کچھ تکلیف
یا رنج انسان برداشت کرتا ہے - وہ سب اسکے اپنے اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے

بلکہ خدا تعالیٰ نے یہانتک نرمی رکھی ہے ۔ کہ جب ۔ ۔ ۔ ایک مدت تک عذاب دوزخ بھگت کر انسان بہت تکلیف برداشت کر چکیگا ۔ تو اسکو پھر وہاں سے نکالکر جنت کی کھلی ہواؤنمیں چھوڑ دیا جائیگا ۔ جہانکہ اسپر پھر خدا تعالیٰ کے احسان شروع ہو جاتے ہیں ۔ اور چونکہ انسان ایک کمزور مخلوق ہے ۔ خدا تعالےٰ کی صفت رحمانیت اسکے غضب پر غالب آجاتی ہے ۔ اور وہ اسکو ہمیشہ کیلئے بخشدیتا ہے

اب ایک آخری اعتراض انسانی تمدن پر رہگیا ہے ۔ میں افسوس کرتا ہون کہ آپنے یہ اعتراض کس نیت سے کیا ہے ۔ جب مخالف سے مخالف انسان اسلام پر اعتراض کرنے بیٹھتا ہے ۔ تو وہ یہ اعتراض کبھی نہیں کرتا ۔ بلکہ خواہ اسلام پر اور کتنے ہی اعتراض کیون نہ کرین ۔ یہ بات مخالف لوگ بھی مانتے ہیں کہ بے شک اسلام پر تمدنی لحاظ سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ۔ بلکہ ابھی کچھ دن ہوئے اسلام کے سخت مخالف مرتد دہرم پال نے اپنے رسالہ میں اسبات کا اقرار کیا ہے ۔ کہ خواہ آریہ سماج دشمن پر حملہ کرنے میں کیسی ہی زبردست ہو ۔ مگر اسکی سوشل طاقت میں بہت کچھ نقص پایا جاتا ہے ۔ اور برخلاف اسکے مسلمانون میں یہ بات نہیں ہے ۔ اور وہ اس خطرہ کو ظاہر کرکے آریہ سماج کو جگاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ کہ جاگو اور ہمت کرو ۔ تاکہ ایسا نہو ۔ کہ تم تباہ ہو جاؤ ۔ گو دہرم پال کا یہ لکھنا بہت سی خود غرضیون پر مبنی ہے ۔ لیکن پھر بھی وہ اسلام کا ایک دشمن ہے ۔ اور دشمن بھی سخت پھر ایسے شخص کے منہ سے نکلی ہوئی بات کیون قابل قدر نہ ہو ۔ درحقیقت اسلام نے انسانی زندگی کے لئے وہ قواعد مقرر کئے ہیں ۔ کہ مخالف سے مخالف بھی عش عش کر اٹھا ہے ۔ اسلام نے نہ صرف ان باتوں سے ہی اپنے پیروئنکو منع کیا ہے ۔ جو کہ سچائی اور بے شرمی پیدا کرنیوالی ہیں ۔ بلکہ آپس کے تعلقات کی نسبت بھی قواعد مقرر کئے ہین جن سے بنی نوع انسان مین محبت و اخلاص ترقی کرے ۔ اور سب ملکر بھائیون کی طرح زندگی بسر کرین ۔ سب سے زیادہ تعلق ایک انسان کا اپنے اہل

عمر میں اپنے ماں باپ سے ہوتا ہے۔ اسکے لئے اسلام نے جس خوبی اور وضاحت سے بچونکو اور ماں باپ کو احکام دئے ہیں۔ ہر ایک ذی ہوش انسان اسکو سمجھکر مسرور ہو سکتا ہے۔ ادہر تو بچونکو تاکید کی ہے۔ کہ ہر طرح اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری کرو۔ اور جسطرح ممکن ہو انکو خوش رکھنے کی کوشش کرو۔ یہانتک کہ جس بات میں ماں باپ ناراض ہوں۔ خواہ اس کی کسقدر ہی خواہش کیوں نہ ہو۔ اسکو ترک کرو۔ اور جب اسکے ماں باپ ناراض ہوں اس بچے سے خدا بھی ناراض ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ماں باپ کو حکم دیا ہے۔ کہ اپنے بچوں کی عزت کرو۔ اور ان کی پرورش دل لگا کر کرو انکو علم سے محروم نہ رکھو۔ ان کے کھانے پینے اور پہننے کا سامان کرو۔ نیک کاموں کی ترغیب دو۔ اور برے کاموں سے روکو۔ بری صحبتوں میں بیٹھنے نہ دو۔ اور ان کے سامنے کوئی ایسی بات منہ سے مت نکالو جس سے ان کے اخلاق پر اور طبیعت پر کوئی برا اثر پڑے۔ اور پھر یہ کہ ان کی شادی کرو۔ اور اس کے بعد انکو الگ مکان دو۔ کیونکہ ایک جگہ رہنے سے فساد کا اندیشہ ہے۔ جب وہ بالغ ہوں ان کو نماز روزہ کے احکام پر عمل کرنے کی تاکید کرو۔ اور جب انسان بڑا ہوتا ہے۔ اور خود اپنا برا بھلا پہچاننے لگتا ہے۔ اسوقت اسکو ارشاد ہے۔ کہ بدنظری مت کرو۔ شراب سے پرہیز کرو۔ چوری چکاری کے پاس تک نہ جاؤ۔ جھوٹ مت بولو۔ جس سے وعدہ کرو۔ اسکو پورا کرو۔ تکبر مت کرو۔ بخل مت کرو۔ آپس میں لڑو جھگڑو نہیں۔ فساد مت کرو۔ اس کے بجائے خدا کے آگے عجز و نیاز کرو۔ چھوٹوں سے محبت اور بڑونکا ادب کرو۔ چونکہ خدا نے تم کو طاقت دی ہے۔ کمزورونکی خدمت کرو۔ اور دین کے پھیلانیکی سعی کرو۔ بنی نوع سے ہمدردی کرو۔ اور علم سیکھو۔ خواہ وہ کہیں حاصل ہو۔ اور اس کے بعد انسان پر وہ زمانہ آتا ہے۔ جب اسکی شادی ہوتی ہے۔ اور چونکہ جوانی کا جوش اس کے دل میں موجزن ہوتا ہے۔ اسلئے اسکے لئے ایسے احکام مقرر کئے ہیں۔ جن سے وہ سب برائیوں سے بچ جائے۔ اور میاں بیوی کے دلمیں محبت جڑ پکڑ جائے۔ اور اسوقت انکو حکم کیا جاتا ہے۔ کہ تم آپس میں محبت اور پیار سے رہو۔ اور ایک دوسرے کو

بددو۔ ایک دوسرے کے ہمدم وغمگسار بنو۔ دوئی کا خیال تک نہ آئے۔
مرد کو چاہئے۔ کہ عورت کے کل خرچ کا ذمہ وار ہو۔ اسکو کپڑے کا کھانے کا اور
اُسکے پہننے کا سب بندوبست کرے۔ اور دیگر کل ضروری چیزیں اسکے لئے مہیا کرے
بیمار ہو۔ تو تیمار داری کرے۔ اور اسکے بغیر کسی کیطرف نظر اُٹھاکر نہ دیکھے اسکے
سامنے اُونچی آواز سے نہ بولے غصہ نہ ہو۔ مارے نہیں۔ اگر کوئی خطا سرزد
ہو۔ تو درگزر کرے۔ ہاں اگر بیحیائی کا کام کرے۔ اس کے لئے بھی قانون مقرر
کئے ہیں۔ پھر بیوی کو حکم ہے۔ کہ خداتعالےٰ کے اور اُسکے رسول کے بعد خاوند
کی اطاعت کرے۔ ہر وقت اُسکی خوش رکھنے کا خیال رکھے۔ اور اُسکے حکم کی تعمیل
کرے۔ دوسرے مردونکو نہ دیکھے۔ اپنے خاوند سے محبت کرے۔ اور اُسکیلئے
سنگھار کرے۔ اپنے اولاد کی تربیت اچھی طرح کرے۔ تمام خانگی اُمور اسطرح سر
انجام دے۔ کہ خاوند کو کوئی تکلیف نہ اُٹھانی پڑے۔ یہ وہ احکام ہیں جو میاں بیوی
کے لئے ہوئے۔ پھر انسان بوڑھا ہوتا ہے۔ عمر میں پختگی اور طبیعت میں کمزوری
پیدا ہو جاتی ہے۔ ذرہ ذرہ سی بات پر بُرا مناتا ہے۔ اُسوقت کے لئے موزون
قواعد بنائے ہیں۔ اُسوقت چونکہ فارغ ہوتا ہے۔ اسکے لئے ہے۔ کہ کوئی شخص
چغلی نہ کھائے۔ ایک دوسرے کو حقیر نہ سمجھے۔ بلکہ جو لوگ غلط راہ چل رہے ہیں
اُنکو ہدایت کرے۔ اور دوسرونکو بُرا نہ کہے۔ تمام بنی نوع ایک ہی ہیں۔ اسلئے چاہئے
کہ کوئی کسی کو ذلیل نہ سمجھے۔ پھر انسان کو حکم کیا ہے۔ سود نہ دے اور نہ لے
کیونکہ اس سے بنی نوع انسان کو نقصان پہنچتا ہے۔ دہوکہ نہ دے۔ کیونکہ شرافت
سے گرا ہوا کام ہے۔ ایسی بات مت کہو۔ کہ جو سننے والیکو بُری معلوم ہو۔ فساد
مت ڈالو۔ کیونکہ فساد قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ تہمت مت لگاؤ۔ کیونکہ یہ
خدا کو اور بندونکو دونونکو ناپسند ہے۔ زکوٰۃ دو۔ اور صدقہ اور خیرات کرو۔ تاکہ غربا
کو فائدہ ہو۔ اور تمہارے لئے بہتری کا موجب ہو۔ تجارت کے لئے قوانین مقرر ہیں
کہ جو حساب کرو۔ اسکو لکھہ رکھو۔ اور دو گواہ بنالو۔ میزان میں کمی مت کرو۔

تجارت میں دہوکا مت دو۔ تا بیچارے نادان لوگونکو نقصان نہو۔ غرض کہ جو پہلو ہے۔
اسلام نے اسپر روشنی ڈالی ہے۔ اور ہر طرح انسان کے لئے مکمل قواعد بنائے ہیں
جس سے انسان کو اسکی اس چند روزہ زندگی میں کوئی تکلیف برداشت نکرنی پڑے اور
وہ اس زندگی کو اسطرح گزرے جس سے خدا خوش اور بندے راضی ہوں۔ تو کیا ایسے قوانین جن
سے خدا خوش ہو۔ اور بندے بھی راضی ہوں۔ آپ کے نزدیک قابل قدر نہیں ہیں۔ اور
اگر نہیں تو ہونے چاہئے۔ اب میں وید کی تعلیم پر اپکی توجہ کو کچھ دیر کے لئے پھرانا چاہتا
ہوں چونکہ وقت کم ہے۔ اور گنجایش بھی اتنی نہیں۔ کہ اس مضمون پر وسیع نظر ڈالی جائے
صرف چند اعتراض میں کافی سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہیں کہ وید سے ثابت ہوتا ہے یا کم سے
کم آریہ لوگ مانتے ہیں۔ کہ خدا نے مادہ کو پیدا نہیں کیا۔ بلکہ وہ دونوں یعنی خدا اور مادہ
قدیم سے چلے آتے ہیں اب یہ کیا ہی لغو بات ہے؟ جب خدا نے مادہ کو پیدا نہیں کیا تو اس
کا کیا حق ہے۔ کہ اسپر حکومت کرے۔ آخر کوئی وجہ بھی۔ کیا پیدا کرنیوالے سے مول
لے لیا۔ یا کیا کیا۔ اور وہ اسکی ماہیت سے کسطرح واقف ہو سکتا ہے جب نہ تو
اسکو پیدا کر سکتا ہے۔ اور نہ مٹا سکتا ہے۔

پھر نیوگ کا مسئلہ جو وید میں واقعہ ہوا ہے۔ انسانی فطرت کے ایسا
برخلاف واقع ہوا ہے۔ کہ جسکی حد نہیں۔ کیا ایک شریف آدمی کی عزت قبول کر
سکتی ہے کہ ایک غیر مرد کو اپنی بیوی کی صحبت کے لئے لاوے۔ اور ساتھ ہی اسکی
خوب خاطر تواضع بھی کرے۔ تاکہ خوب قوی ہو کر۔ اس سے اولاد پیدا کرے۔

پھر مردہ جلانیکے لئے جو قواعد ہیں۔ وہ کیسے بے تکے ہیں۔ اور ایسے لغو کہ جسکی
کوئی حد نہیں اسقدر روغن زرد ہو۔ اور اتنی کستوری اور اتنی صندل کی لکڑی۔ کیا غریب
انسان اسطرح مردہ جلا سکتے ہیں۔ یا جو غریب ہوتے ہیں وہ ہندو نہیں ہوتے

پھر سناتن دہرم والونکا مسئلہ کہ کوئی شخص انمیں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔
کسقدر بیہودہ ہے۔ اور ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ خود اپنے مذہب میں کمزوری دیکھتے ہیں
اور جانتے ہیں۔ کہ اگر لوگ اسکی تحقیق و تدقیق کی طرف مائل ہونگے۔ تو نہ صرف

وہ بھی اس مذہب سے بدظن ہونگے۔ بلکہ پہلے ہی نکلنا شروع ہو جائینگے۔ اور یہ عقیدہ ہی کیسا بودہ ہے۔ کیا خدا انکا کوئی رشتہ دار لگتا ہے۔ کہ سوائے انکے کوئی ہدایت کی راہ نہیں پا سکتا۔ خواہ کوئی انکے مذہب میں داخل ہونا چاہے بھی۔

پھر تناسخ کا مسئلہ کیا عجیب ہے۔ کہ ایک آدمی کبھی کتا بن جاتا ہے اور کبھی سوئر اور کبھی اُلو کبھی گدہا۔ اور اس بیچارہ کو بتایا تک نہیں جاتا۔ کہ اسنے کیا گناہ کیا ہے۔ تاکہ وہ اس سے آئندہ کے لئے بچے اور پھر یہ کیسی لغو بات ہے۔ کہ خدا سب گناہونکی جو مین بھگتوا کر ایک گنہ پھر بھی رکھ چھوڑتا ہے۔ تاکہ پھر اسکو اسی چکر میں دوبارہ لاوے۔

میں نے یہ سوالات اسلئے نہیں لکھے۔ کہ آپ انکا جواب لکھیں۔ بلکہ صرف اسلئے۔ تاکہ خدا سے اپنے گناہونکی معافی مانگیں۔ اور توبہ استغفار کریں۔ کیونکہ وہ خدا بڑا رحیم و کریم خدا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت کریگا۔ اب میں مضمونکو ختم کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ آپ اسکو تین دفعہ پڑہینگے اور امید ہے۔ کہ میری اس درخواست کو قبول کرینگے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا آپ کو توفیق دے۔ اور ابتلا سے بچائے۔ مہربانی سے اسکو تین دفعہ پڑہکر اسکے جواب باصواب مجھکو اطلاع دیں۔

راقم خاکسار محمود احمد

نظم۔

دلستاں سے دل لگانا چاہیئے ۔ غیر سے دل کو ہٹانا چاہیئے

یک نظر سوئے فلک کن یک نظر سوئے زمین
باز در آئینۂ انصاف روئے یار بین۔

آسمان چندین نشان از بہر تصدیقم نمود
ہم زمین الوقت گوید بفریاد واین

صد ہزاران فتنہ ہا ہر سو سرے برداشتہ
مے وزد ہر طرف باسمناک و سنگین

سیہ پاکان محمد آنکہ محبوب خداست
خود ہمی دانی چہ گوید در جنابش ہر لعین

نوٹ۔ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کی نظم ہے۔ جو پہلے کبھی شائع نہیں ہوئی ہے۔

یادداشت متفرق

جگر ماہی کے کباب جو بہشت میں کھائے جائینگے۔ اسمیں حکمت یہ ہے کہ مچھلی ایک ایسا جانور ہے۔ جو خطرناک پانی میں رہتا ہے۔ اور شدائد کی طرف اقدام کرنا جگر کیطرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اسلئے اسکا نام کبد ہے۔ کیونکہ سختیون کے مکابدۃ یعنی برداشت صحت جگر پر موقوف ہے۔ جسکا جگر صحیح نہ ہے۔ اسکو ادنی ادنی حرکت میں دم چڑھ جاتا ہے۔ پس وہ سختیون کو برداشت نہیں کر سکتے۔ پس کبد کا نام اسلئے کبد ہے۔ کہ سخت کام کرنا۔ اسکی صحت پر موقوف ہے۔ کیونکہ مکابدت سختی کشی کو کہتے ہیں۔ سو جگر مچھلی کے کھانے میں۔ سر یہ ہے۔ کہ وہ لوگ جو بہشت کے لایق ٹھہرینگے۔ وہ ایسے ہونگے جنہون نے دریا شریعت اور معرفت کی صعوبتونکو خوش دلی کے ساتھ طے کیا ہوگا۔ اور اپنے جگر سے نہایت قوی کام کئے ہونگے۔ سو چونکہ وہ مچھلی کی طرح شدائد کے دریا میں تیرتے رہے۔ اور جگر سے سخت کام کئے۔ اسلئے مچھلی کے کباب ان نواردون کے روزہ کشائی کے لئے موزون ہوئے *

نوٹ۔ حضرت اقدس علیہ الصلواۃ والسلام کی تحریر جو پہلے کبھی شایع نہیں ہوئی اس میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ بہشت میں مچھلی دیجائیگی اس میں کیا سر ہے۔

ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ تشحیذ الاذہان کا پہلا سال ختم ہوتا ہے

مجھے اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ کسی رسالہ یا اخبار کے مہتمم کو مصائب کے کیسے کیسے دشوار جنگلوں میں سے گزرنا پڑتا ہے خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اس رسالہ کی بالکل ابتدائی حالت ہوتی ہے۔ اگرچہ اکثر لوگ اس سے واقف ہیں۔ مگر میں اپنے بزرگوں سے یہ سوال ضرور کرونگا۔ کہ آیا انہوں نے ایسے وقت میں ہماری بات کو سنا۔ اور کبھی بھی غور کیا۔ کہ ہم کیا کہتے ہیں۔ انکے سوائے خاموشی کے اور جواب نہ پڑیگا۔ کیونکہ اب تک انہوں نے اس کی مدد کے لئے کوئی لمبی چوڑی کوشش نہیں کی۔

اس لئے میں آپ کو پہلے تشحیذ الاذہان سے انٹروڈیوس کرواتا ہوں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ میں آپ کو کیا کہنا چاہتا ہوں اور کس بارہ میں کہتا ہوں۔

دسمبر ۱۹۰۵ء کے آخر میں میرے مکرم و محترم جناب میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فرزند ارجمند حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریک پر ایک انجمن قائم ہوئی۔ جس کا نام حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انجمن تشحیذ الاذہان رکھا۔ یہ انجمن سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں کے لئے بنائی گئی۔ تاکہ نوجوان اپنی تحریر اور تقریر کو اس کے ذریعہ صاف کرسکیں۔ تقریبا دن کو تو

... ان کے ہاتھ سے یہ رسالہ نکالا گیا ہے

اس طرح کہ اس انجمن کے جلسون میں لیکچر دیا کرین - جو اپنی تحریر دنکو صاف کرنا چاہتے ہیں حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے اس رسالہ کا نام تشحیذ الاذہان رکھا ہی یہ رسالہ سنہ ۱۹۰۶ء میں ـــــ ماہی رسالہ رہا ہے - اور یہ اس رسالہ کا چوتھا نمبر ہے - جسکے لئے مین اس وقت یہ مضمون لکھ رہا ہون - مجھے اس رسالہ کی بار بار تعریف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے - جو صاحب دیکھنا چاہئیں - وہ اس رسالہ کا نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں جس میں کہ نہ صرف اس سلسلہ کے مؤید ہیں بلکہ مخالفین کی رائیں بھی درج کی گئی ہیں جنہون نے اس رسالہ کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے - سب سے زبردست رائے وہ ہے - جو نیر اعظم مرادآباد نے لکھی ہے - وہ لکھتا ہے - کہ " وہ بلا مبالغہ اسلامی رسالون میں ریویو آف ریلیجنز کے بعد اس کا شمار ہونا چاہئے " میں یہ نہیں کہتا - کہ یہ جو کچھ قبولیت ہوئی ہے - یہ ہماری کوششونکا نتیجہ ہے - بلکہ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اسنے ہماری ادنیٰ سی خدمت کو ایسی قبولیت کا شرف بخشا ہے - کہ اس کو نہ صرف جماعت احمدیہ نے بلکہ مخالفین نے بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے - میں ایک مخالف کی مندرجہ بالا رائے سنا کر تمام جماعت احمدیہ کو مبارکباد دیتا ہون - کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو ایسا ایمان بخشا ہے - کہ اس ایمان والے جوش کے لکھے ہوئے مضمون ہی ایسے ہوتے ہیں - کہ دنیا ان کو عزت کی نظر سے دیکھتی ہے - چنانچہ اوپر کی رائے اسبات کا کافی ثبوت ہے - کہ باوجودیکہ دنیا میں بے شمار اسلامی رسائل ہیں مگر انمین سے اول اور دوم نمبر پر اس جماعت کے رسائل کو ہی رکھا گیا ہے -

پھر اے میرے بزرگو! کیا وجہ کہ آپ ہماری بات کو سننے تک بھی نہیں ہو - کیا آپ کا فرض نہیں ہے - کہ نیند کو چھوڑ دو - اب بہت سو چکے ہو کیا ابھی وقت آئیگا - کہ تمہیں جگانیوالا پیدا ہوگا - خدا تعالیٰ نے اپنا پیارا مسیح تم میں بھیجا - تا کہ تم کو جگائے - اے جوانو! ہمت کرو - وقت ہے - پھر یہ وقت ہاتھ نہ آئیگا - بعض لوگون کا خیال ہے - کہ رسائل سے قوم پر بوجھ پڑتا ہے - مگر میں تمہیں سچ سچ کہتا ہون - کہ تم اسوقت تک بے دست و پا ہو - جب تک

تم میں بیشمار رسائل واخبار نہ ہون

اے میرے بھائیو - اٹھو ہمت کرو - اور اگر تم میں طاقت نہیں - کہ نئے اخبار ورسائل نکالو - توان کی مدد کرو - جو اس تکلیف کے اٹھانے کے لئے تیار ہوتے ہیں - جہان تک ہمارا خیال تھا - قوم نے ہماری طرف توجہ نہیں کی - اور نہ ہی اس رسالہ کی ضرورت کو محسوس کیا ہے - حالانکہ یہ رسالہ ایک ایسا کام کر رہا ہے - جو دنیا بھر میں کوئی رسالہ نہیں کرسکتا - وہ یہ کہ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ کلمات طیبات جو آپ گھر میں وعظ کے طور پر بیان فرماتے ہیں - وقتاً فوقتاً پہونچاتا ہے - لوگون کو - یہ وہ کام ہے - جو کم ازکم اس وقت کی کوئی اخبار یا رسالہ نہیں کرسکا - بعض لوگ خیال کرتے ہیں - کہ ایسے مضامین تو دیگر اخبار والے بھی نقل کرہی دیتے ہیں - اس کی کیا ضرورت ہے - میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہون - کہ جو اس رسالہ کے خریدار ہونگے وہ ان معارف کو جلد تر مطالعہ میں لاسکینگے - بہ نسبت ان کے جو دیگر اخبارات میں ان مضامین کو پڑھتے ہیں - پھر یہی نہیں - یہ التزام کیا گیا ہے - کہ حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے نوٹون میں سے جو کبھی شایع نہیں ہوئے - کچھ نہ کچھ بیان کیا جاوے - چنانچہ سابقہ نمبر میں حضور علیہ السلام کی ایک نظم اور ایک چھوٹا سا لطیفہ جس میں آپنے یہ بیان فرمایا ہے کہ "بہشت میں چھلی کیون خوراک کے طور پر استعمال ہوگی" درج کیا گیا ہے - پھر میں آپ سے یہ دریافت کرتا ہون - کہ آپ نے کیون میری آواز کیطرف توجہ نہیں کی - کیا آپ کا فرض نہ تھا - کہ ہماری مدد کرتے -

اے میرے بھائیو - اور نہین تو رسالہ کے لئے خریدار ہی مہیا کرو - خاتمہ پر میں ان تمام احباب کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہون - جنہون ایسے وقت میں ہماری مدد کی نفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر کا جنکو اس رسالہ سے ایک خاص محبت ہے - جسکی وجہ غالباً یہی ہے - کہ اس کو ان کے محبوب کے فرزند کے پیارے پیارے ہاتھ ایڈٹ کرتے ہیں - پھر منشی حبیب الرحمن صاحب رئیس حاجی پور

اور سیٹھ عبدالرحمن صاحب کا جنہون نے ہمارے رسالہ کے لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خطوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ مہیا کیا ہے۔ بابو اقبال علی غنی صاحب طالب علم میڈیکل سکول آگرہ اور میاں عبداللہ صاحب ساکن پیر کوٹ ثانی اور منشی امام علی خالصاحب ملازم ریاست پٹیالہ بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کہ انہون نے خریدار بہم پہنچائے ہیں۔ جہانتک انسے ہوسکا ہماری مدد کی۔

والسلام

مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان

۲۲ نومبر ۱۹۰۶ء

اشتہار سالانہ جلسہ انجمن تشحیذ الاذہان

انجمن تشحیذ الاذہان جو کہ ۱۹۰۶ء کے شروع میں بمشورہ حضرت مسیح موعود بدیں غرض قائم کیگئی ہے۔ کہ نوجوانان سلسلہ احمدیہ تقریر و تحریر میں ملکہ حاصل کریں۔ اور اس قابل ہون۔ کہ دشمنان اہل اسلام اور مخالفین سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اعتراضات کا بوقت ضرورت اچھی طرح سے دندان شکن جواب دے سکیں۔ اس انجمن کا پہلا سالانہ جلسہ (سالانہ جلسہ اسلئے خاص کیا گیا ہے۔ کہ مذکورہ بالا غرض کے پیدا کرنے کے لئے اس انجمن کے وقتاً فوقتاً جلسے ہوا کرینگے۔) تعطیلات دسمبر میں بتاریخ ۲۶ و ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء مسجد اقصےٰ میں منعقد ہوگا۔ اور اس جلسہ میں علاوہ ممبران انجمن ہذا کے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے۔ کہ بیرونجات کی احمدی نوجوانون کی کمیٹیون کی طرف سے ڈیلیگیٹس بھی آئینگے۔ اور یہ اشتہار بدیں غرض شائع کیا جاتا ہے۔

کہ اگر احمدی نوجوانون کی ایسی کمیٹیاں ہون - جن کے اغراض مندرجہ بالا اغراض سے مطابقت رکھتے ہون - اور وہ کمیٹیان ہمارے علم میں نہ ہون - تو ان کو چاہئے کہ مہربانی فرما کر جلسہ ہذا کے لئے اپنی طرف سے ڈیلیگٹس مقرر فرمائیں - اور ان کی اطلاع ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء تک سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان کو کر دیں - اور ایسے ڈیلیگٹس کے لئے ضروری ہوگا - کہ ۲۵ / دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء تک پہونچ جائیں -

اور دوسرے یہ اشتہار اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے - کہ تمام ممبران سلسلہ عالیہ احمدیہ جو اس وقت قادیان میں موجود ہون - اس جلسہ میں تشریف لائیں اور مجلس ہذا کو ممنون احسان بنائیں - اس جلسہ کا انعقاد تعطیلات دسمبر میں اس لئے مقرر کیا گیا ہے - کہ اس وقت تمام بیرونجات سے بہت سے احمدی احباب قادیان میں تشریف لائے ہیں -

پروگرام جلسہ ہذا - (منظور کردہ سب کمیٹی جلسہ)

۲۶ / دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء (جلسہ* برائے استقبال ڈیلیگٹس)

" بوقت صبح ۷½ بجے سے ۹½ تک

اس جلسہ کے پریذیڈنٹ و سکرٹری وہی ہونگے جو انجمن ہذا کے پریذیڈنٹ اور سکرٹری ہیں

کیفیت	وقت	مضمون	نام لیکچرار	نمبر
	۷½ بجے سے ۸¼ بجے تک	ہمارے اغراض اور وہ کیونکر پوری ہوتے چاہئیں	میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب پریذیڈنٹ	۱
	۸¼ " ۸½ "	شکریہ محسنین	عبد الرحیم سکرٹری	۲
	۸½ " ۹¼ "	مختلف تقاریر	ڈیلیگٹس	۳
	۹¼ " ۹½ "	آخری تقریر	پریذیڈنٹ	۴

*نوٹ - اس جلسہ میں بھی کل احمدی احباب بخوشی تشریف لا سکتے ہیں

۲۷ دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء

اس جلسہ کے پریذیڈنٹ مولانا مولوی نور الدین صاحب ہونگے ۔ اور سکرٹری انجمن ہٰذا سکرٹری ہوگا ۔

جلسہ اول بوقت صبح ۸ ۔ بجے سے ۱۱ بجے تک

کیفیت	وقت	مضمون	نام	نمبر
	۸ بجے سے ۹½ بجے تک	انجمن کی اغراض کے متعلق کوئی تقریر	حضرت مولوی نور الدین صاحب	۱
	۹½ // ۱۰ //	رپورٹ انجمن تشحیذ الاذہان	سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان	۲
	۱۰ // ۱۱ //	بعثت نبی کریم صلعم پر مخالفین کے اعتراض اور ان کے جواب	چودہری فتح محمد صاحب طالب علم اسلامیہ کالج لاہور	۳

جلسہ دوم بوقت شام - ۲ بجے سے ۴ بجے تک

	وقت	مضمون	نام لیکچرار	نمبر
	۲ بجے سے ۲½ بجے تک	وفات مسیح	ماسٹر محمد الدین صاحب طالب علم علیگڑھ کالج	۱
	۲½ // ۳½ //	شرک	میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ ہٰذا	۲
	۳½ // ۴ //	آخری تقریر	پریذیڈنٹ	۳

انجمن تشحیذ الاذہان کے ممبر ۔۔۔ یہ ہیں

(۱) میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب - پریذیڈنٹ انجمن تشحیذ الاذہان و ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان (۲) حافظ عبد الرحیم صاحب - سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان و مینجر رسالہ (۳) چودہری عبد السلام صاحب محاسب انجمن (۴) منشی برکت علی صاحب نائب سکرٹری انجمن تشحیذ الاذہان (۵) چودہری فتح محمد صاحب ممبر تشحیذ الاذہان (۶) شیخ تیمور صاحب ممبر (۷) سید طفیل حسین صاحب ممبر تشحیذ الاذہان (۸) چودہری محمد ضیاء الدین صاحب ممبر تشحیذ الاذہان (۹) محب الرحمن صاحب ممبر تشحیذ الاذہان (۱۰) عبد اللہ خان صاحب کوئٹہ ممبر تشحیذ الاذہان (۱۱) شیخ عبد الرحمن صاحب ممبر تشحیذ الاذہان

المشتہر
سب کمیٹی

أَيْنَ الْمِكْنَسُ لِأَقُمَّ الْقُمَامَةَ

بَنَيْنَا مِصْطَبَةً لِلْجُلُوسِ

ضَرَبْتُ الْكَلْبَ حَتَّى أَكْنَبَتْ يَدِي

غَلِّقْ بَابًا

أَصْلِحْ رِجْلَ الْبَابِ

تَرْغُو الْإِبِلُ وَتَثْغُو الْغَنَمُ

تَخُورُ الْبَقَرُ يَنْعَقُ الْغُرَابُ

يَنِقُّ الْفَأْرُ يَنْطِقُ الْإِنْسَانُ

يَزْأَرُ الْأَسَدُ يَنْبَحُ الْكَلْبُ

يَدْعُوكُمْ رَجُلٌ

مَنِ الرَّجُلُ

لَا أَعْلَمُ مَنْ هُوَ

اِسْتَفْسِرْهُ مَا اسْمُكَ وَمِنْ أَيْنَ
جِئْتَ وَمَا أَمْرُكَ

يَا سَيِّدِي إِنِّي سَائِلٌ شَيْئًا لِلّٰهِ

أَعْطُوهُ دِرْهَمَيْنِ

آكُلُ الْخُبْزَ قَفَارًا

يَا سَيِّدِي مَا وَجَدْتُ أُدْمًا

أَتَأْكُلُ الْخُبْزَ قَفَارًا

يَا زَيْدُ حَدِّثْنِي بِشَيْءٍ مِنْ أَخْبَارِكَ

وَالطُّرُوفَةَ مِنْ أَسْفَارِكَ

جھاڑو کہاں ہو تا کہ میں کوڑا صاف کر دوں

ہمنے ایک چبوترہ بیٹھنے کے لیے بنایا ہے

میں نے کتے کو ایسا مارا کہ میرے ہاتھ میں گٹے پڑ گئے

دروازہ بند کر

دروازہ کی چول درست کر

اونٹ چلاتا ہے۔ اور بکری میں میں کرتی ہے

گائے اڑاتی ہے کوا کائیں کائیں کرتا ہے

چوہا چلچلاتا ہے۔ انسان بولتا ہے

شیر چنگھارتا ہے۔ کتا بھونکتا ہے

تمہیں کوئی آدمی بلاتا ہے

کون شخص ہے

میں اسے نہیں جانتا

اس سے پوچھ کہ تیرا نام کیا نام ہے۔ اور کہاں سے
آیا ہے۔ اور کیا کام ہے

اے میرے سردار میں فقیر ہوں کچھ للہ دو

اس کو دو درہم دو

میں روکھی روٹی کھاتا ہوں

اے میرے سردار مجھے سالن نہیں ملا

کیا تو روکھی روٹی کھاتا ہے

اے زید کچھ اپنی خبروں میں سے مجھے بتا

اور اپنے سفروں کی عجائبات میں سے کچھ سنا

سَيِّدِي هَلْ أُحَدِّثُكَ بِشَيْءٍ
رَأَيْتُهُ عِيَانًا
أَوْ بِشَيْءٍ بَلَغَنِي مِنَ الْإِخْوَانِ
الَّذِينَ رَوَوْا إِيمَانًا
يَا زَيْدُ لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ
وَإِنْ كَانَ الرَّاوِي أَحَدًا مِنْ
مُلُوكِ الْبُلْدَانِ
سَيِّدِي وَمِمَّا رَأَيْتُ بِعَيْنِي
هٰذِهِ مَرَاكِبُ كَالسَّفِينَةِ تُسَمَّى
وَابُورَةً
وَإِنَّهُ يُحَاكِي الْحِمَارَ صَوْتًا وَالْفِيلَ
صُورَةً
يَا زَيْدُ حَدِّثْنِي مِنْ بَعْضِ عَجَائِبِهِ
لَعَلِّي أَطَّلِعُ عَلَى غَرَائِبِهِ
سَيِّدِي إِنَّهُ مَرْكَبٌ يَسِيرُ
فِي أُسْبُوعٍ مَسِيرَةَ شَهْرَيْنِ
وَهٰذَا أَمْرٌ رَأَيْتُهُ بِالْعَيْنِ
سَيِّدِي طَلَعَتِ الشَّمْسُ
إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ

میرے سردار کیا میں وہ بات بیان کروں - جو
میں نے بچشم خود دیکھی ہے
یا وہ بات جو بھائیوں سے مجھے پہونچی ہے انہوں
نے از روے ایمان کے روایت کیا
اے زید خبر معاینہ کے برابر نہیں ہو سکتی
اگرچہ روایت کرنے والا بادشاہوں
میں سے ہو
میرے سردار جن چیزوں کو میں نے آنکھ سے دیکھا
ہے ایک سواری ہے جس کو ریل کہتے ہیں
ریل کہتے ہیں
اور آواز میں گدھے سے مشابہ ہے اور
صورت میں ہاتھی سے
اے زید کچھ عجائبات اس کے میرے پاس بیان کر
تاکہ میں اس کے عجیب خواص پر مطلع ہو جاؤں
میرے سردار وہ ایک ہفتہ
میں دو مہینے کا سفر کر سکتی ہے
اور یہ وہ بات ہے جس کو میں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے
میرے سردار دوپہر
ہونے لگی

ذیل میں درج کیا جاتا ہے ۔ ہ جھوٹ ایک نہایت ہی بری چیز ہے ۔ جو کہ اپنے بولنے والیکو آخر کار نہایت ہی ذلیل کرواتا ہے ۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جبکہ اُن کے سامنے پیش ہوئے ۔ تو وہ انکو اسطرح کہنے لگے ۔ کہ ہم میں بھی چور ہے اور اسکا بھائی بھی چور تھا یہ دونوں ۔۔ بھائی چوری کا پیشہ رکھتے ہیں اس وقت حضرت یوسف کے دل پر کیا گذر رہی ہوگی ۔ کہ یہ میرے ہی سامنے کس طرح طوطا چشمی سے جھوٹ بول رہے ہیں ۔ اور اگر اس وقت حضرت یوسف کے بھائیوں کو معلوم ہو جاتا ۔ کہ یہ جو سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا ہم سے حال دریافت کر رہا ہے ۔ یہی یوسف ہے ۔ تو اس وقت انپر کیا گذرتی وہ تمام جوش جو جھوٹ کے بولنے میں خرچ کیا جا رہا تھا ۔ رہ جاتا ۔ اور منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے ۔ پھر جسوقت حضرت یوسفؑ کے پاس وہ بیان کرتے ہیں ۔ کہ ہمارا ایسا اور بھی بھائی تھا ۔ جسکو جنگل میں بھیڑیا اُٹھا کر لیگیا ۔ اور نہیں معلوم کہ اس کا کیا انجام ہوا ۔ اس وقت بھی اگر انکو حضرت یوسفؑ فرما دیتے ۔ کہ نیکبختو میں تو زندہ موجود ہوں ۔ اور خود تم نے بھی مجھکو فلاں کوئیں میں ڈالا تھا ۔ اور اسطرح مجھ سے سلوک کر کے ایک قافلہ والے کے ہاتھ بیچ دیا تھا ۔ تو اس وقت ان کے بھائیوں کا کیا نہ رہ جاتا وہ اس وقت ضبط کر گئے ۔ کیونکہ انبیاء کا یہ قاعدہ نہیں ۔ کہ اس طرح کسی شخص سے سلوک کریں ۔ دیکھو حضرت یوسفؑ کے قصہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے ۔ اور ہر طرح سے جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ خدا آخر خود مدد کرتا ہے ۔

فرمایا کسی کی عیب جوئی نہ کرنی چاہیئے ۔ اگر کوئی اندھا یا کانا ہو ۔ یا لنگڑا ہو یا کسی کا منہ ٹیڑھا ہو ۔ تو کبھی بھی انسان کو ہنسنا نہ چاہیئے ۔ کیونکہ ایسا کرنے والا شخص پھر خود بھی آخر اسی میں پھنس جاتا ہے ۔ یہ سچ ہے ۔ کہ ہنسی ایک اختیاری امر نہیں ۔ لیکن پھر بھی ضبط کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ خدا کا حکم ہے ۔ اسی لئے لڑکوں کو نماز میں پیچھے کھڑے ہونے کا حکم ہے ۔ تاکہ ایسا نہ ہو ۔ کہ کسی کی ہوا خارج ہونیپر یا کسی اور امر پر ہنس پڑیں ۔ تو دوسروں کی نماز بھی خراب ہو ۔ دیکھو کیسی نیکی ہے ۔ کہ ایک دفعہ حضرت

عمر رضؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ کہ کسی کی ہوا خارج ہوگئی۔ اور بدبو کی وجہ سے اس کا پتہ لگ گیا۔ اب انہوں نے دیکھا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ شخص شرم سے وضو نہ کرے یا ورگناہ کا مرتکب ہوجائے۔ نماز توڑ دی اور کہا کہ آؤ وضو دوبارہ ہم سب کریں۔ کیونکہ وضو تو وہی ہے دوسرے دفعہ وضو کرنے سے نور اعلیٰ نور ہوجائیگا اس سے یہ نہیں ثابت ہوا کہ ہمیشہ اسی طرح کیا جائے۔ بلکہ یہ ایک موقعہ تھا جو کہ کس خوش اسلوبی سے پورا کیا گیا۔

فرمایا کہ پارسیوں میں اہرمن دیو اصل میں بگڑ کر ہو گیا۔ (ان میں ایک خدا نیکی کا ہوتا ہے۔ دوسرا بدی کا ایک تو بدی پھیلاتا ہے۔ دوسرا نیکی اور لکھا ہے۔ کہ بدی پھیلانے والا آخر زمانہ میں مارا جائیگا۔ اس سے مراد مسیح کا زمانہ ہے) یہ اصل میں شیطان ہی ہے۔ ہمارے مذہب میں بھی تو شیطان کو ایک حد تک لوگوں پر تسلط دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو برے کام سکھلاتا ہے۔ اسی طرح اہرمن ہے اور وہ لوگ کبھی اہرمن کی قسم نہیں کھاتے بلکہ یزدان سے خدا کی قسم کھاتے ہیں۔ (جہاں غور و فکر سے کام لیا جائے۔ تو توحید خود بخود اپنا جلوہ دکھا دیتی ہے کوئی مذہب ایسا نہیں کہ جہاں توحید نہ ہو۔ پھر میں حیران ہوں۔ کہ لوگ کیوں خدا کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنائے پھرتے ہیں۔ عیسائیوں کو بھی مشکل آئی۔ تو انہوں نے دور از عقل عقیدہ ایک تین ہیں اور تین ایک گھڑ لیا۔ ہندوؤں میں بھی پرمیشور آخر ایک ہی بنتا ہے۔ اور پارسی بھی اصل میں ایک کے ہی قائل ہیں۔ بات تو یہ ہے۔ کہ بے عقل کو اندھوں کو حائل ہوگئے سو سو حجاب۔ ورنہ قبلہ تھا ترا رخ کافر و دیندار کا۔ محمود۔ توحید ہی ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے اسلام کو کل دنیا کے مذاہب پر فوقیت دی ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ وہی ایک ہے۔ جو سب نیک صفات کا جامع ہے۔ بس اس میں سب کمالات آجاتے ہیں۔

نمبر ۵ - مشفقی مکرمی اخویم - . . . . السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' -
اس پُر آشوب وقت میں ایسے لوگ بہت تھوڑے ہوتے ہیں - کہ اللہ رسول کی تائید کیلئے اور غیرت دینی کے جوش سے اپنے مالوںمیں سے کچھ خرچ کرتے ہیں - اور ایک وہ بھی وقت تھا - کہ جانکا خرچ کرنا بھی بھاری نہ تھا - لیکن جیساکہ ہر ایک چیز پورانی ہوکر اس پر گردوغبار بیٹھ جاتا ہے - اب اسی طرح اکثر دلوںپر دنیا کا گرد بیٹھا ہوا ہے - خدا اس گرد کو اُٹھادے - خدا اس ظلمت کو دُور کرے دنیا بہت ہی بیوفا - اور انسان بہت ہی بے بنیاد ہے - مگر غفلت کی سخت تاریکیوں نے اکثر لوگوں کو اصلیت کے سمجھنے سے روک رکھا ہے - اور چونکہ ہر ایک عسر کے بعد یسر اور ہر ایک جذر کے بعد مد اور ہر ایک رات کے بعد دن بھی ہے اسلئے تفضلات الٰیہہ آخر فرو ماندہ بندونکی خبر لے لیتی ہیں - سو خداوند کریم سے بھی تمنا ہے - کہ اپنے عاجز بندونکی کامل طور پر دستگیری کرے - اور جیسے انہوں نے اپنے گزشتہ زمانہ میں طرح طرح کے زخم اُٹھائے ہیں - ویسے ہی انکو مرہم عطا فرمادے ایسا انکو ذلیل اور رسوا کرے جنہوں نے نور کو تاریکی اور تاریکی کو نور سمجھ لیا ہے - اور جن کی شوخی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے - اور نیز ان لوگوں کو بھی نادم اور منفعل کرے - جنہوں نے حضرت احدیت کی توجہ کو جو عین اپنے وقت پر ہوئی غنیمت نہیں سمجھا - اور اسکا شکر ادا نہیں کیا - بلکہ جاہلوں کی طرح شک میں پڑ گئے - سو اگر اس عاجز کی فریادیں رب العرش تک پہنچ گئی ہیں - تو وہ زمانہ کچھ دور نہیں ہے - جو نور محمدی اس زمانہ کے اندھوں پر ظاہر ہو - اور الٰہی طاقتیں اپنے عجائبات دکھلادیں - اس عاجز کے صادق دوستونکی تعداد ابھی تین چار سے زیادہ نہیں جنمیں سے ایک قریب ہیں - اور باقی لاپرواہیں - بلکہ اکثروں کے حالات ایسے معلوم ہوتے ہیں - کہ وہ اپنی تیرہ باطنی کے باعث سے اس کارخانہ کو کسی مکر اور فریب پر مبنی سمجھتے ہیں - اور اسکا مقصود اصلی دنیا ہی قرار دیتے ہیں - چونکہ خود جیفہ دنیا میں گرفتار ہیں - اسلئے اپنے حال پر قیاس کرلیتے ہیں -

سوانکی روگردانی بھی خداوندکریم کی حکمت سے خالی نہیں۔ اسمیں بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔ جو پیچھے سے ظاہر ہونگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ مگر اپنے دوستونکی نسبت اس عاجز کی یہ دعا ہے۔ کہ انکو صدق کا اجر بخشے اور انکو اپنی استقامت مین بھی بہت مضبوط کرے۔ چونکہ ہر طرف ایک زہرناک ہوا چل رہی ہے۔ اسلئے صادقونکو کسی قدر غم اٹھانا پڑیگا۔ اور اس غم مین ان کے لئے بہت اجر ہیں۔

۹ / فروری سنہ ۸۳ء مطابق ۳۰ / ربیع الاول سنہ ۱۳۰۰ھ

نمبر ۶ - عمل وہی معتبر ہے۔ جسکا خاتمہ بالخیر ہو۔ اور صدق اور وفاداری سے انجام پذیر ہو۔ اور اس پر فتنہ زمانہ میں اخیر تک صدق اور وفا کو پہونچانا اور بد باطن لوگونکے وساوس سے متاثر نہونا سخت مشکل ہے۔ اور اسلئے خداوندکریم سے التجا ہے۔ کہ اس عاجز کے دوستونکو جو ابھی تین چار سے زیادہ نہیں آپ سکینت اور تسلی بخشے۔ زمانہ نہایت پر آشوب ہے۔ اور فریبوں اور مکاریوں کے افتراؤں نے بدظنیوں اور بدگمانیوں کو افراط تک پہونچا دیا ہے۔ ایسے زمانہ میں صداقت کی روشنی ایک نئی بات ہے۔ اور اس پر وہی قائم رہ سکتا ہے جنکے دلونکو خداوندکریم آپ مضبوط کردے۔ اور چونکہ خداوندکریم کی بشارتونمین تبدیلی نہیں اسلئے امید ہے۔ کہ وہ اس ظلمت میں سے بہت نورانی دل پیدا کرکے دکھلاویگا۔ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ فقط

۱۷ / فروری سنہ ۸۳ء ۸ / ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی

نمبر ۷ مکرمی اخویم قاضی ضیاء الدین صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکا پُر درد و غم خط مجھکو ملا۔ آپ صبر کریں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے صابر شاکر بندے صبر کرتے رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان غمونسے اور ان پریشانیونسے نجات دیگا۔ اور درود شریف بہت پڑھیں۔ تا اس سے برکات آپ پر نازل ہوں۔ انشاء اللہ مجھے بھی سے مطلع۔

منگوایا ہے۔ اس میں رسالہ دافع الوساوس چھپے گا۔ اور انشاءاللہ تعالیٰ اعنقریب چھپنا شروع ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ اور اگر طبیعت پریشان ہے تو چند ماہ کے لئے میرے پاس آجائیں زیادہ خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۵؍ جون ۹۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی

مخدومی مکرمی اخویم سلمہ اللہ تعالےٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی خواب انشاءاللہ تعالیٰ نہایت مطابق واقعہ اور درست معلوم ہوتی ہے۔ اور تعبیر صحیح ہے۔ جن لوگوں کو تاویل رویا کا علم نہیں انکو ان تعبیرات میں کچھ تکلف معلوم ہوگا۔ مگر صاحب تجربہ خوب جانتا ہے۔ کہ رویا کے بارے میں اکثر عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے۔ کہ حقیقت کو ایسے لبیسے پیرایوں اور تمثلات میں بیان فرماتا ہے۔ مسلم رضؓ نے انسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب دیکھی۔ کہ عقبہ بن رافع کے گھر۔ جو کہ ایک صحابی تھا آپ تشریف رکھتے تھے۔ اسی جگہ ایک شخص طبق رطب ابن طاب کا لایا اور صحابہؓ کو دیا۔ اور رطب ابن طاب ایک خرما کا قسم ہے۔ کہ جسکو ابن طاب نام ایک شخص نے پہلے پہل کہیں سے لاکر اپنے باغ میں لگایا تھا۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی تعبیر کی کہ دنیا و آخرت میں صحابہ کی عاقبت بخیر و رفعت ہے۔ اور حلاوت ایمان سے وہ خوش حال اور متمتع ہیں۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کے نام سے عاقبت کا نام نکالا۔ اور رفع خدا کا نام ہے۔ اس سے رفعت سمجھ لی اور خرما کی حلاوت سے حلاوت ایمان کی اور ابن طاب میں طاب کا لفظ ہے جسکے معنے ہیں خوشحال ہوا۔ پس اس سے خوشحال ہونیکی بشارت سمجھ لی غرض تعبیر رویا میں ایسی تاویل واقعی اور صحیح ہے۔ آپکے خواب کی بہت عمدہ بشارت ہے۔ محافظ دفتر کے لفظ سے یاد آتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ اس عاجز نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک عالیشان حاکم یا بادشاہ کا ایک جگہ خیمہ لگا ہوا ہے۔ اور لوگوں کے مقدمات فیصل ہو رہے ہیں

اور ایسا معلوم ہوا - کہ بادشاہ کی طرف سے یہ عاجز محافظ دفتر کا عہدہ رکھتا ہے
اور جیسے دفتروں میں مسلیں ہوتی ہیں۔ بہت سی مسلیں پڑی ہوئی ہیں - اور اس
عاجز کے تحت میں ایک شخص نائب محافظ دفتر کیطرح ہے - اتنے میں
ایک آدمی دوڑا آیا - کہ مسلمانوں کی مسل پیش ہونیکا حکم ہے - وہ جلد نکالو - پس یہ
رویا بھی دلالت کر رہا ہے - کہ عنایات الٰہیہ مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کیطرف متوجہ
ہیں - اور یقین کامل ہے - اور توکل کو جو مسلمانوں کو فراموش ہو گئی ہیں پھر خداوند
کریم یاد دلائیگا - اور بہتوں کو اپنی خاص برکات سے متمتع کریگا - کہ ہر ایک برکت
ظاہری اور باطنی اسی کے ہاتھ میں ہے - اس عاجز نے پہلے لکھدیا تھا - کہ آپ
اپنے تمام اوراد معمولہ کو بدستور لازم اوقات رکھیں صرف ایسے طریقوں سے
پرہیز چاہئے - جنمیں کسی نوع کا شرک یا بدعت ہو۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے
اشراق پر مداومت ثابت نہیں تہجد کے فوت ہونے پر یا سفر سے واپس آکر
پڑھنا ثابت ہے - لیکن تعبد میں کوشش کرنا - اور کریم کے دروازہ پر پڑے
رہنا - عین سنت ہے - **واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون** -

بخدمت مولوی عبدالقادر صاحب

نمبر ۲ - بعد سلام مسنون عرض یہ ہے - کہ جو کچھ آپ نے
سمجھا ہے - نہایت بہتر ہے - دنیا میں دعا جیسی کوئی چیز نہیں ہے
الدعاء مخ العبادۃ - یہ عاجز اپنی زندگی کا مقصد یہی سمجھتا ہے - کہ
اپنے عزیزوں اور دوستوں کیلئے ایسی دعائیں کرنیکا وقت پاتا رہے - کہ
جو رب العرش تک پہونچ جائیں - اور دل تو ہمیشہ تڑپتا ہے - کہ ایسا وقت
ہمیشہ میسر آجایا کرے - مگر یہ بات اپنے اختیار میں نہیں ہے - سو اگر
خداوند کریم چاہیگا - تو یہ عاجز آپ کے لئے دعا کرتا رہیگا - یہ عاجز خوب
جانتا ہے - کہ سچا تعلق وہی ہے - جسمیں سرگرمی سے دعا ہے - مثلاً
ایک شخص کسی بزرگ کا مرید ہے - مگر اس بزرگ کے دل میں اسکی

اور وہ مہدی بندہ خدا غار سرمن رائے میں ایسا غائب ہوا ہے۔ کہ ہزار سال سے زیادہ گزرنے لگا ہے۔ کہ ابھی نہ وہ خود باہر قدم رکھتا ہے اور نہ یہ کرتا ہے۔ کہ اپنے کسی نائب یا نقیب ہی کے پاس وہ قرآن مجید بھیجدے۔

شاید بقول شیعہ غاصبان خلافت کی ذریت کا خوف ابھی آپ کو بذات خود باہر آنے یا قرآن مجید نکالنے کی تاب نہیں لانے دیتا۔ غرضکہ قرآن مجید سے تو یوں ہاتھ دھوئے اب رہے۔ وہ نشان جو کہ آنحضرت کی پیشگوئیوں کے مطابق اور آنحضرت کے جانشینوں کے خارق عادت اور بے مثل کامیابی کی صورت میں پائے گئے تھے۔ تو انپر یوں پانی پھیر دیا۔ کہ نعوذ باللہ۔ آنحضرت کی ۲۳ سالہ بے حد کوشش کا بھی نتیجہ بتاتے ہیں۔ کہ چند اشخاص مسلمان ہوئے تھے۔ کہ جنکی تعداد اکائیوں سے زیادہ دہاکوں سے تجاوز نہیں کرتی۔ اور وہ بھی نہایت درجہ کے ضعف اور کمزور اور تقیہ باز یعنی ضروری امر سے ضروری امر میں بزدل چنانچہ ان کی نہج البلاغہ کتاب میں چونکہ حضرت علی کے خطبات کا مجموعہ ہے۔ حضرت اپنے ایک خطبہ میں اپنے شیعہ کو یہ خطاب فرماتے ہیں۔

ایھا الشاھدۃ ابدانھم الغائبۃ عنھم عقولھم المختلفۃ اھواءھم المبتلیٰ بھم امرائھم صاحبکم یطیع اللہ وانتم تعصونہ وصاحب اھل الشام یعصی اللہ وھم یطیعونہ لوددت واللہ ان معاویۃ صارفنی بکم صرف الدینار بالدرھم فاخذ منی عشرۃ منکم واعطانی رجلا منھم یا اھل الکوفۃ منیت منکم بثلث واثنتین صم ذوو اسماع وبکم ذوو کلام وعمی ذوو ابصار لا احرار صدق عند اللقاء ولا اخوان ثقۃ عند البلاء تربت ایدیکم یا

اشباه الابل غاب عنها رعاتها کلما جمعت من جانب
اخر والله لکانی بکم فیما اخال ان لو حمس الوغی وحمی
الضراب قد انفرجتم عن ابن ابی طالب انفراج المراة عن
قبلها (۳۱ ورق) وتعلموا القرآن فانه احسن الحدیث
وتفقهوا فیه فانه ربیع القلوب واستشفوا بنوره
فانه شفاء الصدور واحسنوا تلاوته فانه انفع
القصص (۳۷ ورق) فلو ائتمنت احدکم علی قعب
لخشیت ان یذهب بعلاقته اللهم انی قد مللتهم
وملونی وسئمتهم وسئمونی فابدلنی بهم خیرا منهم
وابدلهم بی شرا منی اللهم مث قلوبهم کما یماث
الملح فی الماء اما والله لوددت ان لی بکم الف فارس
من (۱۱ ورق) لکنی استنفت اذا سفوا وطرب او اطاروا
(۶ ورق) -

پھر بقول ان کے ان سب کے رئیس حضرت علی ایسے بہادر کہ ان کے بیٹے نے تو یہ جوانمردی دکھائی کہ ایک غاصب ظالم کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور جان دیدی پر آپ نے باوجود اسد اللہ الغالب ہونے کے تین ظالمون غاصبون کی سالہاسال اطاعت کی اور ان کے پیچھے نمازین پڑھتے رہے ۔ یہ تو ان کا حال ہے ۔ جو آنحضرت کی سعی سے مسلمان ہوئے پر جو منافق آپ کے ساتھ ہوئے ان کی تعداد ایک لاکھ اور کئی ہزار سے زیادہ تھی ۔ اور بہادر بھی ایسے کہ جنہون نے آنحضرت کو اپنے سچے جانشین اور وصی کے حق مین وصیت تک بھی نہ کرنے دی ۔